سدا بہار خوشبوئیں



تصنیف

فضیلۃ الشیخ سید محمد صالح فرفور

ترجمہ

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور

مِن رشحاتِ الخلود

کا اُردو ترجمہ

سدا بہار خوشبوئیں

مصنف

محدّثِ کبیر علامہ سیّد محمّد صالح فرفور گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

بقیۃ السلف شیخ الحدیث

علامہ محمّد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ العزیز

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور

بانی :بقیۃ السلف شیخ الحدیث علامہ **محمد عبدالحکیم شرف قادری** قدس سرہ

نام کتاب .... من رشحات الخلود

اردو ترجمہ .... **سدابہار خوشبوئیں**

مصنف .... محدث کبیر سید محمد صالح فرفور گیلانی رحمہ اللہ

مترجم .... شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

اشاعت .... صفر المظفر 1424 / مارچ 2003ء

صفحات 266

باہتمام .... حافظ نثار احمد قادری

تصحیح .... محمد عبدالستار طاہر مسعودی

کمپوزر .... الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ۔ لاہور

تعداد 1000

قیمت .... 150 روپے

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور 0321-7226193 042-7226193

کاروان اسلام پبلی کیشنز۔ ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی، ٹھوکر نیاز بیگ۔ لاہور

ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔ لاہور **شبیر برادرز** اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ اہل سنت جامعہ نظامیہ۔ لاہور **زاویہ پبلشرز** داتا دربار۔ لاہور

مکتبہ ضیاء العلوم۔ راولپنڈی **مکتبہ برکات المدینہ**۔ کراچی

مکتبہ مہریہ کاظمیہ۔ ملتان **مکتبہ اہل سنت**۔ فیصل آباد

انتساب

شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت مولانا حافظ شاہ حاجی

سید محمد نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہٗ العزیز

موضع رنمل شریف، تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات

کے نام

جن کی توجہات عالیہ سے ہزاروں افراد اسلام کے نور سے منور ہوئے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی راہ پر گامزن ہوئے اور جن کا فیض آج بھی شرق تا غرب پھیل رہا ہے۔

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردم بہ گوہر شناس

شرف قادری

۱۶ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

۲۶ر اگست ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

وہ شخصیات جن کا مختصر تذکرہ حواشی میں کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا دین پارہ ناں نہیں

علم وہ دولت ہے جس کی فضیلت کا کوئی ہوش مند انکار نہیں کر سکتا ـــــــ اسلام نے تو یہ حقیقت بڑے واشگاف الفاظ میں بیان کی ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ (القرآن)

اے حبیب! آپ فرمادیجئے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟

یہ استفہامِ انکاری ہے ـــــــ اس کا مطلب یہ ہے کہ بے علم چاہے دنیا کی تمام دولت اور اقتدار کا مالک کیوں نہ ہو وہ ایک عالم کے برابر نہیں ہے ـــــــ بلکہ عالم کو اس پر برتری اور فضیلت حاصل ہے ـــــــ حضرات علماء دین کو شعوری طور پر اس حقیقت کا احساس ہونا چاہیے کہ اگر ہمیں دنیاوی دولت کی فراوانی حاصل نہیں ہے تو کیا ہوا؟ ـــــــ ہمیں دولت علم تو حاصل ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا
لَنَا عِلْمٌ وَّلِلْجُهَّالِ مَالٌ
فَاِنَّ الْمَالَ يَضْنِىْ عَنْ قَرِيْبٍ
وَّاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَّا يَزَالُ

- ہم اُس تقسیم پر راضی ہیں جو ہمارے بارے میں رب کائنات نے فرمائی ہے ـــــــ ہمارے لئے علم ہے اور جاہلوں کے لئے مال ہے۔
- اس لئے کہ مال عنقریب فنا ہو جائے گا اور علم زندہ و پائندہ دولت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں چار مرتبہ بلندیٔ درجات کا ذکر کیا ہے ——— ایک دفعہ مجاہدین کے لئے اور تین مرتبہ علماء کے لئے ——— اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علماء کا مقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنا بلند ہے؟

لیکن ایک لمحہ ٹھہر کر اس نکتے پر غور کر لیجئے کہ کیا یہ مقام ہر عالم کا ہے؟——— کہنے کو تو وہ بھی اہل علم تھے جو کہتے تھے کہ امام حسین کا کام جلد تمام کرو ہم نے جا کر جمعہ ادا کرنا ہے ——— وہ بھی عالم ہی تھے جن کے مشوروں سے امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کو کوڑے مارے گئے ——— ابوالفضل اور فیضی بھی بڑے عالم تھے ——— لیکن زمین بوس کے نام پر وقت کے شہنشاہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے تھے ——— اللہ تعالیٰ نے تاجِ امامت ان کے سر پر نہیں بلکہ امام ربانی مجدد الف ثانی اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے سر پر سجایا ——— جن کا سر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے آگے جھکا ——— انہوں نے قصر شاہی کے طواف کو سعادت دارین نہیں جانا ——— اور دربارِ شاہی میں جبیں سائی کر کے انسانیت کی تذلیل نہیں کی۔

اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

امام احمد رضا بریلوی سے کسی نے فرمائش کی کہ نواب نانپارہ کے ہاں جشن منایا جا رہا ہے آپ بھی اس کی شان میں ایک قصیدہ لکھ دیں ——— علم و عرفان کے امام سے اس قسم کی فرمائش کتنی ہی نامعقول سہی، لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ انہوں نے وہ جواب دیا جو

عنوانِ خودداری ہے اور سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ——— انہوں نے فرمایا:

کروں مدحِ اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بَلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

یہ صرف ایک شعر نہیں ہے، بلکہ اسے اہلِ علم وایمان کے لئے دستورِ حیات قرار دیا جاسکتا ہے۔

دنیائے سیاست کے سامری، مسٹر گاندھی کے پاس نہ جانے کونسا جادو تھا کہ بڑے بڑے سیاسی لیڈر اور علماء اس کے پیچھے ہاتھ باندھ کر پھرتے تھے ——— لیکن جب اس نے امام احمد رضا بریلوی سے ملاقات کا وقت مانگا تو انہوں نے صاف انکار کردیا:

برو ایں دامِ بر مرغِ دگرِ نہ

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

جاؤ یہ جال کسی دوسرے پرندے کے لئے بچھاؤ ——— کیونکہ عنقا کا آشیانہ بہت بلند ہے (اور تمہاری پہنچ سے باہر)

ان کے فرزندِ اصغر حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں سے ہندوستان کی وزیراعظم اندرا گاندھی نے ملاقات کے لئے وقت مانگا تو انہوں نے وقت نہیں دیا ——— مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خائف ہوکر جب اندرا حکومت نے نس بندی کا پروگرام شروع کیا تو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب نے فتویٰ دیا کہ یہ حرام ہے ——— لیکن بعد ازاں حکومت کا دباؤ پڑنے پر فتویٰ واپس لے لیا ——— حضور مفتیٔ اعظم ہند نے اشتہارات سائیکلوسٹائل کرا کے پورے ہندوستان میں تقسیم کرادئے کہ نس بندی حرام۔ حرام۔ اشد حرام ——— ان پر بھی حکومت نے دباؤ ڈالا کہ اپنا فتویٰ واپس لیں ——— اللہ

رے شانِ استقامت! کہ وہ اسّی سال سے زیادہ عمر ہونے کے باوجود ڈٹ گئے ——
اور ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے۔

یہ تو کچھ عرصہ کی بات ہے کہ ہندوستان کا وزیر اعظم نرسیما راؤ بریلی آیا —— وہ امام احمد رضا بریلوی کے مزار پر چادر چڑھانا چاہتا تھا —— اور دو کروڑ کا نذرانہ پیش کرنا چاہتا تھا —— لیکن وارثانِ امام احمد رضا نے اسے مزار پر حاضر ہوکر چادر چڑھانے کی اجازت نہیں دی۔

لیکن عقلِ عیار سو بہانے تراش لیتی ہے —— سو چور دروازے تلاش کر لیتی ہے —— ایوب خان کے دور میں ایک بزرجمہر نے ایوب شاہی دور کو دورِ خلافت سے تشبیہ دے ڈالی تھی —— آج بھی ایسے علماء کی کمی نہیں ہے —— آپ انہیں دن کے اجالے اور رات کے اندھیرے میں سر کی آنکھوں سے دیکھ بھی سکتے ہیں —— اور ان سے مصافحہ کا شرف بھی حاصل کر سکتے ہیں —— حکمرانوں کی کمزوری کہیں یا بیماری کہ انہیں ایسے لوگ بڑے اچھے لگتے ہیں جو کہتے ہیں: ہاں جی ہاں آپ پاکستان کی ضرورت ہیں —— اور ان درباری علماء سے تو بڑے ہی راضی ہوتے ہیں جو انہیں وقت کا ''امیر المومنین'' قرار دیں —— اور ان لوگوں کی بات تو خاص توجہ اور التفات سے سنتے ہیں جو کہتے ہیں: سر! ہم آپ کی علمی اور دینی خدمات کو سلام کرتے ہیں —— اور وہ علماء اپنا قد و قامت مختصر کر لیتے ہیں جو اربابِ اقتدار کو کہتے ہیں: جناب مجھے آپ سے ذاتی کام ہے، مجھے ملاقات کا وقت دیجئے —— اور ان علماء کا تو ہر صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے جو نواز شریف کے دورِ اقتدار میں اسٹیج پر بے نظیر کے عیوب بیان کرتے ہوئے غیر شائستہ انداز بیان تک اُتر آتے تھے —— اور جب بے نظیر صاحبہ کا اقتدار آیا تو ان کی سرکاری ملازمت میں کوئی فرق نہیں آیا —— اب یہ تو وہ خود ہی بتا سکتے ہیں کہ کس ''سجدۂ سہو'' کی بدولت ان کی تمام

جسارتیں معاف ہوگئیں اوران کی سرکاری ملازمت بحال رہی۔

آیئے اس سلسلے میں چنداحادیث مبارکہ اور علمائے سلف کے ارشادات کا مطالعہ کریں۔

❶ ۔امام ابن ماجہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہماری امت کے کچھ لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے ——— اور کہیں گے کہ ہم امراء کے پاس جاتے ہیں ——— ان کی دنیا کا کچھ حصہ حاصل کریں گے ——— اور اپنے دین کو بچا کر رکھیں گے ——— اور اس طرح ہوگا نہیں ——— جس طرح تُھ کنڈے سے سوائے کانٹوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ——— اسی طرح ان امراء کے قرب سے سوائے گناہوں کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(ابن ماجہ شریف عربی، ص: ۲۳۔۲۲)

❷ ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جُبُّ الحُزن جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی ہر دن میں چارسو مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔عرض کیا گیا اس میں کونسے لوگ داخل ہوں گے؟ فرمایا: وہ قرّاء (علماء) جو اپنے اعمال کی نمائش کرتے ہیں ——— اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ترین قرّاء (علماء) میں سے وہ ہیں جو امراء کی زیارت کرتے ہیں، راوی محاربی کہتے ہیں کہ اس سے مراد ظالم امراء ہیں۔ (ابن ماجہ، ص: ۲۳)

اس وقت میرے سامنے علامہ علی بن عطیہ معروف بہ شیخ علوان رحمہ اللہ تعالیٰ (م۔۹۳۶ھ) کی کتاب "نسمات الاسحار فی مناقب وکرامات الاولیاء الاخیار" مطبوعہ بیروت ہے ——— اس میں انہوں نے ظالم حکمرانوں کے پاس جانے کے بارے میں ایک فصل قائم کی ہے ——— اس میں سے چند ارشادات نقل کئے جاتے ہیں:

❸ ۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم فتنوں کے مقامات سے بچو ——— ان سے پوچھا

گیا کہ وہ مقامات کون سے ہیں؟ تو فرمایا: امراء کے دروازے۔

❹ ۔حضرت فضیل فرماتے ہیں: جو شخص جتنا صاحب اقتدار کے قریب ہوگا، اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوگا۔

❺ ۔حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا: یہ لوگ جو بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں، امت مسلمہ کے لئے جوا کھیلنے والوں سے زیادہ نقصان دہ ہیں۔(نسمات الاسحار، ص:۵۳)

خلاصہ یہ ہے کہ حکمرانوں سے اس مقصد کے لئے ملاقات کرنے میں حرج نہیں کہ ان کو کتاب وسنت کے مطابق صحیح مشورہ دیا جائے جس میں ان کا بھی فائدہ ہو اور امت مسلمہ کا بھی فائدہ ہو، لیکن ذاتی مفاد کے لئے ان سے ملنا اور ان کی خوشامد کرنا اور ایسے بیانات جاری کرنا جن سے مجموعی طور پر علماء کے وقار کو ٹھیس پہنچے کسی طرح بھی ان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

پیشِ نظر کتاب ''سدا بہار خوشبوئیں''، ''من رشحاتِ الخلود'' کا اردو ترجمہ ہے —— اس کے مصنف حضرت علامہ سید محمد صالح فرفور حضرت محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں —— ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۱ء میں دمشق میں پیدا ہوئے اور ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء میں پچاسی سال کی عمر میں دمشق ہی میں فوت ہو گئے، دمشق میں آپ کا قائم کردہ مدرسہ ''معهد جمعية الفتح الاسلامى'' ان کے صاحبزادے شیخ سیف الدین کی سربراہی میں کام کر رہا ہے —— شیخ نے ''سلسلة الخلود'' کی تین جلدیں لکھی تھیں، پہلی جلد ''من نفحات الخلود'' کا ترجمہ راقم نے ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' کے نام سے کیا تھا جو مکتبہ قادریہ، لاہور سے ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء میں چھپ چکا ہے —— اس میں شیخ کا تفصیلی تعارف بھی شامل کیا گیا ہے —— دوسری جلد کا نام ''من نسمات الخلود'' ہے اس کا ترجمہ مکمل ہو گیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع ہوگا۔ اس وقت

تیسری جلد کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے جو آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔

شیخ نے ماضی کے علماء، مجاہدین اور سلاطین کے منتخب واقعات پیش کر کے نوجوان طلباء اور علماء کو پیغام دیا ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہے ——— اس میں آپ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خداخوفی اور دنیا سے بے نیازی بھی ملے گی ——— حضرت سعید بن مسیب کی استقامت بھی نظر آئے گی جو سر پر برہنہ تلوار دیکھ کر بھی اپنے موقف میں لچک اختیار نہیں کرتے ——— اس میں آپ کو عطاء بن ابی رباح، سید فقہاء الحجاز کا واقعہ بھی ملے گا جو وقت کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک کی ملاقات کے لئے جاتے ہیں ——— شاہ ان سے بار بار پوچھتا ہے کہ کوئی کام ہو تو بتائیں؟ ——— لیکن وہ ہر بار امت مسلمہ کا کوئی نہ کوئی مسئلہ پیش کرتے ہیں ——— اپنا ذاتی مسئلہ ایک بھی پیش نہیں کرتے حد یہ کہ اس کے پاس پانی کا ایک گلاس بھی نہیں پیتے ——— ان کی روانگی کے بعد ہشام نے دیناروں کی ایک تھیلی بھجوائی جو انہوں نے اسی طرح واپس کر دی ——— مولانا عبدالحکیم افغانی کا واقعہ بھی پڑھیں گے کہ انہوں نے کس طرح حکومت ترکی کی پانچویں پلاٹون کے کمانڈر جواد پاشا کو لگی لپٹی کے بغیر نصیحت کی اور اس کا نذرانہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا ——— غرض یہ کہ شیخ فرفور نے یہ بتایا ہے کہ علماء کا کام کیا ہے؟ اور ان کا مقام کیا ہے؟ اس کے علاوہ اور بہت کچھ ہے

آخر میں راقم نے ضمیمہ کا اضافہ کیا ہے ——— اس میں محدث العصر شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جرأت اور حمایت حق کے حیرت انگیز کارنامے کا تذکرہ ہے ——— وہ مکۂ معظمہ سے چل کر بغداد گئے ——— اور وہاں روئے زمین کے سب سے بڑے تاجدار مامون الرشید کے بھرے دربار میں معتزلہ کے سردار بشر مریسی سے مناظرہ کیا اور اسے شکست دی ——— جو دوسروں لفظوں میں مامون کی شکست تھی ——— لیکن حیرت

کی بات ہے کہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے والی شخصیت کا نام کہیں دیکھنے سننے کو نہیں ملتا ـــــ لاڑکانہ کے پاس رہنے والے محمد پناہ ٹوٹانی کے آگ میں چھلانگ لگانے اور محفوظ رہنے اور مخالف کے جل جانے کا واقعہ بھی شامل کیا ہے ـــــ جو عقیدت مند کے لئے باعث تقویت اور غیر جانب داروں کے لئے سامانِ غور و فکر ہے ـــــ نیز حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک چشم کشا تحریر شامل کی گئی ہے۔

سلسلۃ الخلود کی تینوں جلدیں جناب عابد حسین شاہ حفظہ اللہ تعالیٰ (ریاض) کی عنایت سے موصول ہوئیں ـــــ دوسری جلد "من نسمات الخلود" فضیلۃ الشیخ محمد عبداللہ آل رشید حفظہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی لائبریری سے لے کر ارسال کی ـــــ مشہور دانشور اور صاحب طرز ادیب صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی اور رضویات کے بین الاقوامی محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے "زندۂ جاوید خوشبوئیں" پر تفصیلی تبصرہ تحریر کیا ہے ـــــ کتب کثیرہ کے مصنف فاضل مولانا علامہ محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی نے پیش نظر کتاب "سدا بہار خوشبوئیں" پر تعارفی تبصرہ لکھا ہے، یہ سب تبصرے ان حضرات کے شکریے کے ساتھ کتاب کی ابتداء میں شامل ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

عزیزم حافظ نثار احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی طباعت اور ٹائیٹل کی تیاری میں خوب محنت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی اجر جمیل عطا فرمائے اور اس میدان میں مزید محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۶ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ
۲۶ر اگست ۲۰۰۲ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تــــاثــــرات

(۱) پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (ستارۂ امتیاز)

سابق ڈین فیکلٹی آف اسلام لرننگ، پنجاب یونیورسٹی

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کتاب مستطاب جو نذر قارئین ہو رہی ہے، شام کے ایک معتبر اور معروف عالم شیخ محمد صالح فرفور صاحب کی تصنیف ''من رشحات الخلوذ'' کا اردو ترجمہ ہے، جسے محب گرامی حضرت مولانا شرف قادری نے اردو کے قالب میں بڑی خوبصورتی اور شستگی کے ساتھ ڈھالا ہے۔

شیخ محمد صالح فرفور دمشق کے ایک علمی وروحانی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں جو ''فرفور'' کہلاتے ہیں، تصوف وطریقت کے ساتھ ساتھ علم وادب سے بھی اس خانوادے کا بہت گہرا، تاریخی اور مسلسل تعلق ہے، ہر دور میں اس خانوادے کے اہل علم ومعرفت نے نہ صرف اہل شام و عالمِ عرب بلکہ پوری اسلامی دنیا کی علمی وروحانی خدمات انجام دی ہیں، تعلیم وتدریس کے میدان میں بھی ''فرافرہ'' کی خدمات بہت وسیع اور بار آور رہی ہیں، شیخ محمد صالح فرفور ان بہت سے فرافرہ میں سے ہیں جن سے راقم کو شرفِ ملاقات حاصل ہے، کئی ایک یونیورسٹی اساتذہ اور ادباء کے محترم نام ایسے ملیں گے جو اسی جلیل القدر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ شام کے عوام وخواص کے علاوہ پوری عرب دنیا کے اصحاب علم وفضل اس خاندان کی علمی، ادبی، تدریسی اور تصنیفی خدمات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس خاندان کے جن حضرات سے میں ملا ہوں، وہ سب کے سب علم وعمل کی جامع تصویر اور سیرت واخلاق کی بلندی پر نظر آئے۔

یہ کتاب واقعی عمدہ ومستطاب ہے، فاضل مصنف نے مسلم نثرادِ نو کی رہنمائی اور سبق آموزی کا بہت قیمتی سامان کیا ہے، اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہی قوموں کی بنیادی ضرورت ہے، مگران کے کارناموں کو یادرکھنااور عملی زندگی میں ان سے استفادہ کرنا احسان شناسی بھی ہے اور انسانیت دوستی بھی، تاریخ اور اسلاف کے کارنامے قوموں کی اصل اور جڑ کی حیثیت رکھتے ہیں، مگراپنی تاریخ کوڈُہرانااور اپنے عمل سے اسلاف کے کارناموں کوزندہ کرنا قوموں کی زندگی ہےاور روشن مستقبل کی ضمانت بھی ہے۔

شیخ محمد صالح فرفور نے اسلامی تاریخ کی زندۂ جاوید ہستیوں کی زندگی، کارناموں اور اخلاق کو اس کتاب ''رشحات الخلود''میں ایسے عمدہ اسلوب کے ساتھ پیش کیا ہے کہ بچے، نوجوان اور باقی سب لوگ بھی اسے پڑھتے ہوئے خوشی ومسرت محسوس کرتے ہیں، حوصلے بلند ہوتے ہیں اور جذبۂ دل بیدار ہوتا ہے، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے کتاب کو نہایت اعلیٰ اسلوب میں بڑی محنت اور توجہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ عام فہم مگر عالمانہ اور رشستہ اردو میں اس طرح پیش کیا ہے کہ عربی متن کے قاری کی طرح اردو ترجمہ کا قاری بھی خوشی اور دلچسپی سے بہرہ ور ہوتا ہےاور عملی زندگی کے لئے اسلاف کے ان اعلیٰ نمونوں سے لطف اندوز بھی ہوتا ہےاور راہِ عمل کے لیے عمدہ سامان بھی نصیب ہوتا ہے۔

قادری صاحب کے اس ترجمہ پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔اس لحاظ سے شیخ فرفور بہت خوش نصیب ہیں کہ انہیں مولانا شرف قادری صاحب جیسا فاضل مترجم میسر آیا۔جس نے ان کی متعدد تصانیف[1] کو عربی سے اردو میں منتقل کر کے قارئین کے دائرے میں بڑی وسعت پیدا کر دی ہے، کیونکہ عربی زبان کی طرح اردو زبان کے قارئین کا دائرہ بھی وسیع بلکہ لامحدود ہےاور دنیا کے کونے کونے میں یہ تصنیف پہنچ گئی ہے۔اس سے دنیا کے ہر اچھے ملک کے ہر

[1]۔(۱)من نفحات الخلود(۲)من رشحات الخلود اور(۳)من نسمات الخلود

بڑے شہر میں عربی پڑھنے اور سمجھنے والے مل جاتے ہیں، اسی طرح اردو بھی اب ایک عالمی زبان بن چکی ہے اور اس کے پڑھنے اور سمجھنے والے بھی تقریباً ہر جگہ مل جاتے ہیں۔

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ہمارے ان علماء میں سے ہیں جو اردو اور عربی میں یکساں طور پر قلم برداشتہ لکھنے پر قادر ہیں، متعدد تصانیف دونوں زبانوں میں قارئین سے کلمۂ استحسان اور خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ قادری صاحب ایک جلیل القدر عالم دین بھی ہیں مگر وسیع القلب انسان بھی ہیں۔ علم کے ساتھ حلم اور شفقت کے ساتھ تواضع اگر کسی ایک شخصیت میں مجسم دیکھا ہو تو شرف قادری کو دیکھئے، مجھے ان کی شخصیت سے تو بیشمار فوائد پہنچے ہیں، مگر ان کے علم سے بھی محروم نہیں رہا، میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت عطا فرمائے اور ان کے علم و فضل کے فیض کو عام فرمائے۔

این دعا از من واز جملہ عالم آمین باد!

3.2.2003

ظہور احمد اظہرؔ

لاہور

(۲)

معروف دانشور، صاحبِ طرز ادیب صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی

حرفے چند

آج کا انسان اپنی تیز رفتار ترقی پر انتہائی خوش اور نازاں ہے —— کمپیوٹر اور سیٹلائٹ کے اس دور نے فی الواقع انسان کو بہت کچھ دیا ہے —— کل کے خواب آج واقعات بن چکے ہیں اور ماضی کی کہانیاں حال کی حقیقت میں ڈھل چکی ہیں —— برسوں قبل اُڑن کھٹولے کی باتیں محض بچوں کے بہلانے کے لئے ہوتی تھیں —— آج آواز سے تیز رفتار طیارے ہواؤں کا سینہ چیر رہے ہیں —— کل تک سمندر کی موجیں انسان کے لئے اژدہا بنی ہوئی تھیں —— آج وہی سمندر اور اس کی طوفانی لہریں انسان کی مٹھی میں بند نظر آتی ہیں —— اور ایک فرمانبردار غلام کی طرح انسان کو اپنے دوش پر بٹھائے ہلکورے دے رہی ہیں۔

روشنیوں کا سیلاب، نوبہ نو ایجادات، جدید ترین ذرائع مواصلات، ان سب نے مل کر دنیا کے جنگل میں منگل کر دیا ہے —— پوری دنیا سمٹ کر ''گلوبل ویلج'' کا رُوپ دھار چکی ہے —— طلوعِ صبح کے ساتھ انسان سفر پر روانہ ہو کر غروبِ آفتاب سے پہلے دنیا کے کسی بھی دُور دراز علاقے میں پہنچ سکتا ہے —— اور اگلی صبح کا ناشتہ دوبارہ اپنے گھر کی ٹیبل پر کر سکتا ہے —— یہ ہوشربا ترقی فی الواقع حیران کن ہے —— لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی المیہ ہے کہ زمینی فاصلے روز بروز سمٹ رہے ہیں —— مگر روحانی اور ذہنی فاصلے دن بدن بڑھ رہے ہیں —— باہر کی دنیا کہکشاں بنی ہوئی ہے مگر انسان کا باطن گھپ اندھیر قبرستان بن چکا ہے —— کارکنانِ قضا و قدر انسان کے خادم بن چکے ہیں —— لیکن انسان حالات کے جبر کے سامنے نادم دکھائی دیتا ہے —— انسان نے سمندر کی موجوں کو تو مسخر کر لیا —— لیکن نفس کی لہریں وہ اب تک قابو میں

نہیں لا سکا —— آندھیاں اور طوفان اس نے کنٹرول کر لئے ہیں مگر اندر کا انسان اُس کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔

تہذیب حاضر نے علم کے انبار لگا دیئے ہیں —— مگر انسان کو اپنی پہچان سے محروم کر دیا —— ذخیرۂ معلومات کی کوئی حد نہیں، مگر ذریعۂ معلومات بہت حد تک مشتبہ اور ناقص ہے —— چنین و چناں کی پوری کتاب مرتب ہو گئی ہے، مگر یقین و ایمان کا ورق ابھی تک سادہ ہے —— اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ تن فربہ اور من لاغر ہوتا جا رہا ہے —— خدا نہ کرے کہ آج کا انسان اپنے ہی ملبے میں دب کر دم توڑ دے —— جس کے آثار و شواہد بہر حال موجود ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں جنگ و جدال برپا نہ ہو —— انسان کے ہاتھوں انسان پامال نہ ہو —— روز بروز یقین کی رکاب پاؤں سے کھسکتی اور ایمان کی باگ ہاتھوں سے نکلتی جا رہی ہے —— کسی زمانے میں انسان راکب اور دُنیا مرکب تھی —— آج انسان کی پیٹھ ہوسِ دنیا کے لئے کاٹھی کا کام دے رہی ہے —— حرص و ہوا کا بوجھ ہے کہ بڑھتا جا رہا ہے —— آج کا انسان باطنی طور پر اتنا کوتاہ نظر کیوں ہو گیا ہے؟ کہ اُسے سانپ کی رنگدار اور ملائم جلد تو دکھائی دیتی ہے لیکن اُس کے زہر پر نگاہ نہیں جاتی —— میک اپ پر تو وہ فریفتہ ہے مگر اس کے اندر چھپی ہوئی چُڑیل پر نظر نہیں ڈالتا —— اسبابِ دُنیا کی اسے خوب خبر ہے لیکن مسبب الاسباب سے قطعاً غافل ہے —— کائنات کی رنگارنگی تو اسے مسحور کر رہی ہے لیکن خالقِ کائنات کی عظمت و بزرگی کا اُسے احساس اور اعتراف نہیں —— انسان یہ بھول رہا ہے کہ اُس نے یہ معرکہ پہلی بار سر کیا ہے —— قبل ازیں بھی گرانڈیل تہذیبیں ہو گزریں اور دم توڑ چکی ہیں —— نمرود و فرعون لجنڈ کا درجہ رکھتے ہیں —— قلعوں کی فصیلیں اور امراء کی حویلیاں آج بھی عہدِ رفتہ کو آواز دے رہی ہیں، لیکن وہ سارا طمطراق آج مٹی کا ڈھیر بنا ہوا ہے —— آج کا ''کھڑاک'' بھی پیوندِ زمین ہو کر رہے گا۔

ایسے عالم میں ضروری ہے کہ انسان اپنا اندر ٹٹولے —— سارا کام بصارت سے نہیں کچھ کام بصیرت سے لے —— تجرباتِ سائنس کے ساتھ ساتھ وارداتِ روحانی پر توجہ دے، ایجادات کے وفور میں دل کے نُور سے محروم نہ رہے —— مقالاتِ حکیم کے دوش بدوش مشاہداتِ کلیم پر بھی نگاہ رکھے —— صدائے جرسِ کارواں پر قانع نہ ہو —— محملِ لیلیٰ کو گرفت میں لانے کا جتن کرے کہ یہی جوہرِ آدمیت اور حاصلِ عبدیت ہے۔

دمشق کے شیخِ طریقت حضرت سید محمد صالح فرفور علیہ الرحمہ کی کتاب ''من نفحات الخلود'' کا ترجمہ ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' اس وقت میرے سامنے ہے —— ترجمے کا خوشگوار فریضہ ہمارے ممدوح جناب محمد عبدالحکیم شرف قادری نے سرانجام دیا ہے —— اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو انسانی باطن کے لئے اور موجودہ تہذیبی ڈھانچے کے لئے آج بہت ضروری ہے۔

ہم نے قصہ دارا و سکندر بہت یاد کرلیا۔اب تو کسی مردِ قلندر کا تذکرہ ازبر کرنا چاہیے —— ورنہ سوسائٹی زیروزبر ہوتی نظر آرہی ہے۔

شیخ فرفور علیہ الرحمہ نے خشک تحقیقی زبان کی بجائے خوشبو بکھیرتے ہوئے بیان کا سہارا لے کر کچھ واقعات، کچھ باتیں، کچھ حکایات اور کچھ وارداتیں قلمبند کی ہیں —— اگر ان کا مقصد دل کے تار ہلانا، بربطِ رُوح کو چھیڑنا، آنکھوں کے کنارے بھگونا، سینے میں ایک ہلچل مچانا، خوابیدہ ضمیر کو جگانا، غافل مزاج کو جھنجھوڑنا، کانوں میں نُقرئی گھنٹیاں بجانا، اور عقل کو عشق کے تابع لانا تھا تو وہ بلاشبہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں —— کتاب میں اللہ والوں کی جرأت، اُن کے شوقِ شہادت، جذبۂ رفق ورحمت، اندازِ سخاوت، ذوقِ تلاوت، قناعت وعفت، عادلانہ سیاست، رنگِ عبادت، ملّی غیرت، تقاضۂ ایمان و اطاعت، اور اسلوبِ نصیحت کے خوبصورت تذکرے ہیں —— آج کا انسان جو شوکت و سطوت، جاہ وحشمت، ہیبت و دہشت، قیادت وجلالت، مال و دولت اور منصب وحکومت پر مرا اور مٹا جا رہا ہے۔

اُسے چاہیے کہ یہ تذکرے پڑھے، یہ خوشبوئیں سونگھے، یہ باتیں سنے، اور ایسی کتابیں دیکھے، تاکہ اُسے علم کے ساتھ معرفت نصیب ہو ـــــــ ان خوشبوؤں سے مشامِ جاں کو معطر کرے، یہ باتیں سن کر رنج کی باتیں بھلا دے ـــــــ اور یہ کتابیں دیکھ کر صاحبِ کتاب (ﷺ) سے نسبت جوڑنے کی فکر کرے۔

شیخ فرفور رحمۃ اللہ علیہ نے تو جو رنگ باندھا سو باندھا، محترم شرف قادری نے ترجمہ کر کے اسے نیا آہنگ عطا کر دیا ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ممدوح مولانا محمد عبدالحکیم شرف کو پڑھنے اور لکھنے کا اعلیٰ ذوق اور سلیقہ عطا فرمایا ہے ـــــــ مدرّس آدمی بسا اوقات خشک ہوتا ہے۔ ہر وقت قال اقول کی گردان، ہر لحہ ضرب یضرب کی مشق، ہر آن فقہی بحث، ہر ساعت منطقی صغرے کبرے اور ہر دقیقہ کلامی نکتے اچھے بھلے انسان کو ''عبوساًقمطریراً'' بنا دیتے ہیں ـــــــ مگر ہمارے شرف صاحب چوبیس گھنٹے درس و تدریس میں منہمک رہ کر بھی تروتازہ زبان لکھنے کی خوبی سے آراستہ ہیں ـــــــ جس طرح مرغابی دن رات پانی میں غوطے کھاتی ہے۔ مگر جب نکلتی ہے تو اس کے پروں پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح جناب شرف قادری اپنی ساری خشکی مسندِ تدریس پر چھوڑ آتے ہیں ـــــــ جب لکھنے کے لئے قلم ہاتھ میں لیتے ہیں، تو ان کا قلم آبشار کی طرح بہہ نکلتا ہے، جس کی آواز کانوں میں رس گھولتی ہے۔

میری قارئین سے درخواست ہے کہ وہ یہ کتاب پڑھیں از اوّل تا آخر ـــــــ اُنہیں قطعاً احساس نہیں ہوگا کہ وہ کسی کتاب کا سپاٹ اور تکنیکی ترجمہ پڑھ رہے ہیں ـــــــ بلکہ صاف محسوس ہوگا کہ وہ طبع زاد تصنیف کا مطالعہ کر رہے ہیں ـــــــ اور کسی بھی مترجم کی یہی سب سے بڑی خوبی ہے، کہ وہ ترجمے میں آورد نہیں بلکہ آمد کا رنگ بھر دے ـــــــ حضرتِ شرف قادری بحمد اللہ اس کوچے سے سرخرو ہو کر نکلے ہیں۔

(''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' پر فکر انگیز تبصرہ)

(۳)

بین الاقوامی ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علی رسولہٖ الکریم

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اہل سنت کے مشہور و معروف قلمکار ہیں، وہ گزشتہ ۲۵۔۳۰ سال سے مسلسل لکھ رہے ہیں، اُن کی نگارشات کی تعداد ۳۰۰ سے تجاوز کر چکی ہوگی ——— وہ محدث بھی ہیں، محقق بھی ——— مدرس بھی ہیں، معلّم بھی ——— مصنف بھی ہیں اور موئلف و مترجم بھی ——— زبان و بیان پر اُن کو پوری قدرت حاصل ہے، وہ اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہیں، مولیٰ تعالیٰ اُن کی خدمات جلیلہ کو قبول فرما کر اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

پیش نظر کتاب ''زندہ جاوید خوشبوئیں'' ایک عربی کتاب ''من نفحات الخلود'' کا اردو ترجمہ ہے، اس ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ ترجمہ معلوم ہی نہیں ہوتا ——— تصنیف و تالیف سے ترجمہ زیادہ مشکل ہوتا ہے، کیونکہ اِس میں مترجم کو پرواز فکر کے لیے آزاد فضا میسر نہیں ہوتی، اس کو پابند رہتے ہوئے قید و بند میں زبان و بیان کے جوہر دکھانے ہوتے ہیں ——— اس سے زبان و بیان پر مترجم کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے ——— حضرت علامہ شرف صاحب نے کامیاب ترجمہ کیا ہے ——— انہوں نے اصل کتاب سے دل نکال کر ترجمہ میں رکھ دیا ہے ——— مصنف کے دل کی دھڑکن ترجمے کے اندر محسوس ہوتی ہے ——— فاضل مترجم مبارک باد کے مستحق ہیں ———

اس ترجمہ کو دل نشیں انداز سے مرتب کیا گیا ہے ——— ابتداء میں حضرت علامہ شرف صاحب کا ''حرف آغاز'' ہے جس میں انہوں نے دشمنوں کی فریب کاریوں اور جہاں بانوں کی ناعاقبت اندیشیوں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسانیت کیا ہے، انسان

کون ہے؟ــــــ اس کے بعد علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کے ''کلمات تقدیم'' ہیں جس میں انہوں نے فاضلانہ انداز اور ادیبانہ رنگ میں شخصیت و کردار کی اہمیت پر بھرپور اظہار خیال فرمایا ہے ــــــ حضرت علامہ شرف صاحب کے بارے میں جو کچھ فرمایا سچ اور حق ہے ــــــ آخری پیراگراف میں تاریخی ''چھیڑ چھاڑ'' اور ''اعتقادی بحث و کرید'' سے حضرت علامہ کے گریز کو خوش آیند قرار دیا ہے ــــــ بات بھی یہی ہے۔ دور جدید میں زمانے کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے ــــــ ''کلمات تقدیم'' کے بعد عزیزی مولانا ممتاز احمد سدیدی نے ''مثالی شخصیات'' کے عنوان سے اظہار خیال فرمایا ہے ــــــ انہوں نے جدید معاشرے کا دردانگیز نقشہ کھینچتے ہوئے مثالی شخصیت کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، ایسے لکھنے والوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے تعمیر سیرت کے لیے لکھا ہے، پھر کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے ــــــ اس کے بعد حضرت علامہ شرف صاحب نے مصنف کے حالات زندگی اور خدمات کا تفصیلی ذکر کیا ہے ــــــ پھر فاضل مصنف شیخ محمد صالح فرفور کے پہلے ایڈیشن اور تیسرے ایڈیشن پر مقدموں کا ترجمہ ہے جس میں مصنف نے کتاب کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی ہے۔

''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' شیخ محمد صالح فرفور حسنی (م۔۱۹۸۶ء) کے حسین انشائیوں کا حسین مجموعہ ہے جس کا مقصدِ وحید زندہ و پایندہ شخصیتوں کے ذکر واذکار سے مُردہ دلوں کو زندہ کرنا ہے ــــــ فاضل مصنف کے زبان و بیان، درد و سوز اور مثالی شخصیات کے انتخاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی مثالی شخصیت کے مالک ہیں ــــــ جب الفاظ و حروف کے پیچھے زندہ شخصیت ہو تو وہ بولنے لگتے ہیں ــــــ زندہ شخصیتیں ہی بناتی، سنوارتی ہیں ــــــ شیخ محمد صالح فرفور کی نگارشات سوز و گداز سے معمور ہیں ــــــ اُن کے جذبات میں جولانی اور فکر میں روانی ہے ــــــ جب دل پر گھٹائیں چھاتی ہیں،

دماغ پر کبھی بوندا باندی ہوتی ہے اور کبھی موسلا دھار بارش، پھر قلم سے جھرنے پھوٹنے لگتے ہیں اور آبِ رواں مضامین کے کٹوروں میں، مقالات کی صراحیوں میں، کتابوں کے سُبو میں جمع کرلیا جاتا ہے، پھر دنیا بھر کے پیاسے اپنی اپنی پیاس بجھاتے رہتے ہیں۔

فاضل مصنف نے الفاظ و حروف سے خوبصورت ایوان بنائے ہیں، جہاں شاہد معنی جھروکوں سے جھانک رہے ہیں، جہاں جذبات کی قندیلوں اور احساسات کے جھاڑ فانوس سے فضائیں جگمگا رہی ہیں — جہاں زندۂ و پائندہ شخصیات اپنے اپنے کارناموں سے تاریخ پر انمٹ نقوش ثبت کر رہی ہیں — عاشق رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یار کی ایک بات سننے کے لیے مدینہ منورہ سے مصر تشریف لے جارہے ہیں — حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی کمان کی ایک ضرب سے گستاخ رسول ابوجہل کا سر پھوڑ رہے ہیں — حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ شاہ روم کے دربار میں اسلام کا بول بالا کر رہے ہیں اور ایمان و یقین کی شان دکھا رہے ہیں — حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شوق شہادت میں مست و سرشار نظر آرہے ہیں — حضرت ابان بن سعد رضی اللہ عنہ ازدواجی زندگی کی رنگینیوں کو اسلام پر قربان کر کے جامِ شہادت نوش فرما رہے ہیں اور ان کی نوبیاہتا دلہن مجاہدوں کی صفوں میں بجلی کی طرح کوندتی ہوئی دشمنوں پر حملہ کر رہی ہیں — حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دیوار کعبہ پر لٹکی اپنے بیٹے کی لاش دیکھ کر فرما رہی ہیں، ''کیا اس شہسوار کے پیدل چلنے کا وقت نہیں آیا''؟ — حضرت سلمان فارسی، حضرت سعید بن عامر، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ زہد و تقویٰ کے چراغ روشن کر رہے ہیں، ملک کے مالک ہوتے ہوئے فقیرانہ زندگی بسر کر رہے ہیں — صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایرانی دربار میں بے باکانہ چلے آرہے ہیں — حضرت عمر

فاروق، حضرت علی، وشریک بن عبداللہ ؓعدل و انصاف کا علم بلند کر رہے ہیں —— خلیفہ مامون، نضر بن شمیل کو ایک علمی نکتے پر نواز کر اپنی علم پروری کا ثبوت دے رہے ہیں —— حضرت عمر، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت امام جعفر صادق ؓ کے پند و نصائح فردوس گوش ہو رہے ہیں —— الغرض ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' میں رنگ برنگ کے پھولوں کی ایسی خوشبوئیں ہیں جو مشامِ جاں معطر کر رہی ہیں —— کاش ہم حال کے بسنے والے ماضی کو بھی ایک نظر دیکھ لیں! —— کاش زمین پر جھک کر چلنے والے، آسماں کو بھی دیکھ لیں! —— حیف! ہم کہاں تھے، کہاں چلے گئے! —— اب جاگنے کا وقت آ گیا ہے —— اب کچھ کر گزرنے کا وقت آ گیا ہے —— آیئے خونِ جگر سے چراغ جلائیں کہ دنیا کی اندھیریوں میں اجالا ہو —— ہاں

ضبط کن تاریخ راپائندہ شد   ازنفس ہائے رسیدہ زندہ شد

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

از کراچی

۸ رجون ۱۹۹۴ء

(''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' پر بصیرت افروز تبصرہ)

(۴)

مصنف کتب کثیرہ فاضل شہیر مولانا علامہ محمد جلال الدین قادری مدظلہ (کھاریاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم

اسلام ایک زندہ جاوید حقیقت ہے۔ مکمل دین ہے۔ کامل ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی کے ہر پہلو میں مکمل راہنمائی فرماتا ہے۔ ہر دور، ہر علاقہ، ہر نسل، ہر زبان اور ہر رنگ کا مسلمان اس سے بھرپور استفادہ کرتا ہے۔ اسلام کی طرف رجوع لانے والا مسلمان کسی اور سمت سے راہنمائی کا محتاج نہیں رہتا۔ عبادات، معاملات، اخلاق، کردار، سیاست، زراعت، صنعت وحرفت، تجارت، حکمرانی، سپہ سالاری، سپہ گری، اُجرت، انفرادی زندگی، اجتماعی زندگی، معاشرہ، قوم وملت، تعلیم، تدریس، تربیت، عدالت، شہادت، وکالت ——— غرض کون سا شعبہ ہے جس میں اسلام کی مکمل تعلیمات نہیں۔ آج مسلمانوں کی زبوں حالی اور غیروں کی دریوزہ گری کا باعث صرف یہی ہے کہ اس نے اپنے حقیقی مأخذ اور مکمل نظام حیات کو ترک کر دیا ہے۔ کاش! آج کا مسلمان پھر سے اپنے حقیقی سرمایہ اور ''اپنی دولت'' سے آشنا ہو جائے۔ یہ غیروں کی دریوزہ گری سے بلند ہو کر اوروں کا راہنما ورہبر بن جائے ——— شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی ہمارے شکریہ کے خاص مستحق ہیں کہ انہوں نے گمشدہ موتی تلاش کر کے ہمارے سامنے رکھ دیئے ہیں۔

آج کی علمی درس گاہوں میں جو کچھ پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے اس کا عملی زندگی سے کتنا تعلق ہوتا ہے؟ ہر پڑھنے والا پڑھنے کے بعد محسوس کر سکتا ہے۔ عبادات ومعاملات اور اخلاق وکردار کی تعلیم تو ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔ عبادات ومعاملات کا درس تو قدرے درس گاہوں میں ہو ہی جاتا ہے۔ باقی رہے اخلاق سو وہ ہمارے درسی نصاب سے

تقریباً خارج ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے مدارس کے نصاب میں اخلاق سنوارنے کی تعلیم کو خصوصی توجہ دی جائے۔

علامہ سید محمد صالح فرفور حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۴۰۷ھ) کی کتاب مستطاب ''من رشحات الخلود '' اخلاقیات پر اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے۔ ہمارے برعظیم پاک و ہند کے عام مسلمان عربی سے ناواقف ہیں۔ حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کر کے عام مسلمانوں کا استفادہ اس کتاب سے آسان فرمادیا ہے۔ فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء۔

کہنے کو تو یہ کتاب ترجمہ ہے، اور اگر اصل کتاب کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ ترجمہ بجائے خود ایک عمدہ تصنیف ہے۔

''من رشحات الخلود'' کا جس طرح عرب دنیا میں پڑھا جانا ضروری ہے۔ اسی طرح اس کا ترجمہ ''سدابہار خوشبوئیں'' کا برعظیم پاک و ہند میں پڑھا جانا ہر اس مسلمان کے لئے لازمی ہے جو اسوۂ حسنہ اور اخلاق عالیہ سے متصف ہونا چاہتا ہے۔

۲ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ　　　　فقیر قادری محمد جلال الدین عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ کتاب

بے شک ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے —— ہم اسی کی حمد و ثنا کرتے ہیں، اسی سے امداد کی درخواست کرتے ہیں —— اسی سے دعائے مغفرت کرتے ہیں —— اسی کی بارگاہ میں اپنے نفوس کی شرارتوں اور برے اعمال سے توبہ کرتے ہیں —— جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا —— اور جسے وہ گمراہی میں چھوڑ دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا —— میں گواہی دیتا ہوں کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے، کوئی اس کا شریک نہیں —— نیز یہ گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے عبدِ مکرّم اور رسولِ گرامی ہیں —— اے اللہ! رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرما اپنے حبیب مکرم ﷺ، آپ کی آل پاک، آپ کے صحابۂ کرام اور اخلاص کے ساتھ ان کی راہ چلنے والوں پر۔

حمد و ثنا کے بعد! ——

چونکہ شخصیات کا علم ان عظیم علوم میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے وارثوں، رسولانِ گرامی کے خلفاء اور اپنے بہترین نیک بندوں کو عطا فرمائے ہیں —— اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے خلفاء سے راضی ہو —— اس لئے میں نے اپنی زندگی کے آخری دور میں پوری توجہ تاریخ کے اس فن کی طرف مبذول کر دی ہے —— یہ فن، تاریخ کی عظیم شخصیات کے تذکرے پر مشتمل ہے —— میں نے اس سے پہلے اس مبارک سلسلے کی دو کتابیں لکھی ہیں:

(۱) من نفحات الخلود[۱]

۱۔ جس کا ترجمہ راقم نے ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' کے نام سے کیا اور مکتبہ قادریہ، لاہور نے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا۔

(۲)من نسمات الخلود[۲]

میں نے ان دو کتابوں میں تاریخ کی صحیح اور معتمد بنیادی کتب میں سے کچھ حصہ منتخب کر کے جدید انداز میں پیش کیا ہے۔

(۳)''من رشحات الخلود'' (جس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے) اس میں بھی میں نے پہلی دو کتابوں کا انداز اپنایا ہے ــــــ اس میں موضوعات نئے ہیں، اور انداز بیان میں اپنی ہمت وطاقت کے مطابق جدت اختیار کی ہے ــــــ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

اس کتاب کا بھی وہی مقصد ہے جو پہلی کتابوں کا تھا ــــــ یعنی نوجوانوں کو ستاروں پر کمند ڈالنے کا جذبہ دینا ــــــ تاریخ اسلام کی بلند مرتبہ شخصیات کے درخشندہ کردار سے روشنی بکھیرنا ــــــ اور بیتے ہوئے دنوں سے عبرت ونصیحت فراہم کرنا ــــــ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ

اور ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ ماضی کے بزرگوں کے کارناموں اور عظمتوں سے روشناس ہوں ــــــ سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں کو اس عظیم تاریخی مواد سے متعارف کرایا جائے تا کہ وہ اس کی روشنی میں تابندہ مستقبل تعمیر کر سکیں ــــــ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کتابوں کے حجم اور صفحات کی تعداد کو نہیں دیکھا جاتا ــــــ دیکھا یہ جاتا ہے کہ ان کا مواد کیسا ہے؟ ــــــ اور اسے دور جدید کے تقاضوں کے مطابق کس حسن وخوبی سے پیش کیا گیا ہے؟ ــــــ میری تحریر کردہ اس عاجزانہ کتاب

۲۔ الحمد للہ! اس کا ترجمہ بھی راقم نے عالمی مبلغ اسلام پیر سید معروف حسین شاہ عارف قادری نوشاہی مدظلہ العالی کے ہاں بریڈفورڈ، انگلینڈ کے قیام کے دوران نومبر ۲۰۰۱ء مکمل کرلیا ہے۔

کے مواد میں اگر چہ جدّت اور انوکھا پن نہیں ہے —— لیکن اس کی تکنیک ضرور جدید ہے —— میں یہ نہیں کہتا کہ اس میں ایسی نئی باتیں بیان کی گئی ہیں جو اس سے پہلے معلوم نہیں تھیں —— میری تمام تر کوشش یہ ہے کہ اس مواد کو اپنے نوجوان اور ذہین و فطین بچوں کے سامنے اس زبان میں پیش کردوں جسے وہ سمجھتے ہیں —— مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کوشش پر مجھے اجر و ثواب عطا فرمائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

کیونکہ مقصد، خیر کی تلاش ہے —— اور مسلم اُمّہ کو جھنجوڑ کر جہالت اور اندھی تقلید سے علم کے اجالے اور قابل قدر اسلامی طرز زندگی کی طرف لے جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے، وہی صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

آغاز ربیع الانور ۱۴۰۳ھ حررہ:

محمد صالح فرفور

دمشق —— شام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علماءِ حق کی ہیبت

[اگر عالم اپنے علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوتو ہر شے اس کی ہیبت کی زد میں ہوتی ہے۔]

یہ کلمات اس وقت حماد بن سلمہ[1] کی زبان سے نکلے، جب کچھ لوگوں نے انہیں درخواست کی کہ بصرہ کا گورنر محمد بن سلیمان[2] آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے —— آپ اس کے دربار میں تشریف لے چلیں —— یہ پیغام گورنر کے نمائندے نے لاکر پیش کیا۔

نمائندے کا بیان ہے کہ جب میں حماد کے گھر میں داخل ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چٹائی پر بیٹھے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کررہے ہیں —— ان کے پاس ایک بیگ رکھا ہوا ہے جس میں چند کتابیں رکھی ہوئی ہیں —— وضو کرنے کے لئے ایک لوٹا ہے اور بس —— یہی ان کا ساز وسامان تھا —— اس کے علاوہ ضرورت کی کوئی چیز تھی اور نہ ہی کپڑے —— میں کچھ دیر بیٹھا ان کے بارے میں اور ان کے گھر کے بارے میں غور کرتا رہا —— اتنے میں دروازہ کھٹکھٹایا گیا

حماد نے اپنی بیوی سے کہا:

''دیکھو کون ہے''؟

اس نے آکر کہا: ''گورنر محمد بن سلیمان کا قاصد آپ کے نام پیغام لایا ہے۔''

حماد نے اسے اجازت دے دی —— قاصد نے حاضر ہوکر گفتگو کا آغاز کیا اور گورنر کا پیغام پہنچاتے ہوئے کہا:

"اللہ تعالیٰ آپ کو وہ صبح عطا فرمائے جو اس نے اپنے اولیاء اور فرمانبرداروں کو عطا کی ہے —— ایک مسئلہ پیش آ گیا ہے جو ہم آپ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں —— براہ مہربانی گورنر ہاؤس تشریف لائیں —— والسلام

قاصد کا خیال تھا کہ وہ گورنر کی دعوت کو خندہ پیشانی سے قبول کریں گے —— جس طرح بہت سے علماء حکمرانوں کی دعوت پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے —— اور سر کے بل چل کر جانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ——

حماد نے دوٹوک انداز میں مجھے حکم دیا:

.........اس دعوت نامے کو الٹ کر اس کی پشت پر لکھ دو:

"آپ کو بھی اللہ تعالیٰ اولیاء و اصفیاء کی صبح عطا فرمائے —— ہماری آنکھوں نے وہ علماء دیکھے ہیں جو کسی کے پاس چل کر نہیں جاتے تھے —— اگر آپ کو کوئی مسئلہ پیش آ گیا ہے تو تشریف لے آیئے —— اور جو پوچھنا ہے پوچھ لیجئے! —— ہاں اپنے ساتھ سواروں اور پیادوں کی فوج ظفر موج مت لایئے! —— میں آپ کو نہیں صرف اور صرف اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہوں —— والسلام!"

یہ تحریر محمد بن سلیمان کے پاس پہنچی تو حماد کا اخلاص اور ان کی نظر میں علم اور علماء کا احترام براہ راست اس کے دل پر اثر انداز ہو گیا —— وہ فوری طور پر فتویٰ معلوم کرنے کے لئے حماد کے گھر پہنچ گیا —— تاکہ علماء کی ایسی مجلس میں حاضر ہو، جہاں دلوں کو حیاتِ نو ملتی ہے اور باطن کا زنگ دھل جاتا ہے۔

ایک دفعہ پھر دروازے پر دستک دی گئی۔

حماد نے اپنی بیوی سے کہا: دیکھو دروازے پر کون ہے؟

انہوں نے آکر بتایا:.......... ''گورنر محمد بن سلیمان ہے۔''

فرمایا: ''اسے کہو تنہا آئے، اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو۔''

گورنر حماد کے کمرے میں داخل ہوا تو حد درجہ مرعوب ہو گیا جیسے کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو ——— وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ رعب کیوں طاری ہوا ہے؟ ——— وہ سہا ہوا سراپا احترام بن کر بیٹھ جاتا ہے ——— جیسے وہ عظیم الشان اور شان وشکوہ والے بادشاہ کے سامنے حاضر ہو ——— بڑی مشکل سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا:

'جناب! کیا وجہ ہے کہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھ پر ہیبت چھا جاتی ہے؟''

حماد نے بڑے باوقار لہجے میں فرمایا:

''جب عالم دین اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوتا ہے تو اس کی ہیبت ہر چیز پر طاری ہو جاتی ہے ——— اور اگر اپنے علم کو دنیا کی دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے تو خود ہر چیز سے مرعوب ہو جاتا ہے۔''

محمد بن سلیمان خاموش ہو گیا ——— اور دل میں کہنے لگا: اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا ہے ——— اگر علم کی دولت اخلاص کے ساتھ جمع ہو جائے تو حکومت کی عظمت اس کے سامنے ہیچ ہے ——— علماء کا رعب اور دبدبہ اسی وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار ہوں ——— اور اگر وہ اپنے علم سے دولت اور دنیا حاصل کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں سے ان کی ہیبت ختم کر دیتا ہے۔

پھر محمد بن سلیمان نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا انہوں نے جواب دے دیا ——— جاتے ہوئے اس نے کچھ نذرانہ پیش کیا ——— اس کا خیال تھا کہ چونکہ شیخ فقیر اور نادار ہیں اس لئے یہ ہدیہ ضرور قبول کر لیں گے ——— شیخ نے سارے کا سارا مال واپس کر

دیا اور کچھ قبول نہیں کیا ــــــ اس طرح انہوں نے دنیا پر اپنے دین کی حفاظت کو ترجیح دے دی۔

تبصرہ:

میں کہتا ہوں کہ دور اول کے علماء کی یہی شان تھی ــــــ وہ فقر و فاقہ کے باوجود قناعت پسند تھے ــــــ وہ امراء کے دروازوں پر اپنی غرض کے لئے نہیں بلکہ مسلم اُمّہ کی حاجت کے لئے جاتے تھے ــــــ وہ اپنے علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کے متلاشی تھے ــــــ دنیا اور جاہ و منزلت کو انہوں نے پس پشت ڈال رکھا تھا ــــــ لہذا سلاطین اور امراء ان کے دروازے پر چل کر آتے تھے ــــــ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت و سلطنت سے زیادہ رعب عطا فرمایا تھا۔

("حلیۃ الاولیاء"، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

علامہ اقبال نے ایسے ہی مردان حر کے بارے میں کہا ہے:

فقیری میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ مُنعَم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

---

۱ حماد بن سلمہ ابن دینار ولاء کے اعتبار سے بصری تھے، ان کی کنیت ابو سلمہ ہے، وہ بصرہ کے مفتی تھے، علم حدیث کے امام، حافظ، معتمد علیہ اور ثقہ تھے، نیز امام فقیہ، فصیح اور اہل بدعت کے بارے میں سخت تھے، ان کی متعدد تصانیف ہیں، ۱۶۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۲ محمد بن سلیمان عباسی، مہدی کے زمانے میں بصرہ کے گورنر بنے، پھر معزول کر دیے گئے، ہارون رشید نے انہیں بحال کر دیا اور اپنی بہن عباسہ بنت مہدی کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا، امیر کبیر تھے ۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۳ھ میں فوت ہوئے ۔۱۲ الاعلام۔

دین کی بنیادی تعلیمات

دورِ جاہلیت میں ایک شخص عربوں کا سردار تھا، جس کا نام مفروق تھا[1] ——— اس نے نبی اکرم ﷺ کا چرچا سنا تو آپ کے پیغام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ——— جب وہ نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیٹھے ہوئے تھے ——— وہ بھی ایک طرف بیٹھ گیا ——— حضرت ابوبکر صدیق نے کھڑے ہوکر اپنی چادر رسول اللہ ﷺ پر تان دی۔

مفروق نے پوچھا:

''آپ ہمیں کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''........ ہماری دعوت یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے ——— اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ——— نیز یہ کہ محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ——— تم ہمارا ساتھ دو اور اسلام کا پیغام پھیلانے میں ہمارے ساتھ تعاون کرو، تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام دنیا تک پہنچائیں جس کا اس نے ہمیں حکم دیا ہے ——— کیونکہ قریش اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کمربستہ ہیں ——— انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا ہے ——— اور حق کو چھوڑ کر باطل کو اپنا لیا ہے ——— اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریف کیا ہوا ہے۔''

مفروق نے مزید سوال کیا:

---

[1] مفروق بن عمرو اصم شیبانی نے نبی اکرم ﷺ سے گفتگو کی، ابو نعیم نے کہا کہ اس کا اسلام لانا میرے علم میں نہیں ہے۔ ۱۱ تجرید الصحابہ، حافظ ذہبی۔

اے قریشی! آپ ہمیں مزید کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟

نبی اکرم ﷺ نے قرآن پاک کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

(قُلْ تَعَالَوا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُم عَلَيْكُم ، أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً، وَبِالْوالِدَيْنِ إِحسَاناً، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِنْ إِمْلَاقٍ، نحنُ نرزُقُكم وإِيَّاهُم، وَلا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ منها وما بَطَنَ، وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ التي حَرَّمَ اللّٰهُ إلا بالحَقِ، ذٰلِكُمْ وصَّاكُم بِهِ لعلَّكُم تعْقِلون، وَلا تَقْرَبوا مالَ اليَتيمِ إِلَّا بالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حتى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ، وأَوْفُوا الكَيْلَ والميزانَ بالقِسْطِ ، لا نُكَلِّفُ نفساً إِلَّا وُسْعَها، وإِذا قُلْتُم فاعْدِلُوا ولو كانَ ذَاقُرْبٰى، وبعَهْدِ اللّٰه أَوْفُوا، ذٰلِكُمْ وصَّاكُم به لعلَّكُم تذَكَّرون، وأَنَّ هٰذا صِراطِي مُستقِيماً فاتَّبِعُوهُ، ولا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتفرَّقَ بكم عن سَبيلِهِ، ذٰلِكُمْ وصَّاكُم به لعلَّكُم تَتَّقُون)(۱)

اے حبیب آپ فرما دیجئے: آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو کچھ تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے —— یہ کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ —— ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو —— اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے سبب قتل نہ کرو —— ہم تمہیں اور انہیں رزق دیتے ہیں —— اور تم بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ —— اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ —— انہی کاموں کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہت عمدہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے —— اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو —— ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق ——

۱۔ سورۂ انعام ۶/۱۵۳-۱۵۱

اور جب تم گفتگو کرو تو انصاف کرو، اگر چہ قریبی رشتہ دار ہو ——— اور اللہ کا عہد پورا کرو ——— یہ وہ باتیں ہیں جن کا تمہیں پختہ حکم دیا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو ——— اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو ——— اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، وہ تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے ——— اللہ نے تمہیں اس کا تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

مفروق یہ بلند مطالب، نادر روزگار بلاغت اور بے مثال فصاحت سن کر انگشت بدنداں رہ گیا ——— کہنے لگا:

.... اے قریشی لقب! آپ مزید کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

((إِنَّ اللّٰـه يأْمُرُ بالعدلِ والإحسانِ، وإيتاءِ ذي القُربٰى، وينهى عن الفَحشاءِ والمُنكرِ والبغيِ، يعِظُكم لعلَّكم تذَكَّرونَ))[1]

"بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا ——— قریبی رشتہ داروں کو عطا کرنے کا ——— اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے ——— وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے- تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

مفروق یہ سن کر مزید حیرت اور تعجب میں مبتلا ہو گیا ——— اور بے ساختہ پکار اٹھا:

"اے گرامی قدر عرب! اللہ کی قسم! آپ بہترین اخلاق اور عمدہ ترین اعمال کی دعوت دیتے ہیں ——— وہ لوگ جھوٹے ہیں جنہوں نے آپ کی تکذیب کی ہے اور جو آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔"

اس کے ساتھ دور جاہلیت کے چند سرکردہ لوگ تھے ——— مثلاً: ضمام بن

[1] النحل: ۱۶/۹۰

قبیصہ (۲) مثنیٰ ابن حارثہ اور (۳) نعمان بن شریک (۴)۔

مفروق نے کہا:

''یہ ہمارے شیخ ھمام بن قبیصہ ہیں —— یہ عرب کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہیں''۔

ہمام نے کہا:

اے معزز قریشی! میں نے آپ کی گفتگو سنی، اور آپ کے فرمان کی تصدیق کی —— میری رائے یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ایک نشست کے بعد ہمارا اپنے دین کو چھوڑ دینا اور آپ کی اتباع کرنا بے سروپا، سوچ کی لغزش، جلد بازی اور عاقبت نااندیشی ہے —— جلد بازی میں لغزش ہو سکتی ہے —— ہمارے پیچھے بھی کچھ لوگ ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ ان کے بارے میں کوئی معاہدہ کریں —— آپ بھی واپس جائیں، ہم بھی واپس جاتے ہیں —— آپ بھی غور و فکر کریں، ہم بھی سوچ بچار کرتے ہیں۔''

اس نے سوچا کہ مثنیٰ ابن حارثہ بھی اس کے ساتھ کلام میں شریک ہو —— کہنے لگا:

''یہ ہمارے بزرگ، راہنما اور جنگ کے کمانڈر مثنیٰ ابن حارثہ ہیں۔''

مثنیٰ نے کہا:

اے محترم قریشی! میں نے آپ کی گفتگو سنی جو مجھے پسند آئی ہے —— آپ نے جو کلام کیا وہ قابل قدر ہے —— میرا بھی وہی جواب ہے جو ہمام ابن قبیصہ کا ہے۔

''ہم یمامہ اور اس کی دونوں جانبوں میں قیام پذیر ہیں —— ایک جانب خطۂ عراق ہے جو سرزمین عرب ہے —— دوسری جانب خطۂ فارس ہے جہاں

کسریٰ کی نہریں بہتی ہیں ـــــ شاہ ایران نے ہم سے عہد لے رکھا ہے کہ ہم کوئی نیا کام نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی نئے پروگرام والے کو پناہ دیں گے ـــــ ہمارا گمان ہے کہ آپ ہمیں جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اسے موجودہ دور کے سلاطین پسند نہیں کریں گے ـــــ خطۂ عرب کے رہنے والوں کا گناہ بخش دیا جائے گا اور عذر قبول کیا جائے گا ـــ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم سرزمین عرب سے متصل علاقوں میں آپ کی امداد کریں تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم نے اچھا کیا کہ سچی بات کہہ دی ـــــ اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ وہی قائم ہوگا جو اس کا ہر جانب سے احاطہ کرے گا اور اسے مکمل طور پر قبول کرے گا''

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّ دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (۱)

''اے غیب کی خبریں دینے والے! ہم نے آپ کو حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا اور سراج منیر بنا کر بھیجا۔''

پھر نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ گئے۔

تبصرہ:

عربوں کی زندگی میں صاف گوئی اور بہادری ہے ـــــ اور ان کے ادب میں بلاغت ہے ـــــ نبی اکرم ﷺ نے ان کی بلاغت، صداقت، فکر کی موزونیت، پڑوسیوں کے ساتھ وفاداری اور دوراندیشی کو پسند فرمایا۔

۱۔ الاحزاب: ۳۳/۴۶-۴۵

۴۔ ھمام بن قبیصہ ابن مسعود عامری نمیری:

بنوامیہ کے دور میں عرب کے بہادر ترین فرد تھے، حضرت عثمان غنی کے معاونین میں سے تھے ۶۵ھ میں انتقال ہوا۔

۵۔ مثنیٰ ابن حارثہ ابن سلمہ شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

صحابی ہیں، بڑے شہسوار، بہادر اور آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے تھے، عراق اور فارس کی فتح کے قائدین میں سے تھے ۱۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (الاصابہ کسی قدر تصرف کے ساتھ۔)

۶۔ نعمان بن شریک شیبانی:

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابونعیم نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔

خالص نصیحت

زمانۂ ماضی کے سلاطین پیکر خلوص علماء کو اپنے ہم نشین منتخب کیا کرتے تھے ——— بھول چوک کے خوف سے انہیں اپنے ساتھ رکھتے تھے ——— اسی لئے ان کے معاملات میں درستی اور ان کے اعمال میں راستی نمایاں ہوتی تھی۔

ایک دن عَمرو بن عُبید[1] خلیفہ منصور[2] کے پاس گئے ——— اور کہنے لگے:

''اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بارگاہ میں حاضر کرے گا ——— اور خیر و شر کے ایک ایک ذرے کے بارے میں آپ سے پوچھے گا ——— یقین کیجئے! کہ امت مسلمہ قیامت کے دن آپ کے مدمقابل ہو گی ——— اور اللہ تعالیٰ آپ سے وہی پسند فرمائے گا جس کو آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں ——— سنئے! آپ اپنے لئے یہی پسند کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے ——— اللہ تعالیٰ بھی آپ سے یہی پسند فرمائے گا کہ آپ اس کی مخلوق سے انصاف کریں۔''

منصور پوری توجہ سے عَمرو کی گفتگو سن رہا تھا ——— اس نے خیال کیا کہ شاید ان کی گفتگو ختم ہو گئی ہے ——— لیکن عَمرو نے اسلام کا پیغام پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا ——— اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

''امیر المؤمنین! آپ کے اس دروازے کے پیچھے ظلم کے شعلے بلند ہو رہے ہیں ——— اللہ کی قسم! آپ کے دروازے کے اُس پار نہ تو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق۔''

وہ ایسے دل سے گفتگو کر رہے تھے جو ایمان سے معمور تھا ——— وعظ و نصیحت

سے ان کا مقصد نہ تو کوئی مرتبہ حاصل کرنا تھا اور نہ ہی مال و دولت ——— ان کی اخلاص بھری نصیحت اس طرح منصور کے دل میں اتر گئی کہ خود اسے بھی پتہ نہ چل سکا ——— منصور پر رقت طاری ہوگئی اور وہ بری طرح رونے لگا ——— سلیمان بن مجالد ، منصور کے پاس کھڑا تھا ——— اس نے جب منصور کو روتے ہوئے دیکھا، تو کہنے لگا:

''..... اے عمرو!...... تم نے امیر المؤمنین کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔''

عمرو نے کہا: امیر المؤمنین! یہ کون ہے؟

منصور نے کہا: یہ آپ کا بھائی سلیمان بن مجالد ہے۔

عمرو نے منصور کی شاہانہ شان و شوکت سے مرعوب ہوئے بغیر، پوری بے باکی سے کہا:

''سلیمان! تجھ پر افسوس! امیر المؤمنین ایک دن مر جائیں گے ——— اور تو جو کچھ اپنے سامنے دیکھ رہا ہے، سب گم ہو جائے گا ——— اور سلیمان تو تو مردار ہے، کل فنا کے گھاٹ اتر جائے گا ——— تجھے وہی نیک عمل فائدہ دے گا جسے تو آگے بھیجے گا ——— امیر المؤمنین کے لئے تیری نسبت اس دیوار کا قرب زیادہ فائدہ مند ہے ——— کیونکہ تو خود انہیں نصیحت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ——— اور جو انہیں نصیحت کرتا ہے اسے منع بھی کرتا ہے۔''

پھر منصور کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا:

''امیر المؤمنین! ایسے لوگوں نے آپ کو اپنی خواہشات پورا کرنے کے لئے سیڑھی بنا رکھا ہے۔''

منصور یہ گفتگو سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا:

''پھر میں کیا کروں؟ ——— آپ اپنے ساتھیوں کو بلائیے، میں معاملات

ان کے سپرد کردیتا ہوں۔"

عمرو نے کہا:

"آپ خود انہیں اچھے عمل کے ذریعے بلائیے ـــــ اور لوگوں کی گردنیں دبوچنے والے اس شخص کو حکم دیجئے کہ انہیں آزاد کردے ـــــ آپ ایک دن میں ایسے حکام مقرر کیجئے کہ اگر ان میں سے کسی کے بارے میں شک پیدا ہو جائے یا کسی سے ناپسندیدہ فعل سرزد ہو جائے تو اسے معزول کردیجئے ـــــ اور اس کی جگہ کسی دوسرے کو حاکم مقرر کردیجئے ـــ اللہ کی قسم! اگر آپ ان سے سوائے عدل کے کچھ قبول نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس رویے کی بدولت ایسے لوگوں کو آپ کے قریب کردے گا جو اقتدار کے بھوکے نہیں ہوں گے۔"

تبصرہ:

اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں پر رحم فرمائے جو مخلص علماء کی نصیحت قبول کرتے تھے ـــــ جو بے باک علماء کو اپنا عمدہ ہم نشین بناتے تھے ـــــ اور جب ان کے قدم ڈگمگاتے تھے تو علماء ان کی اصلاح کرتے تھے ـــــ نیز اللہ تعالیٰ ان علماء پر رحم فرمائے جنہوں نے علمی امانت اس کے مستحقین تک پہنچا کر اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کردیا ـــــ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوئے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (۱)

"اور جب اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں۔"

۱۔ آل عمران: ۳/۱۸۷

انہوں نے یہ عہد پورا کیا —— کتاب کے احکام بیان کئے —اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان پر اثر انداز نہیں ہوئی۔

(المحاسن والمساوی، امام بیہقی، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

۱؎ ابوعثمان عمرو بن عبید تمیمی بصری:

مشہور عالم اور زاہد تھے، وعظ و ارشاد میں ان کا ایک مقام تھا، منصور ان کی قدر و منزلت کرتا تھا، ان کی وفات پر منصور نے مرثیہ کہا، اور یہ عجائب میں سے ہے کہ خلیفہ وقت کسی عالم کا مرثیہ کہے۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۴ھ میں مکہ معظمہ کے قریب مہران میں فوت ہوئے۔ ۱۲ الاعلام بتصرف۔

۲؎ عبداللہ بن محمد علی بن عباس ابوجعفر منصور:

دوسرا خلیفہ عباسی تھا، یہ عرب کے بادشاہوں میں پہلا خلیفہ تھا جس نے علوم کی طرف توجہ کی فقہ، ادب اور فلکیات کا علم رکھتا تھا، علماء کا محب تھا، اپنے بھائی سفاح کے بعد ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنا، اس نے شہر بغداد تعمیر کروایا اور ۱۴۵ھ میں اسے اپنا دارالحکومت بنایا محتاط، عقل مند اور بہادر تھا ۱۵۸ھ میں فوت ہوا۔ ۱۲ الأعلام ج ۴ ص ۱۱۷

(اسی کے حکم سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے قید اور پھر شہید کیا گیا) ۱۲ اشرف قادری

امام سعید بن مُسیَّب کی استقامت

مدینہ طیبہ کے گورنر، ھشام بن اسماعیل [1] نے خلیفہ عبدالملک بن مروان [2] کو

تحریر کیا:

''تمام اہل مدینہ ولید بن عبدالملک بن مروان کی بیعت کرنے پر متفق ہیں ——— لیکن سعید بن مسیب [3] نے بیعت نہیں کی ——— ان کا اپنے اسی موقف پر اصرار ہے ——— ان کی بیعت کا مدینہ منورہ میں بڑا اثر ہے ——— کیونکہ وہ اہل مدینہ کے امام ومقتدا ہیں۔''

عبدالملک نے جواب میں لکھا:

''ان کی گردن پر تلوار رکھو ——— اگر پھر بھی نہ مانیں تو انہیں پچاس کوڑے مارو ——— اور بازاروں میں ان کا جلوس نکالو۔''

جب یہ مکتوب گورنر کے پاس پہنچا ——— تو سلیمان بن یسار [4]، عروہ ابن زبیر [5] اور سالم بن عبداللہ [6]، حضرت سعید بن مسیب کے پاس گئے ——— اور کہنے لگے:

''ہم آپ کے پاس ایک ایسے معاملے میں آئے ہیں، جس کا فیصلہ ہو چکا ہے ——— خلیفہ عبدالملک کا حکم آ گیا ہے ——— اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو آپ کا سر قلم کر دیا جائے گا ——— ہم آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتے ہیں، ان میں سے کوئی ایک قبول کر لیجئے ——— گورنر اسے قبول کر لے گا۔''

(ا) آپ کے سامنے خلیفہ کا مکتوب پڑھا جائے تو آپ خاموش رہیں ——— ہاں یا نہ میں جواب نہ دیں۔''

سعید نے کہا:

''میں یہ نہیں کرسکتا۔''

کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ خاموشی کا مطلب بیعت کا اقرار ہوگا ــــــ اور جب وہ ایک دفعہ انکار کر دیتے تھے تو بڑے سے بڑا آدمی بھی انہیں اقرار پر مجبور نہیں کرسکتا تھا۔

(۲) ''آپ اپنے گھر میں بیٹھ جائیں ــــــ اور کچھ دن نماز کے لئے باہر نہ نکلیں ــــــ جب آپ کو کسی مجلس میں طلب کریں گے تو موجود نہیں پائیں گے ــــــ یہ بھی منظور ہے۔''

سعید نے کہا:

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ میں اذان سنوں ــــــ (حَیَّ عَلَی الصَّلاۃِ) اور (حَیَّ عَلَی الْفَلاحِ) کی آواز میرے کانوں میں پہنچے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں ــــــ اللہ کی قسم! یہ بھی مجھ سے نہیں ہوسکتا۔''

(۳) آپ اپنی مجلس سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں ــــــ گورنر کسی شخص کو آپ کی مجلس میں بھیجے گا اور آپ وہاں موجود نہیں ہوں گے تو وہ خاموش ہو جائے گا۔

سعید بن مسیّب، عبدالملک کے خوف سے راہ فرار اختیار کرنے پر بھی تیار نہ ہوئے ــــــ انہوں نے فرمایا:

''کیا مخلوق سے ڈرتے ہوئے اپنی نشست چھوڑ دوں؟''

میں ایک بالشت بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتا ــــــ میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔

مذاکراتی ٹیم نے محسوس کیا کہ ان کا فیصلہ اٹل ہے ــــــ اور ان میں کوئی لچک نہیں ہے ــــــ وہ لوگ مایوس ہو کر چلے گئے ــــــ سعید بھی ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں چلے گئے ــــــ اور اسی جگہ بیٹھے جہاں ان کا معمول تھا ــــــ گورنر نے نماز پڑھنے کے بعد انہیں دیکھا تو اپنے پاس طلب کیا ــــــ اور دھمکی آمیز لہجے میں کہا:

''امیر المؤمنین نے ہمیں تحریری حکم دیا ہے کہ اگر آپ بیعت نہیں کرتے تو

آپ کا سر قلم کر دیا جائے۔"

سعید نے کہا:

"رسول اللہ ﷺ نے دو بیعتوں سے منع فرمایا ہے۔"[1]

گورنر نے جب یہ دیکھا کہ وہ بیعت اور تعمیل پر آمادہ نہیں ہیں تو اس نے حکم دیا کہ انہیں برآمدے میں لے چلو ـــــ انکی گردن جھکا دی گئی ـــــ تلواریں میانوں سے باہر نکال لی گئیں ـــــ سعید خاموشی سے سراپا صبر بنے ہوئے تھے ـــــ ان پر خوف و ہراس کا معمولی سا اثر بھی نہیں تھا ـــــ انہوں نے مخلوق کی خوشی کے لئے اپنے ضمیر کا سودا نہیں کیا ـــــ اور اپنے خالق و مالک کی رضا کے مقام پر ثابت قدم رہے۔

گورنر نے جب دیکھا کہ یہ تو موت سے بھی نہیں ڈرتے تو اس نے دوسرا حکم دیا ـــــ ان کے کپڑے اتار دئے گئے اور انہیں پچاس کوڑے مارے گئے ـــــ مدینہ منورہ میں ان کا جلوس نکالا گیا ـــــ اور لوگوں کو ان کے پاس بیٹھنے سے منع کر دیا گیا ـــ سعید کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس بیٹھتا تو اسے فرماتے:

"یہاں سے اٹھ جا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے تمہیں بھی تکلیف دی جائے۔

سعید مسجد کی ایک ہی جگہ بیٹھتے تھے ـــــ دوسری جگہ نماز نہیں پڑھتے تھے ـــــ وہ اپنے دوستوں کو کہا کرتے تھے:

"جب تم ظالموں کے مددگاروں کو دیکھو تو تمہارے دل انکار سے بھرے ہوئے ہونے چاہئیں ـــــ تاکہ تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں۔"

---

[1] علامہ سیوطی نے فرمایا: یہ حدیث (نَهیٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ) امام ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، اور یہ حدیث صحیح ہے (میں کہتا ہوں:) لیکن اس سے مراد بیع ہے جو تجارت کی دو جزؤں میں سے ایک جزء ہے۔

تبصرہ:

اللہ تعالیٰ سعید بن مسیب سے راضی ہو ــــــ وہ بغیر کسی تکلف کے اللہ تعالیٰ کی راہ پر سختی کے ساتھ قائم تھے ــــــ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب نبی اکرم ﷺ کو راضی کرنے کے سلسلے میں بڑے سے بڑے آدمی کی پروانہیں کرتے تھے ــــــ ان کا عقیدہ ناقابل شکست تھا ــــــ وہ حکومتی نمایندوں کی تمام تر کوشش کے باوجود ضمیر فروشی پر تیار نہیں ہوئے۔

انہیں مارا گیا ــــــ سزادی گئی ــــــ توہین کی گئی ــــــ انہوں نے موت کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ــــــ ننگی تلوار اپنے سر پر لہراتے ہوئے دیکھی ــــــ لیکن وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے ــــــ ان کا عزم متزلزل ہوا اور نہ ہی ان میں لچک پیدا ہوئی ــــــ بلکہ ان کی ایمانی قوت میں مزید اضافہ ہوا ــــــ انہوں نے اس خوفناک آزمائش کو اللہ تعالیٰ کی نعمت جانا ــــــ اور ترقی درجات کا ذریعہ قرار دیا۔

وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے:

یہی وہ استقامت ہے جس کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے ــــــ اور ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم امانت ادا کریں ــــــ اور کسی لالچ یا دھمکی کی بنا پر حق سے روگردانی نہ کریں۔" (صفة الصفوة، بتصرف)

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

"ان لوگوں نے خاک وخون میں لوٹنے کی کتنی اچھی رسم کی بنیاد ڈالی؟
اللہ تعالیٰ ان پاک طینت عاشقوں پر رحمت فرمائے۔"

۱ہشام بن اسماعیل بن ولید بن مغیرہ مخزومی کی بیٹی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی ۸۲ھ میں مدینہ منورہ کا گورنر بنا اور ۸۷ھ میں فوت ہوا۔۱۲الأ علام ج ۸، ص:۸۴

۲عبدالملک بن مروان ۲۶ھ میں پیدا ہوا، وہ بنوامیہ کے عظیم اور ذہین خلفاء میں سے تھا، مدینہ منورہ میں پرورش پائی، وہ وسیع علم والا فقیہ تھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سولہ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ کا گورنر بنایا، اپنے والد مروان کی وفات کے بعد ۶۵ھ میں خلیفہ بنا، وہ اپنے دشمنوں کے لئے سخت گیر اور شدید ہیبت والا تھا، اس کے دور میں فارسی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا، وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے تاریخ اسلام میں دیناروں کا چیک جاری کیا، کہا جاتا تھا کہ ''امیر معاویہ حلم کے لئے اور عبدالملک احتیاط کے لئے ہیں''، دمشق میں ۸۶ھ میں فوت ہوا-۱۲ الأعلام ج:۴ص ۱۶۴-

۳سعید بن مسیّب بن حزن بن ابی وھب مخزومی، ان کی کنیت ابو محمد تھی، وہ تابعین کے سردار اور مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے، وہ حدیث، فقہ، اور زہد وورع کے جامع تھے، وہ زیتون کی تجارت سے گزر بسر کرتے تھے اور کسی کا عطیہ قبول نہیں کرتے تھے، انہیں ''راویة عمر'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہت روایت کرنے والے) کہا جاتا تھا، مدینہ طیبہ میں ۹۴ھ میں وفات پائی -۱۲الا علام-

۴سلیمان بن یسار ۳۴ھ میں پیدا ہوئے، وہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے، جب کوئی شخص فتویٰ لینے کے لئے حضرت سعید بن مسیّب کے پاس جاتا تھا تو اسے کہتے تھے: کہ سلیمان کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ موجودہ دور کے علماء میں سے زیادہ علم والے ہیں، وہ مستند فقیہ اور حدیث کے بڑے عالم تھے- ۱۰۷ھ میں وفات پائی -۱۲الاعلام

۵عروہ ابن زبیر بن عوام ۲۲ھ میں پیدا ہوئے، مدینہ عالیہ کے سات فقہاء میں سے تھے، وہ دین کے عظیم عالم تھے، وہ صالح بھی تھے اور کریم بھی اور کسی فتنے میں داخل نہیں ہوئے، مدینہ منورہ میں ۹۳ھ میں وفات پائی -۱۲الاعلام

۶سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے تھے، تابعین کے اکابر اور مستند علماء میں سے تھے، مدینہ طیبہ میں ۱۰۶ھ میں رحلت ہوئی -۱۲الاعلام-

خلیفۂ وقت قاضئ عدالت کے سامنے

کہتے ہیں کہ جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صِفِّین کی طرف روانہ ہوئے تو ان کی ایک زرہ گم ہوگئی — جنگ ختم ہونے کے بعد کوفہ تشریف لائے تو آپ کو وہ زرہ ایک یہودی کے پاس مل گئی — جسے آپ نے پہچان لیا — آپ نے یہودی کو فرمایا:

"یہ زرہ میری ہے — میں نے نہ تو اسے فروخت کیا ہے اور نہ ہی اسے رہن رکھا ہے۔"

یہودی نے کہا:

"یہ میری زرہ ہے — اور میرے قبضے میں ہے۔"

حضرت علی نے فرمایا:

"ہم قاضی کے پاس چلتے ہیں — وہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے۔"

دونوں روانہ ہو گئے — حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ آگے تشریف لے گئے اور قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں بیٹھ گئے — اور فرمایا: اگر میرا فریق مخالف یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا — لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ اسے پسند نہیں فرماتے تھے۔

قاضی شریح نے کہا: "امیر المؤمنین! فرمایئے! کیسے تشریف لانا ہوا؟"

حضرت علی مرتضی نے فرمایا:

"یہ زرہ جو یہودی کے پاس ہے میری ہے — میں نے نہ تو فروخت کی ہے اور نہ ہبہ کی ہے۔"

قاضی شریح: ''امیر المؤمنین! آپ کے پاس گواہ ہیں؟''

حضرت علی: ''ہاں ـــــ قنبر اور حسن گواہی دیں گے کہ یہ زرہ میری ہے۔''

قاضی شریح: ''باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی جائز نہیں ہے۔''

حضرت علی: ''ایک جنتی کی گواہی جائز نہیں ہے؟''

میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شُبَّابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ ''(۱)

''حسن وحسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

جناب قانون یہ ہے کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں ہے ـــــ قاضی شریح نے یہ کہا اور فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔

یہودی یہ فیصلہ اور یہ عدل وانصاف دیکھ کر مبہوت رہ گیا ـــــ ایسا انصاف تو اس نے کبھی دیکھا تھا اور نہ سنا تھا ـــــ وہ سوچنے لگا کہ امیر المؤمنین مجھے اپنے قاضی کے پاس لے آئے ـــــ قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا ـــــ اس کے باوجود اُن کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی ـــــ ان کے ہاں قانون کا اتنا احترام ہے؟ ـــــ وہ بے ساختہ پکار اٹھا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین برحق ہے ـــــ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ـــــ اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفٰے ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں ـــ امیر المؤمنین! میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ زرہ آپ کی ہے۔

تبصرہ:

یہ تھا دورِ اول کا محکمۂ عدل ـــــ جو صرف حق وانصاف جانتا تھا ـــــ حقوق

ا۔ یہ حدیث امام ترمذی نے باب المناقب میں، نیز ابن ماجہ (نمبر ۱۱۸) نے روایت کی، امام احمد بن حنبل نے کئی جگہ روایت کی ہے۔

اور ذمہ داریوں کو ایک ترازو میں رکھتا تھا ـــــ یہاں تک کہ خلیفۂ وقت فریق مخالف یہودی کے ساتھ قاضی کے پاس چلے گئے ـــــ اور جب قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا تو برہم نہیں ہوئے ـــــ اللہ تعالیٰ ان ججوں پر رحم فرمائے ـــــ اور ان خلفاء سے راضی ہو جنہوں نے اس نظام کے آگے سر تسلیم خم کیا ـــــ اور اس کے قوانین اپنی ذات پر نافذ کئے ـــــ اس طرح امت مسلمہ کو نظام مصطفیٰ (ﷺ) کے نافذ کرنے کی راہ دکھائی۔

تبصرہ (۲)

یہ تھی عدلیہ کی حقیقی آزادی کہ اس وقت کے قاضی (جج) خلیفۂ وقت کے خلاف فیصلہ دینے کی جرأت رکھتے ـــــ اور ان پر فیصلہ اوپر سے مسلط نہیں کیا جاتا تھا ـــــ

شرف قادری

۱ حضرت علی بن ابی طالب ابن عبد المطلب ہاشمی قریشی، آپ کی کنیت ابو الحسن ہے امیر المؤمنین، چوتھے خلیفۂ راشد اور ان فیروز بخت دس حضرات میں سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی، نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ مشہور جنگ آزما بہادر اور اکابر خطباء، علماء اور فقہاء میں سے ہیں، سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد (بچوں میں) سب سے پہلے اسلام لائے، اعلان نبوت سے تیرہ سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، اور ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید کئے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲ قاضی ابو امیہ شریح بن حارث کندی، تاریخ اسلام کے ابتدائی دور کے مشہور قاضی اور فقیہ تھے، اصلاً یمن کے رہنے والے تھے، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے دور میں کوفہ کے قاضی رہے، حجاج کے زمانے میں استعفا پیش کر دیا، جسے اس نے منظور کر لیا، حدیث میں ثقہ اور قضاء میں امین تھے۔ شعر و ادب میں بھی بلند مقام رکھتے تھے، طویل عمر پائی اور ۷۸ھ میں کوفہ میں رحلت فرمائی۔

علماء کرام کی شان وشوکت

[''اے مسکین! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ بادشاہ میرے ہاتھ کو بوسہ دے۔'']

تاریخ کے اوراق میں یہ وہ زریں مقولہ ہے جو سلطان العلماء عز الدین بن عبدالسلام [1] نے الملک الصالح [2] کے وزیر کو ارشاد فرمایا —— وزیر ان کے پاس بادشاہ کا رومال اس بات کی نشانی کے طور پر لایا تھا کہ بادشاہ نے آپ کو معاف کر دیا ہے —— وزیر میٹھی میٹھی باتیں کر کے انہیں شیشے میں اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے کہنے لگا:

''آپ کے اور الملک الصالح کے درمیان کوئی مخالفت نہیں ہے —— آپ کو جن عہدوں سے معزول کیا گیا ہے، آپ ان پر دوبارہ بحال ہو سکتے ہیں —— بلکہ آپ کو ترقی بھی مل سکتی ہے —— لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے ...... اور وہ یہ کہ آپ بادشاہ کے سامنے کسی قدر نرمی اختیار کریں —— اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دے دیں......''

وزیر کا خیال تھا کہ عہدوں (اور گریڈ) کے حاصل کرنے کے لئے شیخ خم کھا جائیں گے —— جیسے کہ دنیا حاصل کرنے کے لئے بہت سے علماء کا وطیرہ ہے —— لیکن شیخ جلال میں آگئے —— ان کے دل میں پائے جانے والے ایمان اور علم کی عزت پھڑک اٹھی —— شیخ پورے جلال کے ساتھ فرمانے لگے:

اے مسکین! اللہ کی قسم! یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ میں اس کے ہاتھوں کو بوسہ دوں —— میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے ہاتھوں کو بوسہ دے۔

پھر گرجدار آواز میں فرمایا:

اے قوم! تم ایک وادی میں ہو اور میں دوسری وادی میں ہوں —— اللہ تعالیٰ

کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس خوشامد سے محفوظ رکھا ہے، جس میں تم گردن تک دھنسے ہوئے ہو۔

وزیر شیخ کی گفتگو سن کر سمجھ گیا کہ یہ ماننے والے نہیں ہیں ——— اس پر باعمل اور سراپا اخلاص علماء کا یہ انداز بھی منکشف ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے معاملے میں قدم اٹھاتے وقت حکومت اور بادشاہ سے اجازت نہیں لیا کرتے ——— وزیر لالچ کا حربہ ناکام دیکھ کر دھمکی پر اتر آیا ——— کہنے لگا:

''جناب عالی! یہ عرض کرتے ہوئے معذرت خواہ ہوں کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ اگر آپ میری درخواست قبول نہ کریں تو آپ کو قید کر دوں۔'' اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

شیخ نے کہا:

''تم جو چاہو کرو ——— میں اپنے موقف پر قائم ہوں ——— اور اس سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔''

چنانچہ شیخ کو الملک الصالح کے خیمے کے پاس ایک خیمے میں قید کر دیا گیا ——— شیخ اس طرح خوش خوش اس قید خانے میں داخل ہوئے جیسے کسی دلکش باغ میں جا رہے ہوں ——— انہوں نے اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیا تھا ——— اور دنیا کی بجائے دین کو منتخب کر لیا تھا ——— یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ جیل کے متلاشی تھے، تاکہ یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکیں ——— بڑے لوگوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ تنہائی اور علیحدگی کو پسند کرتے ہیں تاکہ پراگندہ خیالی کو دور کر سکیں ——— اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں محو ہو جائیں ——— شیخ نے پرسکون لہجے میں قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا ——— اور اس کے معانی سے لطف اندوز ہونے لگے ——— بادشاہ بھی انہیں

تلاوت کرتے ہوئے سنتا رہتا۔

بادشاہ کے پاس فرنگی بادشاہ آ کر بطور مہمان ٹھہرے ہوئے تھے ــــ بادشاہ نے انہیں صیدا شہر اور قلعہ شقیف اس شرط پر دے دیا تھا کہ اسے اس کے دشمن نجم الدین ایوب[1] سے نجات دلا دیں ــــ ایک دن فرنگی بادشاہوں نے اپنے پڑوس میں شیخ کو تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے سنا ــــ تو الملک الصالح سے پوچھا:

''یہ کون پڑھ رہا ہے؟''

بادشاہ نے کہا:

''یہ ہمارا سب سے بڑا عالم دین ہے ــــ چونکہ میں نے مسلمانوں کے قلعے تمہارے سپرد کر دئے ہیں، اس لئے انہوں نے مجھ پر نکتہ چینی کی تھی ــــ اس کی پاداش میں میں نے انہیں قید کر دیا ــــ دمشق کی خطابت سے معزول کر دیا ــــ اور دوسرے تمام عہدوں سے سبکدوش کر دیا۔''

فرنگی بادشاہوں نے افسوس کر اظہار کرتے ہوئے کہا:

''اگر یہ عالم ہمارے پاس ہوتے تو ہم ان کے پاؤں دھوتے ــــ اور ان کے پاؤں کا دھوون پینے کو سعادت جانتے۔''

(اخلاق العلماء، بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھی اس باعمل اور پیکرِ اخلاص عالم کی عظمت خداداد ــــ انہوں نے اپنی خودداری سے اسلام کے مینارے کو بلند کر دیا ــــ بادشاہ کی چاپلوسی کی بجائے جیل اور ابتلا کو برداشت کیا ــــ یہاں تک کہ دشمنوں کے بادشاہ ان کے پاؤں کے دھوون پینے

۱۔ جس بادشاہ کا تذکرہ ہو رہا ہے اس کا نام نجم الدین ایوب ہے، اب یا تو غلطی سے اس کے دشمن کا نام نجم الدین ایوب لکھا دیا گیا ہے یا پھر ممکن ہے کہ مخالف کا نام بھی یہی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم ۔۱۲ اشرف قادری۔

کی آرزو کرنے لگے ـــــ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ یہ یقینِ محکم پر قائم ہیں ـــــ علماء کے مقام سے آشنا ہیں ـــــ اور امت مسلمہ کو خودداری اور ثابت قدمی کا درس دینے والے ہیں ـــــ یہی وہ راز ہے جسے اپنا کر علماء مسلم اُمّہ کے قائد بن سکتے ہیں ـــــ اور امت مسلمہ ان مضبوط اور مستقیم بنیادوں پر گامزن ہو سکتی ہے جس پر سلف صالحین چلتے رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ عز الدین بن عبدالسلام کو ان کے معاصرین اور ان کے بعد کے علماء نے بالاتفاق سلطان العلماء کا لقب دیا ـــــ اور وہ واقعی اس کے مستحق تھے۔

---

۱ عبدالعزیز بن عبدالسلام مرتبۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے شافعی فقیہ تھے، ۵۷۷ھ دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، پہلے زاویۃ الغزالی میں خطیب اور مدرس مقرر ہوئے، پھر جامع اموی کے خطیب مقرر ہوئے، ۶۶۰ھ قاہرہ میں رحلت ہوئی، ان کی تصانیف بھی ہیں۔ ۱۲ الأعلام

۲ الملک الصالح: نجم الدین ایوب، صلاح الدین ایوبی کے والد اور اسد الدین ابن شیرکوہ کے بھائی تھے، جبل جور میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت موصل میں حاصل کی، نڈر اور دلیر بن کر ابھرے، بڑے رحیم و کریم، حلیم اور شفیق تھے، ان کے دروازے پر آنے والے وفدوں کا ہجوم رہتا تھا، ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ''هُوَ مُتْلِفُ الْمَوْجُوْدِ بِبَذْلِ الْجُوْدِ'' یعنی جو کچھ موجود ہوتا لٹا دیتے تھے، عماد کاتب کہتے ہیں کہ نجم الدین ایوب ۱۸ ذوالحجہ ۵۶۸ھ بروز پیر قاہرہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے تو باب النصر کے پاس گھوڑے نے انہیں گرادیا، انہیں اٹھا کر گھر لیجایا گیا، اس واقعہ کے بعد آٹھ دن زندہ رہے اور ۲۷ ذوالحجہ بروز منگل اس دنیا سے رحلت کر گئے، انہیں دار سلطانیہ کے ایک کمرے میں ان کے بھائی اسد الدین کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا، پھر دو سال کے بعد ان دونوں کو مدینہ طیبہ میں منتقل کر دیا گیا، 'میں کہتا ہوں' کہ ان دونوں کی قبور وزیر موصل جمال الدین کی قبر کے پاس ہے۔ ۱۲ کتاب الروضتین ابوشامہ مقدسی ج:۱، ص:۲۰۹ ملخصا۔

رسول اللہ ﷺ کے سفیر

رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دینے کے لئے مختلف بادشاہوں اور سرداروں کے پاس نمایندے بھجوائے ——— تاکہ وہ اسلام کے پیغام سے آگاہ ہو جائیں ——— یہ تعمیل تھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۱)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کے لئے۔

آپ چند لمحات ان نمایندوں میں غور کریں ——— ان کے منتخب کرنے میں نبی اکرم ﷺ کی حکمت ظاہر ہو جائے گی۔

❶ رسول اللہ ﷺ نے جریر بن عبداللہ بجلی [۱] کو یمن میں ذوالکلاع [۲] اور ذوعمرو کے پاس بھیجا ——— ذوعمرو یہودی تھے، انہوں نے حضرت جریر کو کہا:

''اگر آپ کے صاحب سچے ہیں تو وہ آج اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں ——— ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ اس مہینے اور اس دن وصال فرما جائیں گے ——— اور وہ روئے زمین پر آخری نبی ہوں گے۔''

حضرت جریر اور ان کے ساتھیوں نے وہ تاریخ نوٹ کر لی ——— کچھ دنوں کے بعد سواروں کی آمد پر اطلاع ملی کہ نبی اکرم ﷺ اسی دن رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرما گئے ہیں ——— چنانچہ ذوالکلاع اور ذوعمر [۳] دونوں صدقِ دل سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

❷ رسول اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبی [۴] کو شاہ روم قیصر کے پاس بھیجا

---

۱ سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۷

——قیصر نے نبی اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی اپنی جیب میں رکھ لیا—— حضرت دحیہ کلبی کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ "اگر میرے ملک میں ہوتے تو میں ضرور ان کی پیروی اور امداد کرتا۔"

3 نبی اکرم ﷺ نے شجاع ابن وہب اسدی کو جبلہ ابن ایہم غسانی [5] کے پاس بھیجا۔

4 سرکار دو عالم ﷺ نے بنو الاسد ابن عبد العزّٰی کے حلیف حضرت حاطب بن ابی بلتعہ [6] کو مقوقس [7] صاحب اسکندریہ کے پاس بھیجا—— مقوقس نے حضرت حاطب کا احترام کیا—— اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپکے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ [8] اور ان کی بہن، حضرت عبد الرحمن کی والدہ حضرت سیرین بطور تحفہ بھجوائیں—— آپ نے حضرت سیرین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیں—— اس کے علاوہ مقوقس نے ایک خچر اور دراز گوش بھی بھجوایا۔

5 حضور جان نور ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری [9] کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا جن کا نام اصحمہ تھا—— وہ اسلام لا چکے تھے—— نبی اکرم ﷺ نے انہیں ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ کا نکاح کرانے کے لئے وکیل بنایا۔ حضرت ام حبیبہ اپنے شوہر عبد اللہ ابن جحش کے ساتھ ہجرت کر کے گئی تھیں—— وہ وہاں جا کر عیسائی ہو گیا اور عیسائیت پر ہی حبشہ میں مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام حبیبہ کی حفاظت فرمائی اور وہ اسلام پر قائم رہیں—— رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی تو آپ نے انہیں پیغام نکاح بھجوایا—— اور حضرت نجاشی کو نکاح پڑھانے کے لئے وکیل مقرر فرمایا—— نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے انہیں چار سو دینار بطور مہر دئے—— نیز نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چند ملبوسات بھجوائے—— ایک قمیص، شلوار، عمامہ، اسوانی چادر [10] اور دو سادہ موزے—— نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

⑥ حبیب خدا ﷺ نے بنو عامر ابن لؤی کے بھائی حضرت سُلیط ابن قیس [11] کو اہل یمن کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجا۔

⑦ شفیع روز محشر ﷺ نے بنو اُمیہ کے حلیف حضرت علاء ابن الحضرمی [12] کو بحرین کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجا —— وہاں کے لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے خراج بھجوایا —— پہلے پہل بحرین کے خراج کا جو مال مدینہ طیبہ پہنچا وہ ستر ہزار درہم تھا ——

⑧ سید انبیاء ﷺ نے حضرت عمرو ابن العاص سہمی [13] کو جلندی ابن مستکبر کے دو بیٹوں جیفر ازدی اور عبد ازدی کے پاس عمان بھیجا —— وہ دونوں اسلام لے آئے اور عمان پر غالب آ گئے۔

⑨ رسول رحمت ﷺ نے حضرت عبد اللہ ابن حذافہ سہمی [14] کو شاہ ایران، کسریٰ ابن ہرمز کے پاس بھیجا —— اس نے جب نبی اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی پڑھا تو کہنے لگا:

''انہوں نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا ہے؟''

یہ کہہ کر مکتوب مبارک پھاڑ دیا —— اللہ تعالیٰ نے اُسے یہ سزا دی کہ ملک ایران مکمل طور پر پارہ پارہ کر دیا —— اس کے بعد وہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکے —— اللہ تعالیٰ نے ان کی جمعیت کا خاتمہ فرما دیا —— اور مسلمان ان کے ملک کے وارث ہو گئے۔

(اَلْمُحَبَّرْ —— محمد بن حبیب بغدادی، بتصرف)

---

[1] جریر بن عبد اللہ ابن جابر بجلی مشہور صحابی ہیں، ان کی کنیت ابو عمرو ہے، نبی اکرم ﷺ نے ان کی بڑی عزت افزائی فرمائی، حضرت جریر بڑے وجیہ اور حسین و جمیل تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کی جنگ میں انہیں سرکردہ حضرات میں شامل فرمایا، ۵۴ھ میں ان کی رحلت ہوئی، رضی اللہ عنہ -۱۱۱۲ اصابہ۔

[2] ذو الکلاع: اَسْمَیْفَعَ ابن باکور، اسی طرح ''اصابہ'' میں ہے۔ ''الاعلام'' میں ہے: سمیفع ابن ناکور ابن یعفر، یمن کے بادشاہ تھے، دور جاہلیت کے آخر میں تھے، جب اسلام آیا تو مشرف باسلام

ہو گئے، نبی اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی۔ ان کے پاس حضرت جریر تشریف لے گئے تو وہ اسلام لے آئے اور چار ہزار غلام آزاد کئے، پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے غلام طلب کئے تو انہوں نے ان کے پاس فروخت نہیں کئے، بلکہ انہیں بھی آزاد کر دیا، جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور ۳۷ھ میں صفین میں شہید ہوئے۔ ۱۲ الاعلام واصابہ۔

۳۔ ذوعمرو: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں یمن کے بادشاہ تھے۔ آپ کی دعوت پر اسلام لے آئے، ان کے صحابی ہونے کا علم نہیں ہے، دیکھئے اصابہ نمبر ۲۵۰۳

۴۔ دحیہ کلبی ابن خلیفہ مشہور صحابی ہیں، پہلے پہل غزوۂ خندق کے موقع پر حاضر ہوئے، اتنے حسین و جمیل تھے کہ بطور مثال ان کا تذکرہ کیا جاتا تھا، امین وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی صورت میں نازل ہوا کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں قیصر روم کے پاس نمائندہ بنا کر بھیجا۔ حضرت دحیہ جنگ یرموک میں شامل تھے، آپ دمشق تشریف لے آئے تھے، مقام مُزّہ میں قیام فرمایا، مروی ہے کہ وہیں وفات پائی، آپ کی قبر انور کی زیارت کی جاتی ہے، آپ کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں تقریبا ۴۵ھ میں ہوئی۔

۵۔ جبلہ ابن ایہم: آل جفنہ سے تھا اور غسانیوں کا آخری بادشاہ تھا، ایک عرصہ دور جاہلیت میں زندہ رہا، دومۃ الجندل کی جنگ میں شریک ہوا، جنگ یرموک میں رومی عیسائیوں کی طرف سے شامی عربوں کے مقدمۃ الجیش میں شامل تھا، پھر اسلام لے آیا، مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، بعد ازاں مرتد ہو کر شام چلا گیا، واقعہ یہ ہوا کہ اس نے ایک اعرابی کی آنکھ پر تھپڑ رسید کر دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ بدلے کے طور پر اعرابی اسے تھپڑ مارے، جبلہ نے کہا: کیا اس کی آنکھ میری آنکھ جیسی ہے؟۔۔۔۔ اللہ کی قسم! میں ایسے شہر میں نہیں ٹھہروں گا جہاں آپ کی مجھ پر حکومت ہو، پھر مرتد ہو کر روم کے شہروں میں چلا گیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ ۲۰ھ میں مر گیا ۱۲ فتوح البلدان بلاذری (اس واقعہ کی تفصیل ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' میں ملاحظہ فرمائیں) شرف قادری

۶۔ حاطب بن ابی بلتعہ لخمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر رہے، بڑے ماہر تیر انداز تھے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں مقوقس ابن راعیل کے پاس بھیجا، دور جاہلیت میں قریش کے نامور شہسوار اور شاعر تھے، ۳۰ھ مدینہ منورہ میں رحلت ہوئی۔ ۱۲ الاصابہ بتصرف۔

۷۔ مقوقس: قبطیوں کا فرماں روا تھا، اس کا نام مقوقس ابن راعیل ہے۔

۸۔ ماریہ قبطیہ بنت شمعون، نبی اکرم ﷺ کی کنیز اور آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ ہیں۔ اصل میں مصری تھیں۔ مقوقس نے انہیں اور ان کی بہن سیرین کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا، آپ نے سیرین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ماریہ قبطیہ کو نان ونفقہ پیش کرتے رہے، ۱۴ھ مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۹۔ عمرو ابن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بہادر ترین صحابہ میں سے ہیں، دور جاہلیت میں ان کی شہرت تھی، بدر اور احد میں مشرکین کے ساتھ شریک جنگ ہوئے، پھر اسلام لے آئے، بنو عامر نے انہیں گرفتار کیا، ان کے امیر عامر ابن طفیل نے انہیں رہا کردیا، خلفاء راشدین کے دور میں زندہ رہے، بہت سی جنگوں میں شریک ہوئے، ان کی بہادری اور پیش قدمی کی بڑی شہرت ہوئی، حضرت امیر معاویہ کے دور خلافت میں ۵۵ھ مدینہ منورہ میں رحلت ہوئی۔

۱۰۔ اسوانی: ایک گاؤں اُسوان کی طرف نسبت ہے جو مصر کے آخر میں نُوبہ کے شہروں کے قریب ہے۔

۱۱۔ سُلَیط ابن قیس علوی انصاری رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، تمام غزوات میں شریک ہوئے یوم الجسر میں شہید ہوئے، لاولد تھے۔

۱۲۔ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، صدر اسلام کے نبرد آزما مردوں میں سے تھے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بحرین میں صدقات کی وصولی پر مقرر فرمایا، نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مقرر فرمایا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ بھیجا تو راستے میں ۲۷ھ میں ان کا انتقال ہوگیا ــــ رضی اللہ عنہ۔ الاعلام۔

۱۳۔ **عمرو بن عاص** رضی اللہ عنہ: عرب کے عالی دماغ دانشور تھے، صلح حدیبیہ کے عرصے میں اسلام لائے، نبی اکرم ﷺ نے ذات السلاسل کی جنگ میں انہیں امیر مقرر فرمایا اور عمان کا گورنر مقرر کیا، شام کے جہاد میں لشکروں کے کمانڈر تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کے لئے امیر مقرر فرمایا تو اسے فتح کیا۔ ۴۳ھ قاہرہ میں رحلت فرما ہوئے۔ ۱۲، الاعلام۔

۱۴۔ عبداللہ ابن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے انہیں شاہ ایران کسریٰ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں رومیوں نے انہیں قید کرلیا، پھر رہا کردیا، فتح مصر میں شریک ہوئے اور وہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۳۳ھ میں رحلت فرمائی۔

گناہوں کی شکایت

لوگوں نے پوچھا: ''آپ کو کیا شکایت ہے؟''

فرمایا: ''گناہوں کی شکایت ہے۔''

یہ الفاظ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ[1] نے کہے — جب وہ بیمار ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے گئے۔

پوچھا: ''آپ کو کیا شکایت ہے؟''

فرمایا: ''گناہوں کی۔''

دریافت کیا: ''آپ کیا چاہتے ہیں؟''

فرمایا: ''اپنے رب کی رحمت۔''

سوال کیا: ''کیا آپ کے لئے حکیم کو بلاؤں؟''

فرمایا: ''حکیم ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے)

اچھا یہ بتائیں: ''آپ کو کچھ عطیہ بھجوادوں؟''

فرمایا: ''مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔''

مشورہ دیا: ''آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔''

فرمایا: ''آپ کو میری بیٹیوں کے فقر و فاقہ کے بارے میں کیوں خوف ہے؟'' میں نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کریں — میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

جس نے ہر رات سورۂ واقعہ پڑھی اسے کبھی فاقہ لاحق نہیں ہوگا۔[1]

---

[1] یہ حدیث امام علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر میں (نمبر ۹۳۲۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، ابن اثیر نے جامع الاصول میں (نمبر ۶۲۵۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، اس میں یہ اضافہ ہے: مسبحات (وہ سورتیں جو سبح للہ سے شروع ہوتی ہیں) میں ایک آیت ہے جو ہزار آیات کے برابر ہے امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رحلت فرما گئے ـــــ انہوں نے وفات سے پہلے حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کر دیا تھا ـــــ ابن مسعود نے دو سال بیت المال سے وظیفہ نہیں لیا تھا ـــــ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو سال کا وظیفہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے ابن مسعود کے وارثوں کو دے دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(اسد الغابہ۔ اصابہ۔ بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھا ایمان خالص جس نے دلوں میں انقلاب برپا کر دیا ـــــ ان میں قناعت رضائے الٰہی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ راسخ کر دیا ـــــ وہ بیمار ہوتے تو کسی سے نہیں پوچھتے تھے کہ ڈاکٹر آیا یا نہیں؟ ـــــ وہ اپنے دل میں اولاد کی فکر نہیں پالتے تھے ـــــ وہ جانتے تھے کہ ہماری اولاد قرآن کی پناہ میں فقر اور تنگدستی سے محفوظ ہے ـــــ چونکہ ان کا سینہ یقین کی ٹھنڈک اور ایمان کی روح سے سرشار تھا، اس لئے پرسکون نفس اور راحت سے مالا مال دل کے ساتھ اپنے رب کے دامن رحمت میں منتقل ہو گئے۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم و فضل اور رسول اللہ ﷺ کے قرب کے اعتبار سے جلیل القدر صحابی بلکہ اکابر صحابہ کرام میں سے ہیں، وہ مہاجرین سابقین میں سے ہیں انہیں چھٹے نمبر پر اسلام لانے اور مکہ معظمہ میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، وہ سفر و حضر میں نبی اکرم ﷺ کے خادم، رفیق اور صاحب راز تھے، نبی اکرم ﷺ کا تکیہ اور آپ کے مبارک نعلین ان ہی کے پاس ہوتے تھے۔ وہ ''ابن اُمِ عبد'' کے عنوان سے معروف تھے، ۳۲ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

مسلمانوں کی فتوحات کا راز

فتوحات کا پہلا سبب سچا اور خالص ایمان ہے ــــ دنیا بھر کے دانشور مسلمانوں کی فتح کے سبب مبہوت ہیں ــــ اور اس کا سبب تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں ــــ وہ قوم جو اپنے علاقے سے نکلتے ہوئے ڈرتی تھی ــــ قریب کی بڑی حکومتوں روم، ایران اور دیگر حکومتوں سے خوفزدہ رہتی تھی ــــ اور جو روم اور ایران کی حکومتوں کو ہمیشہ تعظیم واحترام کی نظروں سے دیکھتی تھی ــــ اس قوم کو یکا یک کیا ہوا؟ کہ اس نے تھوڑے سے عرصے میں اس وقت کی دو سُپر طاقتوں کو روند ڈالا۔

ہاں ہاں! قدیم اور جدید مفکرین حیران ہیں کہ عربوں میں یہ جرأت کہاں سے آ گئی؟ ــــ وہ چند ہزار تھے، ان کے پاس ستر عورت کے علاوہ بدن ڈھانپنے کے لئے کپڑے نہیں تھے ــــ وہ بھوکے تھے، ان کے پاس جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے سے زیادہ خوراک نہیں تھی ــــ ان کے پاس سامان جنگ بہت ناکافی تھا ــــ جو تلواریں تھیں ان پر پرانے کپڑے لپٹے ہوئے تھے ــــ نیزوں پر دھجیاں لپٹی ہوئی تھیں۔

ظہور اسلام سے پہلے عربوں کے پاس طاقت تھی نہ فوج ــــ وہ عجمی پڑوسیوں کے خوف کے مارے صحراؤں میں زندگی بسر کرتے تھے ــــ اچانک اسلام نے ان کے نحیف و نزار جسموں میں بجلیاں دوڑا دیں ــــ انہوں نے شہروں کے شہر پامال کر دئے ــــ اور اس وقت کی دو سُپر طاقتوں کا غرور مختصر مدت میں خاک میں ملا دیا ــــ اس جگہ ہم تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر کر غور و فکر کرتے ہیں تاکہ ہمیں پتا چلے کہ اس کا سبب کیا تھا؟

پہلا سبب یہ تھا کہ جب عرب اسلام لائے تو ان کا یقین محکم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے دنیا اور آخرت کی سرفرازی کی جو دعوت دی ہے، برحق ہے ــــ ان کا کوئی عمل دنیا کے لئے نہیں، بلکہ ہر عمل آخرت کے لئے تھا ــــ انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ وہ

غازی بنتے ہیں یا شہید ——— وہ دنیا کی زندگی سے زیادہ شہادت پر خوش ہوتے تھے ——— ذرا سنیئے! وہ غیر مسلم بادشاہوں سے کس طرح گفتگو کرتے تھے؟ ——— آپ پر منکشف ہو جائے گا کہ وہ موت سے کس قدر بے خوف تھے؟ ——— بعض تو شہادت کا اس قدر شوق رکھتے تھے کہ اگر انہیں شہادت کے بغیر موت آ جاتی تھی تو کفِ افسوس ملتے تھے۔

سنیئے! شاہ مصر، مقوقس ابن راعیل نے حضرت عبادہ ابن صامت ؓ کو رومیوں کے لشکروں، ان کی تعداد اور ساز و سامان کی کثرت سے ڈرایا ——— اس وقت مسلمان مجاہدین رومیوں کے کچھ قلعوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ——— حضرت عبادہ نے ایمان سے لبریز لب و لہجے میں جواب دیا:

''سنو! تم اور تمہارے ساتھی کسی مغالطے میں نہ رہنا ——— تم ہمیں رومیوں کے لشکروں کی کثرتِ تعداد اور ساز و سامان کی فراوانی سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو؟ ——— تم ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ ہم ان کے مقابلے کی تاب نہیں لا سکیں گے؟ ——— میری زندگی کے مالک کی قسم! جن چیزوں سے تم ہمیں ڈرانا چاہتے ہو وہ ہمارے عزائم کو متزلزل نہیں کر سکتیں ——— تم نے جو کچھ کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو اس نے رومیوں کے خلاف ہمارے جہاد کے شوق کو مہمیز لگائی ہے ——— اور جذبۂ جاں بازی کی چنگاری کو شعلۂ جوالہ بنا دیا ہے ——— اگر ہم سارے کے سارے شہید ہو جائیں تو جب ہم اپنے رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو ہمارا عذر مقبول ہوگا ——— ہمارے لئے اس کی محبت و رضا کے حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہوگا ——— ہمارے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز آنکھوں کی ٹھنڈک اور محبوب نہیں ہے۔

اس وقت تمہارے مقابل ہمارے لئے دو فضیلتوں میں سے ایک یقینی ہے۔

☆ اگر ہم تم پر غالب آ گئے تو ہمیں دنیا کی عظیم غنیمت حاصل ہوگی۔

☆ اور اگر تم ہم پر غالب آ گئے تو ہمیں آخرت کی غنیمت حاصل ہو گی۔
اور یہ ہمارے نزدیک دونوں میں سے زیادہ محبوب ہے اور ہم اسی کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ [1]

کتنے چھوٹے گروہ اللہ کے اذن سے بڑے گروہوں پر غالب آ گئے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ہم میں سے ہر شخص صبح وشام اپنے رب سے دعا مانگتا ہے کہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما ــــــ مجھے میرے وطن اور اہل وعیال کی طرف نہ لوٹا ــــــ ہم میں سے کسی کو اپنے پس ماندگان کا کوئی غم نہیں ہے ــــــ ہم میں سے ہر شخص اپنے اہل وعیال کو اپنے رب کے سپرد کر کے آیا ہے ــــــ ہمیں اگر فکر ہے تو صرف آخرت کی ــــــ تم نے جو کہا ہے کہ ہم معاشی طور پر تنگدستی اور ناداری کا شکار ہیں، تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم بڑے خوشحال ہیں ــــــ اگر ہمیں پوری دنیا کی دولت بھی حاصل ہو جائے تو ہم اس میں سے اتنی ہی دولت لیں گے جتنی اس وقت لے رہے ہیں۔

تبصرہ:

تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ہر سچے ایمان والے مسلمان کا یہی عقیدہ تھا ــــــ اسی لئے بڑے بڑے سلاطین اور ملوک ان مسلمان عربوں سے خوف کھاتے تھے ــــــ کیونکہ ان کے پاس ناقابل شکست عقیدہ اور ایسا سچ تھا جو ایک اٹل حقیقت تھا

۱۔ البقرۃ: ۲۴۹/۲

——— دوسروں کے پاس یہ زندہ اور محترم بنیادیں نہیں تھیں ——— یہ بنیادیں سیدنا محمد عربی ﷺ لائے تھے اور ان کے رگ و پے میں اتار دی تھیں ——— وہ لوگ ان پر عمل پیرا ہو کر اقوام عالم کے حکمران بن گئے ——— اور انہوں نے قیصر و کسریٰ کے محلات کو زمین بوس کر دیا ——— حیران کن فتوحات حاصل کرنے، ظلم کے محلات خاک میں ملانے، ایوان عدل قائم کرنے اور اسلامی حکومت کے قیام کا بڑا سبب یہ تھا۔

اسلامی فتوحات کا ایک دوسرا سبب بھی تھا ——— اور وہ یہ کہ مسلمانوں میں وہ مردانِ کار آزما تھے جو فتح و نصرت کے جھنڈوں کی شرائط کے حامل تھے ——— اس دور کا امتیاز یہ ہے کہ مسلمانوں میں بڑے بڑے نابغۂ روزگار افراد پیدا ہوئے ——— اللہ تعالیٰ نے عربوں کے لئے کامیابی مقدر فرمادی تھی ——— لہذا انہیں سیاست، جنگ، حکمت و دانش اور صبر کے اعتبار سے ایسے باکمال کمانڈر عطا فرمائے جو دنیا بھر کے جنگی ماہرین کا انتخاب تھے ——— مثلاً: خالد بن ولید [1]، سعد بن ابی وقاص [2]، ابوعبیدہ ابن الجراح [3]، حمزہ ابن عبدالمطلب [4]، علی بن ابی طالب [5]، ضرار بن ازور [6]، قعقاع ابن عمرو تمیمی [7] زیرکی اور سیاسی مہارت میں مغیرہ ابن شعبہ [8]، معاویہ ابن ابی سفیان [9]، عمرو بن العاص [10]

اعلیٰ روحانی قائدین اور پیکران صداقت و تقویٰ میں سے ابوبکر صدیق [11] اور عمر بن خطاب [12] آخری دو حضرات عزم و ہمت، حکمت و دانش اور احتیاط میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اسلام کے دورِ اول میں ان حضرات اور ان جیسے دیگر باکمال افراد کا وجود اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا ایک بڑا سبب تھا ——— مشکل ترین حالات میں صبر ہی ان کا ساز و سامان تھا ——— اسی لئے وہ صبر کے بعد ملنے والی کامیابی کو نیک فال تصور

کرتے تھے ــــــ یوں بھی صبر نصف ایمان ہے ــــــ یہ حضرات جنگوں میں جلد بازی سے کام نہیں لیتے تھے، ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ جس قدر ہو سکے جنگ کو طول دیا جائے ــــــ اسی لئے عربوں نے ملک شام کے شہروں کے خلاف جنگ نہیں کی ــــــ بلکہ اس کے اطراف میں جنگ کرتے تھے ــــــ اور جنگ کو طویل کرنے اور صبر کی پالیسی پر گامزن رہتے تھے۔

جنگ ہو یا امن، مجاہدین اسلام ہر حال میں واپسی کا راستہ محفوظ رکھتے تھے ــــــ فتح کیسی بھی ہوتی اس پر مغرور نہیں ہوتے تھے ــــــ شہروں پر اس وقت تک حکم جاری نہیں کرتے تھے جب تک ان کا اقتدار وہاں مستحکم نہ ہو جاتا اور مضبوط قیادت میسر نہ ہو جاتی ــــــ یہ سب اس بنا پر تھا کہ انہوں نے اسلامی شریعت کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا تھا ــــــ اور وہ آخرت پر صرف ایمان ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کے لئے عمل بھی کرتے تھے ــــــ اسی لئے دنیا ان کے پاس ذلیل وخوار ہو کر آئی ــــــ اور ان کا چرچا بھی خوب ہے اور اجر وثواب بھی خوب ــــــ یہ وہ قابل قدر اخلاق ہیں جنہیں چمکانے اور تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلام نے آکر اس جماعت کی صلاحیتوں کو نکھار دیا ــــــ اور ان کی معنوی قوتوں کو معراج کمال پر فائز کر دیا ــــــ انفرادی شجاعت وسخاوت کو عمومی اور اسلامی شجاعت وسخاوت کے سانچے میں ڈھال دیا ــــــ اسلام نے قابل صد احترام دلوں اور عالی قدر عقلوں کو محبت کی چاشنی عطا کر دی ــــــ اور ان کو جمع کر کے ایسی طاقت پیدا کر دی جس کا ایک ہی مقصد تھا ــــــ اسلام کے جھنڈوں کو دنیا بھر میں لہرانا ــــــ اور ہدایت وبصیرت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا۔

(ابن کثیر۔ الروض الانف۔ قصص العرب۔ الفتوۃ للدسوقی، بتصرف)

---

[1] عبادہ ابن صامت انصاری خزرجی جلیل القدر صحابی ہیں، بدر میں حاضر ہوئے، بیعت عقبہ کے موقع پر

مقرر کئے جانے والے نقباء میں سے ایک تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت ابومرثد غنوی کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا، وہ بدر کے بعد تمام مشاہد میں حاضر ہوئے۔ فتح مصر میں بھی حاضر ہوئے، وہ پہلے صحابی ہیں جو فلسطین کے قاضی مقرر ہوئے، وہ ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے پورا قرآن پاک یاد کیا۔ ۳۴ھ مقام رملہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳ے خالد بن ولید ابن مغیرہ مخزومی قریشی، سیف اللہ (اللہ کی تلوار) عظیم فاتح، جلیل القدر صحابی ہیں۔ وہ اسلام اور جاہلیت میں قریش کے سرداروں اور شہسواروں میں سے تھے، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تو نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں مجاہدین کا کمانڈر مقرر فرمایا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اس منصب پر بحال رکھا، بعد ازاں معزول فرمادیا (یادرہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معزول کیا تھا۔ ۱۲ قادری) اس کے باوجود وہ ایک سپاہی کی حیثیت سے جہاد میں مصروف رہے، فتوحات میں خاص توفیق ان کے شامل حال تھی، راجح قول کے مطابق ۲۱ھ حمص میں ان کی رحلت ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴ے سعد بن ابی وقاص قریشی زہری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی، عراق اور مدائن کے فاتح، اور ان چھ حضرات میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے مقرر کیا تھا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہلے تیر چلانے والے اور ان دس خوش بخت حضرات میں سے ایک ہیں جنہیں زبان رسالت سے جنت کی خوشخبری دی گئی، انہیں ''فارس الاسلام'' (اسلام کا شہسوار) کہا جاتا ہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں اسلام لائے، بدر میں حاضر ہوئے، قادسیہ فتح کیا، عرب کے قبائل کے لئے کوفہ بسایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں برقرار رکھا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کردیا، آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے اور مدینہ طیبہ کے قریب رحلت فرماگئے، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قبل از نبوت ۶۲۳ء میں پیدا ہوئے اور ۵۱ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

۵ے ابوعبیدہ ابن عامر الجراح رضی اللہ عنہ امیر، قائد، فاتح شام، جلیل القدر صحابی اور ان دس خوش نصیب حضرات میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی، ان کا لقب ''امین الامۃ'' ہے، وہ پہلے پہل اسلام لانے والے صحابہ میں سے ہیں، تمام غزوات میں حاضر ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جہاد شام کے لئے جانے والے لشکر کا کمانڈر مقرر کیا اور ان کے ہاتھوں فتح شام مکمل ہوئی، ان کی نرم دلی، امانت اور تواضع کی بنا پر لوگوں کے دل ان سے متعلق ہوگئے، ۱۸ھ طاعون عمواس میں رحلت ہوئی۔

۶ے ابوعمارہ حضرت امیر حمزہ ابن عبدالمطلب بن ہاشم قریشی نبی اکرم ﷺ کے چچا، دور جاہلیت اور اسلام

میں قریش کے سرداروں اور سرکردہ لوگوں میں سے تھے، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، جب اسلام کا ظہور ہوا تو پہلے انہیں اسلام کے قبول کرنے میں تردد ہوا، پھر قریش کی ناخوشی کے باوجود دل و جان سے ایمان لے آئے، قریش نے کہا: آج محمد (ﷺ) کو قوت حاصل ہو گئی، نیز نبی اکرم ﷺ کی ایذا رسانی سے بہت حد تک باز آ گئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، غزوۂ بدر اور دیگر مواقع پر حاضر ہوئے، غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کیا، ابوسفیان کی زوجہ ہندہ بنت عتبہ کے آزاد کردہ غلام وحشی نے انہیں شہید کیا۔ اعلان نبوت سے ۵۳ سال پہلے پیدا ہوئے، اور ۳ھ میں جام شہادت نوش کیا۔

نوٹ:۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ ۱۲ قادری

۷ ضرار بن ازور اسدی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی، اسلام کے عظیم جاں باز مجاہد، یرموک اور فتح دمشق میں حاضر ہوئے، وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں بہادر ترین شہسواروں میں سے تھے، انہوں نے یمامہ کے دن مالک بن نویرہ کو قتل کیا، ۱۱ھ میں رحلت ہوئی۔

۸ قعقاع بن عمرو، عاصم کے بھائی، رضی اللہ عنہ: شہسوار صحابۂ کرام میں سے تھے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں پوچھ کہ آپ نے جہاد کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور گھوڑا، فرمایا: یہی تیاری کی انتہا ہے، ان کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لشکر میں قعقاع کی آواز ہزار مرد سے بہتر ہے، جنگ قادسیہ میں انہوں نے بڑی جاں بازی کا مظاہرہ کیا

۹ مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، عمرۂ حدیبیہ سے کچھ پہلے اسلام لائے، بیعت رضوان میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ سے حدیث روایت کی، یمامہ اور شام و عراق کی فتوحات میں شریک ہوئے، عرب کے زیرک ترین افراد میں سے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بصرہ کے گورنر رہے، پھر کوفہ کے گورنر رہے، بعد ازاں کوفہ ہی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ رضی اللہ عنہ ۵۶ھ کوفہ میں رحلت ہوئی۔

۱۰ معاویہ ابن ابی سفیان صخر قریشی اموی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) شام میں بنوامیہ کی حکومت کے بانی اور عرب کے ممتاز اور بڑے دانشور، جلیل القدر صحابی ہیں، وہ فصیح بھی تھے اور حلیم بھی۔ مکہ معظمہ میں اعلانِ نبوت سے بیس سال پہلے پیدا ہوئے، فتح مکہ کے موقع پر ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے، کاتب وحی بھی تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دمشق شام کا گورنر بنایا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کے تمام شہروں کا گورنر بنا دیا، پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۴۰ھ میں تمام عالم اسلام کے خلیفہ بنے ۶۰ھ

دمشق میں ان کی رحلت ہوئی، وہ ایک سو تیس احادیث کے راوی ہیں اور تاریخ اسلام کے عظیم فاتح ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۱۱۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ "بادشاہوں کی طرف رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے سفیروں" میں گزر چکا ہے۔

۱۲۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:۔ عبداللہ ابن ابوقحافہ تیمی قریشی، رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے پہلے مرد، پہلے خلیفۂ راشد اور دنیائے عرب کی عظیم ترین شخصیت، مکہ معظمہ میں اعلانِ نبوت سے اکاون سال پہلے پیدا ہوئے، عربوں کے ایک سردار کی حیثیت سے پرورش پائی، وہ عربوں میں امیر ترین اور قبائل کے انساب واحوال کے مشہور عالم تھے، ان کا لقب "عالم قریش" تھا۔ انہوں نے دورِ جاہلیت میں شراب اپنے اوپر حرام کر رکھی تھی، ۱۱ھ میں نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے دن ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، آپ نے مرتدین اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنے والوں سے جہاد کیا، آپکے دور میں بکثرت فتوحات ہوئیں، بڑے حلیم نرم مزاج اور نامور خطیب تھے، اس کے ساتھ ہی بڑے دلیر اور بہادر بھی تھے۔

آپ کی خلافت کی مدت دو سال اور ساڑھے تین ماہ تھی، ۱۳ھ مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی، (اور نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔۱۲ قادری) نبی اکرم ﷺ نے واقعہ معراج کی خبر دی تو آپ نے بلاتردد اس کی تصدیق کی، اس لئے آپ کو "صدیق" کا لقب دیا گیا، بعض علماء نے اس لقب کی کچھ دوسری وجوہ بھی بیان کی ہیں، کتب حدیث میں آپ کی روایت کردہ ۱۴۲۔ احادیث ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۳۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:۔ عمر بن خطاب بن نفیل قریشی عدوی کی کنیت ابوحفص ہے، ہجرت سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے، دوسرے خلیفۂ راشد ہیں، سب سے پہلے آپ کو امیر المؤمنین کا لقب دیا گیا، جلیل القدر صحابی ہیں، شہرۂ آفاق بہادر، عادل، سراپا احتیاط اور بہت بڑے فاتح تھے، قریش کے نامور بہادروں اور سرداروں میں سے تھے۔ ہجرت سے پانچ سال پہلے اسلام لائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ان کی وصیت کے مطابق ۱۳ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور آپ کو خلیفہ بنا دیا گیا، سب سے پہلے آپ نے ہجری تاریخ مقرر فرمائی، اور تاریخ اسلام میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے رجسٹر تیار کروائے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں لقب "فاروق" عطا فرمایا، ابولؤلؤۃ فیروز نے دھوکے سے آپ کو اس وقت شہید کیا جب آپ ۲۳ھ میں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اے ہوا! انہیں گرفتار کرلے

الملک الصالح ایوب کے زمانے میں فرنگیوں نے دمیاط پر اس کے باشندوں کی بے خبری میں حملہ کردیا ـــــ ایوب منصورہ میں مقیم تھا ـــــ فرنگی دمیاط اور اس کے سازوسامان پر قابض ہو گئے ـــــ وہاں کے باشندے اپنے اموال اور زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے ـــــ اور یہ غنیمت جانا کہ انہوں نے اپنی جانیں بچالی ہیں ـــــ بہت سے لوگ شہید اور بہت سے زخمی ہو گئے ـــــ اسی دوران الملک الصالح ایوب کا انتقال ہوگیا ـــــ ان کی کنیز شجرۃ الدرّ[1] نے اس خیال سے بادشاہ کی موت کو چھپائے رکھا کہ دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہو جائیں۔

یہاں تک کہ بادشاہ کا بیٹا طوران شاہ[2] آ گیا ـــــ لوگوں نے اس کی حکومت اور اطاعت کی بیعت کی ـــــ اس نے ایک لشکر جرار تیار کیا ـــــ فرنگیوں سے جنگ کی، ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا ـــــ ان کے تیس ہزار افراد تہِ تیغ کیے ـــــ اور شہر دمیاط واپس حاصل کرلیا۔

مسلمانوں کے لشکروں میں عابد وزاہد اور علماء کی بڑی تعداد ہوا کرتی تھی، جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے تھے ـــــ ان ہی میں علم وعمل اور اخلاص کے پیکر، غیرتِ اسلامی کے سراپا شیخ عز الدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے ـــــ زمانۂ ماضی میں علماء بھی جنگی ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت حاصل کیا کرتے تھے ـــــ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کمالِ جرأت سے لیس ہو کر اپنے شاگردوں سمیت خود بخود بادشاہوں کے سامنے پیش ہو جاتے تھے ـــــ اسی طرح وہ گھڑ سواری اور تیراندازی کے مقابلوں میں بھی حصہ لیتے تھے ـــــ علماء اپنے شاگردوں کو تیراندازی، تیراکی، گھڑ سواری اور

ضروریات جہاد کی ٹریننگ دیا کرتے تھے۔

شیخ عز الدین ابن عبدالسلام بھی اس لشکر میں ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے ——— جب مسلمانوں اور فرنگیوں میں جنگ شروع ہوئی اور معرکۂ کارزار گرم ہوا، تو ابتداء میں فرنگیوں کا پلڑا بھاری رہا ——— اچانک مسلمانوں کے رخ پر شدید آندھی آئی جس نے انہیں بے بس کر کے رکھ دیا ——— اگر اللہ تعالیٰ کی امداد نہ آتی تو قریب تھا کہ وہ شکست کھا جاتے ——— مجسمۂ اخلاص، مجاہد عالم شیخ عز الدین ابن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی ——— اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعا مانگی ——— اور تین مرتبہ فرمایا:

''اے ہوا! دشمنانِ اسلام کو گرفتار کر لے''

اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا کا رخ دشمنوں کی طرف ہو گیا ——— جس نے ان کی سواریوں کو بے کار کر کے رکھ دیا ——— اکثر فرنگی دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے ——— اس شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی ——— یہ صورت حال دیکھ کر ایک مسلمان بے ساختہ پکار اٹھا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں امتِ مصطفیٰ (ﷺ) میں ایسا شخص عطا کیا ہے جس کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی ہے۔''

(النجوم الزاهرة - بتصرف)

تبصرہ:

دور اول کے علماء بنفس نفیس جہاد میں حصہ لیا کرتے تھے ——— اپنے شاگردوں سمیت سامانِ جنگ تیار کیا کرتے تھے ——— لشکروں میں جاں نثاری اور ثابت قدمی کی روح پھونک دیا کرتے تھے ——— حقیقت میں یہی لوگ

فوجوں کے روحانی کمانڈر ہوا کرتے تھے ـــــ فوجی، علماء کے ارشادات اور ان کی مخلصانہ ہدایات دل کے کانوں سے سنا کرتے تھے ـــــ اسی لئے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد دی جاتی تھی ـــــ علماء انہیں احکام فقہیہ کی تعلیم دیا کرتے تھے ـــــ انہیں پر خلوص حکام کی اطاعت و فرمانبرداری کی ضرورت سے روشناس کیا کرتے تھے ـــــ انہیں احکام جہاد سے آگاہ کرتے تھے ـــــ علماء کی ثابت قدمی اور سنگین حالات میں ان کے صبر کو دیکھ کر افواج کا مورال بلند ہو جاتا تھا ـــــ نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان جدھر رخ کرتے تھے، فتح و نصرت ان کا استقبال کیا کرتی تھی۔

---

۱ شجرۃ الدر بادشاہ کی کنیز تھی، پھر اس کے بیٹے کی ماں بن گئی، تو اس کی حیثیت بیوی والی ہوگئی۔

۲ طوران شاہ:

طوران شاہ ابن الملک الصالح نجم الدین ایوب ابن الملک الکامل محمد، مصر میں حکومت ایوبیہ کا آٹھواں اور آخری بادشاہ، اور الملک المعظم کا لقب اختیار کرنے والا تیسرا بادشاہ۔ اس کا قیام باپ کے نائب کی حیثیت سے دیار بکر کے قلعے میں تھا، جب ۶۴۷ھ میں اس کا باپ فوت ہوگیا اور شجرۃ الدرّ نے اس کی موت کی خبر کو مخفی رکھ کر اسے بلایا تو وہ مصر آ گیا، طوران شاہ نے اپنے والد کی وفات کے چار ماہ بعد لباسِ شاہی زیب تن کیا، فرنگیوں نے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور دمیاط واپس حاصل کرلیا، پھر وہ شجرۃ الدر سے برگشتہ ہوگیا، جس نے بحری بادشاہ کو اس کے خلاف بھڑکا دیا، انہوں نے طوران شاہ کو فارسکور میں قتل کردیا، اس کی حکومت کی مدت صرف چالیس دن تھی، اس مدت میں وہ نہ تو قاہرہ میں داخل ہوا اور نہ ہی اسے پہاڑی قلعے میں شاہی تخت پر بیٹھنا نصیب ہوا۔ اس کے قتل سے مصر میں حکومت ایوبیہ کا ۸۶ سالہ اقتدار کا خاتمہ ہوگیا، ۶۴۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

سلطان نورالدین زنگی کا تقویٰ

الملک العادل سلطان نورالدین زنگی (۱) کی ملکہ نے انہیں پیغام بھیجا کہ مجھے ملنے والا وظیفہ بہت کم ہے، اس میں اضافہ کیا جائے ــــــ سلطان نورالدین نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ سرخ ہو گیا ــــــ اور طیش کے عالم میں کہنے لگے:

''میں انہیں کہاں سے دوں؟ ــــــ کیا ان کا اپنا مال ان کے لئے کافی نہیں ہے؟ ــــــ اللہ کی قسم! میں ان کی خواہش پوری کرنے کے لئے جہنم میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوں ــــــ اگر ان کا خیال ہے کہ جو اموال میرے پاس ہیں وہ میری ملکیت ہیں تو یہ بہت ہی برا خیال ہے ــــــ یہ مسلمانوں کے مال ہیں ــــــ ان کے لئے اور ان کی ضروریات کے لئے محفوظ ہیں ــــــ میں تو صرف ان کا محافظ ہوں ــــــ میں ان میں خیانت نہیں کر سکتا۔''

پھر سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''مسلمانوں کے بیت المال میں کچھ نہیں ہے ــــــ ہاں! حمص میں تین دکانیں میری ملکیت ہیں وہ میں انہیں ہبہ کرتا ہوں ــــــ وہ لے لیں اللہ تعالیٰ انہیں برکت عطا فرمائے۔''

سلطان نے اپنی ملکہ کو مسلمانوں کے بیت المال میں سے ایک درہم بھی نہیں دیا ــــــ بلکہ اپنا ذاتی مال انہیں دے دیا ــــــ ملکہ نے وہ دکانیں لے لیں ــــــ ان دکانوں کی آمدن بہت کم تھی ــــــ تاہم ملکہ نے اسی پر اکتفا کیا ــــــ اور اس کے بعد کبھی سلطان سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔

---

۱ نورالدین زنگی رحمہ اللہ تعالیٰ:

ان کا نام محمود اور لقب الملک العادل تھا، شام، مصر اور دیار جزیرہ کے بادشاہ تھے، وہ اپنے زمانے کے بادشاہوں میں سب سے زیادہ عادل، عظیم اور فصیح تھے، اپنی رعایا کی ضروریات کا حد درجہ اہتمام کرتے تھے، انہوں نے بہت سے مدارس بنائے، بڑے متواضع مگر بارعب اور باوقار تھے، علماء کا انتہائی احترام کرتے تھے، وہ آرزو کیا کرتے تھے کہ انہیں شہادت کی موت آئے، چنانچہ وہ خوانیق کی بیماری کے سبب فوت ہوئے، تو انہیں شہید قرار دیا گیا، ۵۶۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

سلطان کے اخلاق کریمہ:

سلطان رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے عابد و زاہد اور عادل و منصف تھے —— ان کے بارے میں ابوالحسن ابن اثیرؒ کہتے ہیں:

''میں نے اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد آج تک کے گزشتہ بادشاہوں کی تاریخ کا وسیع مطالعہ کیا ہے — لیکن مجھے خلفاء راشدین اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی ایسا سلطان نظر نہیں آیا جو الملک العادل نورالدین زنگی سے زیادہ اچھی سیرت والا اور ان سے زیادہ عدل وانصاف کے قریب ہو —— انہوں نے اپنے چوبیس گھنٹے عدل کے پھیلانے، جہاد کی تیاری، ظلم کے ازالے، عبادت کی ادائی اور احسان وانعام کے لئے وقف کر رکھے تھے —— اگر وہ کسی دوسری قوم میں ہوتے تو وہ ان پر فخر کرتی اور انہیں اپنی عزت قرار دیتی —— انہوں نے کھانے، پینے اور لباس میں تمام حرام چیزوں کو ترک کر رکھا تھا —— ان سے پہلے سلاطین گویا دور جاہلیت میں زندگی بسر کر رہے تھے —— ان کی تمام تر توجہ پیٹ اور جنسی خواہشات پر مرکوز تھی —— وہ کسی نیکی کو اچھا جانتے تھے اور نہ ہی کسی برائی کو برا جانتے تھے —— یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان زنگی کو حکومت عطا فرمائی —— وہ شریعت مبارکہ کے امرونہی کے احکام پر عمل پیرا ہوئے۔''

جہاں تک ان کے زُہد، عبادت اور علم کا تعلق ہے، تو وہ وسیع مملکت اور شہروں کے کثیر ذخیرے کے باوجود صرف اپنی ملکیت سے کھاتے تھے —— اور اسی سے لباس زیب تن کرتے تھے —— اور ملکیت بھی وہ تھی جو انہوں نے مال غنیمت میں سے اپنے حصے سے خریدی تھی —— انہوں نے فقہاء کو بلایا اور ان سے فتویٰ طلب کیا کہ میرے لئے کیا

کچھ حلال ہے؟ ـــــ انہوں نے جو فتویٰ دیا اس سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا ـــــ انہوں نے بادشاہوں کے لئے عدل و انصاف کی سنت کی پیروی کا نیا معیار پیش کیا ـــــ شریعت نے جو ریشم، سونا اور چاندی حرام کی ہے اسے کبھی نہ پہنا ـــــ انہوں نے اپنے زمانے میں تمام شہروں میں شراب کے پینے اور بیچنے کو قانونی طور پر حرام قرار دیا ـــــ وہ شراب پینے والے پر شرعی حد جاری کرتے تھے ـــــ ان کے نزدیک سب لوگ برابر تھے ـــــ شریعت مطہرہ کا دل سے احترام کرتے تھے ـــــ اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتے تھے ـــــ وہ کہا کرتے تھے:

''ہم شریعت کے پابند ہیں ـــــ اور اسی کے احکام جاری کریں گے۔''

وہ بڑے پختہ کار زاہد تھے ـــــ دنیا سے اتنا حصہ لیتے تھے جو مقدارِ کافی سے بھی کم ہوتا تھا ـــــ ان کا مقولہ ہے:

''زُہد کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا آدمی کے ہاتھ میں نہ ہو۔

زُہد یہ ہے کہ انسان کا دل دنیا کی محبت سے خالی ہو۔

یہی زُہد کی حقیقت ہے ـــــ ان کے جلیل القدر مناقب اتنے ہیں کہ اس مختصر مقالے میں بیان نہیں کئے جا سکتے ـــــ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا خصوصی تعلق تھا ـــــ رات کو باقاعدہ نوافل پڑھا کرتے تھے۔

ابن اثیر کہتے ہیں:

''وہ رات کو بکثرت نوافل ادا کرتے تھے ـــــ دعاء و استغفار اور تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ـــــ یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہو جاتی۔''

اس گفتگو کے باوجود اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ نورالدین زنگی کون تھا؟

تو سنئے! الملک العادل، سلطان نورالدین زنگی ابوالقاسم محمود زنگی رحمہ اللہ تعالیٰ

وہ﷫ نے دومرتبہ دمشق کا محاصرہ کیا —— تیسری مرتبہ اسے فتح کرلیا —— وہاں سنت کو قائم کیا اور بدعات کا قلع قمع کردیا —— وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں سے اٹھائے —— پھر انہوں نے مصر فتح کیا اور وہاں سنت مصطفےٰ (ﷺ) کا بول بالا کیا۔

انہوں نے اپنے لئے ایک دار تعمیر کیا —— اس کا نام ''دارالعدل'' رکھا —— وہاں خود بیٹھ کر مظلوموں کی شکایات خود سنا کرتے تھے —— لوگوں کے مقدمات اور مظالم کا فیصلہ کیا کرتے تھے —— یہاں تک کہ ان کے ہاں ظلم وستم کا خاتمہ ہوگیا —— اور پولیس کی ضرورت ہی نہ رہی —— وہ آدھی رات قیام کرتے تھے —— نماز پڑھتے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے اور بکثرت دعائیں مانگتے —— رات کو جو دعائیں مانگتے ان میں سے ایک یہ ہے:

''میرے اللہ! محمود زنگی کی نہیں، اپنے دین کی امداد فرما!''

ان کے غیر مسلم دشمن کہا کرتے تھے:

''نورالدین کے پاس اگرچہ سامان جنگ کی کثرت ہے، فوجیں بھی کم نہیں ہیں —— لیکن اس کی فتح ونصرت کا راز یہ نہیں ہے —— اسے جو فتح وظفر دی جاتی ہے تو اپنے رب کی بارگاہ میں دعاء والتجا اور رات کی نماز کی بنا پر ہے —— وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے —— اسکے دامنِ سوال کو مرادوں سے بھر دیتا ہے —— اور اس کے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا —— اس طرح وہ ہم پر غالب آجاتا ہے۔''

تبصرہ:

یہ ہے غیر مسلموں کا تاثر اور عقیدہ، سلطان نورالدین زنگی کے بارے میں

——— کاش کہ مسلمانوں کے موجودہ دور کے حکمران صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرتے ——— ان کی سیرت میں ولولہ انگیز اور پاکیزہ روح ہے، جو حکام اور عوام الناس کی اعلیٰ ترین فضائل کی طرف راہنمائی کرتی ہے ——— اور نظام مصطفےٰ (ﷺ) کے عملی نفاذ کی ٹریننگ دیتی ہے ——— اگر نظامِ مصطفےٰ (ﷺ) عملاً نافذ ہو جائے تو امت مسلمہ کا حال اور مستقبل سنور جائے۔

(الروضتین، ابوشامہ ——— اور ابن اثیر، بتصرف)

یہی وہ خوش قسمت سلطان ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دو یہودیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''یہ دونوں ہمیں ایذا پہنچانے کے درپے ہیں، ان کا علاج کرو۔''

سلطان نے مدینہ منورہ حاضر ہو کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک قریبی مکان سے سرنگ کھود کر سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ اقدس کے قریب پہنچ چکے ہیں ——— سلطان نے روضۂ اقدس کے اردگرد انتہائی گہری خندق کھدوا کر ان دونوں موذیوں کو قتل کر کے اس میں پھینک دیا ——— اور سیسہ پگھلا کر اس خندق کو بھر دیا ——— تا کہ آئندہ کسی خبیث کو یہ جرأت نہ ہو سکے، رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲ اشرف قادری۔

---

[1] ابوالحسن ابن اثیر:

علی بن محمد عز الدین جزری معروف بہ ابن الاثیر محدث، مؤرخ، حافظ، ادیب، لغت، علم بیان اور انساب کے ماہر تھے، ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے، موصل میں رہے اور وہیں ۶۳۰ھ میں وفات پائی، ''الکامل فی التاریخ، اسد الغابہ، اللباب فی تہذیب الانساب'' وغیرہ ان کی تصانیف یادگار ہیں۔

عربوں کے ہاں موسیقی سے علاج

ابن اسحاق کندی[1] ——— حکمت اور طب میں شہرۂ آفاق فلسفی اور حکیم تھا ——— اس کا ایک پڑوسی بڑا امیر کبیر تاجر تھا ——— اس کا ایک بیٹا بڑا ذہین اور فطین تھا ——— جس نے اسے خرید وفروخت سے بے نیاز اور تجارت کی مشقت سے فارغ کر دیا تھا ——— وہی آمد اور خرچ کا حساب کتاب رکھتا تھا ——— وہ تاجر ابن اسحاق کندی کا دوست نہیں تھا ——— بلکہ اس کی توہین اور اس پر طعن کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا ——— ہمیشہ انہیں پریشان کرنے، لوگوں کو ان کے خلاف مشتعل کرنے اور انہیں اذیت دینے کے درپے رہتا۔

اس کے بیٹے کو اچانک دل کا سکتہ (ہارٹ اٹیک) لاحق ہو گیا ——— جس نے اسے سراپا رنج والم بنا دیا ——— اسے اتنا شدید صدمہ لاحق ہوا کہ اس کے ہوش وحواس گم ہو گئے ——— اسے کچھ پتا نہیں تھا کہ اس نے لوگوں سے کیا لینا ہے اور کیا دینا ہے؟ ——— اسے بیٹے کی بیماری سے سخت شاک پہنچا ——— وہ بغداد کے ہر طبیب کے پاس چل کر گیا ——— اور اچھے سے اچھے طبیب کو لا کر دکھایا تا کہ وہ اس کے بیٹے کا شافی علاج کرے ——— لیکن سب کوششیں بے کار گئیں ——— چونکہ بیماری بہت خطرناک تھی، اس لئے کوئی بھی طبیب اس کے بیٹے کا کارگر علاج نہ کر سکا ——— اور اسے کسی سے بھی فائدہ نہ ہو سکا ——— اس کی بے تابی دیکھی نہ جاتی تھی ——— کیونکہ اس کا جواں سال اور لائق بیٹا اس کے سامنے موت کے خوفناک چنگل کا شکار ہو رہا تھا۔

کسی نے اسے کہا کہ تم نابغۂ روزگار فلسفی، طبیبوں کے استاد اور اس بیماری کے علاج کے سب سے بڑے ماہر کے پڑوسی ہو ——— اگر تم ان سے رجوع کرو تو تمہاری دلی مراد پوری ہو جائے گی ——— اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تمہارا مریض تندرست ہو جائے گا۔

اس نے سوچا کہ میں کندی کے پاس کیا منہ لے کر جاؤں؟ —— میں تو زندگی بھر اسے اذیتیں دیتا رہا ہوں —— لیکن مجبوری تھی، اس کے باوجود مارے شرمندگی کے خود تو ان کے پاس نہ جا سکا —— اپنے کچھ دوستوں کو ان کے پاس بھیج دیا —— کندی کو صورت حال معلوم ہوئی تو وہ فوراً تاجر کے گھر چلے آئے —— آتے ہی انہوں نے تاجر کے بیٹے کا معائنہ کیا اور اس کی نبض چیک کی —— اور حکم دیا کہ موسیقی میں میرے نامور شاگردوں اور رباب بجانے کے ماہرین کو بلایا جائے —— اور ایسے افراد کو حاضر کیا جائے جو دلوں اور جانوں کو تقویت دینے والی، غم انگیز اور شوق افروز نادر دھنوں کے ماہر ہوں —— چنانچہ اس قسم کے چار افراد حاضر کئے گئے —— انہیں حکم دیا کہ مریض کے سرہانے رباب کی ایسی دھنیں مسلسل بجاتے رہیں —— انہیں بجانے کا طریقہ بتایا —— اور یہ بھی بتایا کہ تمہاری انگلیاں رباب کی فلاں فلاں جگہ اس انداز میں لگنی چاہئیں۔

شاگرد اسی انداز میں لگا تار رباب بجاتے رہے —— کندی کی انگلیاں لڑکے کی نبض پر جمی رہیں —— یہاں تک کہ لڑکے نے لمبے لمبے سانس لینا شروع کر دئے —— نبض کی حرکت میں تیزی آ گئی —— آہستہ آہستہ اس میں زندگی کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے —— اس نے حرکت کی، اٹھ کر بیٹھ گیا اور گفتگو کرنے لگا —— رباب بجانے والے اسی طرح مسلسل رباب بجاتے رہے۔

کندی نے اس کے باپ کو کہا: ''اپنے بیٹے سے لین دین کے بارے میں جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو اور نوٹ کر لو —— وہ پوچھنے لگا، بیٹا اسے جواب دیتا رہا —— تاجر نے سب کچھ لکھ لیا۔''

جب وہ تمام ضروری باتیں پوچھ چکا تو رباب بجانے والوں کی توجہ بھی بٹ گئی —— اور جس طریقے سے وہ بجا رہے تھے وہ بھی انہوں نے چھوڑ دیا —— اچانک لڑکے کی پھر وہی پہلے والی حالت ہو گئی —— اور اس پر دوبارہ سکتہ طاری ہو گیا —— اس کے باپ نے درخواست کی کہ آپ اپنے شاگردوں کو پھر حکم دیں کہ وہی

دھنیں چھیڑ دیں —— کندی نے کہا:

”یہ نہیں ہوسکتا —— اس کی زندگی کی تھوڑی بہت رمق باقی تھی جس سے ہم نے فائدہ اٹھالیا —— جو کچھ ہو چکا وہ دوبارہ نہیں ہوسکتا —— جس شخص کی مدتِ حیات ختم ہوگئی ہے اس میں، میں تو کیا کوئی انسان بھی اضافہ نہیں کرسکتا —— کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی کا جو حصہ اور عطیہ عنایت فرمایا تھا وہ اس نے حاصل کرلیا ہے۔“

(اخبار الحکماء ---- للقفطی، بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھی اطباء کی روحانی دانش —— انہوں نے طب کی جگہ موسیقی کو استعمال کیا —— کندی ایسے ماہرین سے لوگوں نے اس لئے فائدہ حاصل کیا کہ وہ ایماندار تھے اور امت مسلمہ کی پرخلوص خدمت کی نیت رکھتے تھے —— دشمن کے بلانے پر بھی بغیر کسی پس وپیش کے چلے گئے —— فیس کے نام پر کوئی درہم طلب کیا اور نہ ہی دینار —— پاکدامنی، قناعت اور خدمت خلق ان کو گھٹی میں پلادی گئی تھی —— وہ اپنے اعمال میں سراپا خلوص تھے —— وہ لوگوں کے جان و مال اور عزتوں کے محافظ تھے —— انہوں نے اپنی جانوں اور زندگیوں کو مسلم اُمہ کو فائدہ پہنچانے اور ان کا دکھ درد بانٹنے کے لئے وقف کر رکھا تھا —— سلف صالحین میں طبیب وہی ہوتا تھا جو دین متین، عمدہ اخلاق، پاکدامنی اور قناعت کا حامل ہوتا —— اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی قوت عطا فرمائی تھی جس کی بنا پر وہ عوام، علماء اور امراء پر حکمرانی کرتا تھا —— انہیں ماہ رمضان میں عذر شرعی کی بنا پر روزہ چھوڑنے کا حکم دیتا تھا —— اور بعض اوقات انہیں کھانے وغیرہ سے منع کر دیتا تھا —— اللہ تعالیٰ نے اسے جانوں، مالوں اور عزتوں کی قیادت عطا فرما رکھی تھی —— (مسلمان طبیبوں کا یہ بھی شیوہ رہا ہے کہ وہ نادار مریضوں کا مفت علاج کرتے تھے —— ایک حکیم صاحب نے بتایا کہ اسلامی مدارس کے طلباء تو کجا، ہم تو سکھوں کے گوردواروں

سے آنے والے طلباء کو بھی دوائی فری دیا کرتے تھے)

ڈاکٹرو! امتِ مسلمہ سے شفقت سے پیش آؤ ——— نادار، فقیر اور مسکین مریضوں کی رعایت کرو ——— تمہیں سلف صالحین اطباء اور امت مسلمہ کے محسنوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے ——— تم جانوں، مالوں اور عزتوں کے امین (پاسدار) ہو اور امین خیانت نہیں کرتا ——— تم ملت اسلامیہ کا نچوڑ ہو، لہذا غریبوں پر رحم کرو۔

ہمارے نبی محترم محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا ہے:

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، اِرْحَمُوْا مَنْ فِى الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِى السَّمَاءِ (۲)

رحم کرنے والوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ رحم فرمائے گا۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان کا مالک تم پر رحم فرمائے گا۔

؎ کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

۱؎ ابن اسحاق کندی:

ابو یوسف یعقوب بن اسحاق کندی، اپنے زمانے میں عرب اور اسلام کے نادر روزگار فلسفی اور شاہان کندہ کی اولاد میں سے تھے، بصرہ میں پلے بڑھے، پھر بغداد جاکر علم حاصل کیا، طب، جیومیٹری، موسیقی اور فلکیات کے علوم میں شہرۂ آفاق ہوئے، ۲۶۰ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

۲؎ یہ حدیث امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، امام احمد، ترمذی اور حاکم نے یہ اضافہ کیا: قرابت داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیچیدہ تعلق ہے، جس نے صلہ رحمی کی اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے ملائے گا، اور جو اسے قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کردے گا، ایک روایت میں حدیث کے درمیان عباد الرحمٰن (یعنی اِرْحَمُوْا عِبَادَ الرَّحْمٰنِ) ہے ۱۲ دیکھئے جامع صغیر

مظلوم کی دعا کی تاثیر

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں مامون کے پاس حاضر ہوا—— کیا دیکھتا ہوں کہ چمڑے کا فرش بچھا ہوا ہے—— اس پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے—— اس کے سر پر جلاد برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا ہے——

مامون نے کہا:

''عبداللہ! اس شخص کو سنبھال۔''

میں نے آستین کلائی سے اوپر چڑھائی—— اور اس شخص کے سر پر کھڑے ہو کر تلوار میان سے نکال لی—— میں مامون کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا حکم دیتا ہے؟—— اللہ تعالیٰ نے مامون پر اونگھ طاری کر دی—— اس کا سر نیند کے اثر سے بار بار جھک رہا تھا——

مامون کہہ رہا تھا:

''میں اللہ تعالیٰ سے خیر کا طلب گار ہوں.......... میں اللہ تعالیٰ سے خیر مانگتا ہوں''

شام ہوئی تو اس نے مجھے کہا:

''یہ شخص تمہارے سپرد ہے—— اس کی حفاظت کرو۔''

میں نے تلوار کی پیٹی اس کے گلے میں ڈالی اور اسے اپنے پیچھے سوار کر لیا—— میں اسے اپنے گھر لے گیا—— دوسرے دن اسے مامون کے دربار میں حاضر کر دیا—— دوسرے دن بھی وہی کچھ ہوا جو پہلے دن ہوا تھا—— تیسرے دن مامون نے مجھے کہا کہ:

''اسے رہا کر دو—— اور اسے دس ہزار درہم دے دو۔''

میں بڑا خوش ہوا—— اور اپنے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس

شخص کو قتل سے نجات عطا فرمائی ـــــ میں نے اسے اپنے پیچھے سوار کر لیا ـــــ لیکن تلوار کی پیٹی اس کے گلے میں نہیں ڈالی۔

اس نے کہا:

''کیا وجہ ہے؟ کہ آج آپ نے میرے گلے میں پیٹی نہیں ڈالی۔''

میں نے کہا: ''تمہیں معاف کر دیا گیا ہے۔''

اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہنے لگا:

''جب مجھے معاف کر دیا گیا ہے تو مجھے رہا کر دیجئے!''

میں نے کہا: ''مجھے امیر المؤمنین نے حکم دیا ہے کہ تمہیں دس ہزار درہم دوں۔''

کہنے لگا: ''مجھے دراہم کی حاجت نہیں ہے ـــــ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے، مجھے رہا کر دیجئے!''

میں نے کہا: ''جب امیر المؤمنین ہمیں کسی چیز کا حکم دیتے ہیں تو ہم اسے پورا کر کے رہتے ہیں ـــــ حکم کی تعمیل ضروری ہے۔''

جب وہ میرے پیچھے سوار تھا تو اس کے طرز عمل نے مجھے تجسس میں مبتلا کر دیا تھا ـــــ میں نے اس سے پوچھا:

''جب تم میرے پیچھے سوار تھے تو چپکے چپکے کیا کہہ رہے تھے؟ ـــــ میں دھیمی دھیمی آواز تو سن رہا تھا، لیکن یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

کہنے لگا: ''جب میں ناقابل برداشت غم و الم کا شکار ہوا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ملجأ و ماویٰ دکھائی نہ دیا ـــــ میں اس کی مقدس بارگاہ کی طرف دل سے متوجہ ہوا ـــــ اور بے کسی کے عالم میں میری زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے:

..........اَللّٰهُمَّ اَنْتَ كُلَّ يَوْمٍ فِيْ شَانٍ ـــــ لَايَشْغَلُكَ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ ـــــ فَاجْعَلْ مِنْ شَأْنِكَ رَحْمَةً تَنْقُلُ مَافِيْ قَلْبِ هٰذَاالرَّجُلِ مِنْ

الْغَضَبِ اِلَی الرِّضَا ـــــ وَمِنَ الْغِلْظَةِ اِلَی اللِّیْنِ وَ الرَّأْفَةِ ـــــ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ـــــ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ـــــ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

''اے اللہ! تو ہر آن نئی شان میں ہے ـــــ تجھے ایک شان دوسری شان سے منع نہیں کرتی ـــــ تو اپنی شان سے ایسی رحمت عطا فرما جو اس شخص کے دل میں پائے جانے والے غیظ و غضب کو خوشنودی سے بدل دے ـــــ اور سختی کو نرمی اور رحمت سے بدل دے۔

اے سب سے بڑے مہربان! ـــــ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! ـــــ اے سب سے زیادہ مہربان!''

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے مامون کے غصے کو خوشنودی سے اور سختی کو نرمی سے تبدیل فرما دیا ـــــ حقیقت یہ ہے کہ بھروسہ اللہ کی رحمت پر ہی ہے۔

(المحاسن والمساوی ـــــ للبیہقی، بتصرف)

تبصرہ:

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں ـــــ وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں انقلاب برپا کر دیتا ہے ـــــ دل کی کیا طاقت ہے؟ ـــــ برے کام سے اجتناب اللہ تعالیٰ کے اذن ہی سے ہے ـــــ اس لئے انسان کو جو بھی غم اور صدمہ لاحق ہو اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ لینی چاہیے ـــــ اور اس یقین سے معمور دل سے دعا مانگنی چاہیے کہ وہ کریم اپنے کرم سے ضرور قبول فرمائے گا ـــــ وہی تو ہے جو دلوں کو جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

بے شک وہ جو چاہے کرے۔

جیسے حکمران، ویسے عوام

پہلے زمانوں کے خلفاء ایسے تھے کہ جب لوگوں کو شریعت مبارکہ سے منحرف اور خواہشات میں ڈوبا ہوا دیکھتے تو پہلے اپنے آپ کو سیدھا کرتے تھے —— اور جب حکمران سیدھا ہو جاتا تو رعایا بھی راہ راست پر آ جاتی تھی۔

سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد جب خلافت کی طلب کے بغیر حضرت عمر بن عبدالعزیز[1] خلیفہ بنائے گئے —— تو ان کے سامنے ایسی سواریاں پیش کی گئیں جن پر کبھی کسی نے سواری نہیں کی تھی —— رواج یہ تھا کہ مستعمل سواریاں فوت ہونے والے خلیفہ کے بیٹوں کے لئے ہوتی تھیں —— نئی اور غیر مستعمل سواریوں کا استعمال کرنا نئے خلیفہ کا حق شمار کیا جاتا تھا —— جب نئی سواریاں پیش کی گئیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

''یہ کیا ہے؟'' انہیں چھوڑ کر اپنا خچر تلاش کرنے لگے، مزاحم[2] کو حکم دیا کہ یہ سواریاں مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرا دو۔''

پھر ان کے لئے نئے پردے لٹکائے گئے جنہیں کسی نے استعمال نہیں کیا تھا —— یہ خلیفہ کی پہلی نشست کے لئے اہتمام تھا۔

فرمایا: ''یہ کیا ہے؟''

انتظامیہ نے بتایا کہ یہ پردے اور نشستیں ہیں جن پر کبھی کوئی شخص نہیں بیٹھا —— یہ نئے خلیفہ کی پہلی نشست گاہ ہے —— ان کا خیال تھا کہ نیا خلیفہ ان انتظامات سے خوش ہوگا —— اور ان انتظامات کو برقرار رکھ کر ان سے لطف اندوز ہوگا —— حضرت عمر ثانی نے فرمایا:

''مزاحم! یہ سب پردے مسلمانوں کے اموال میں جمع کرا دو۔''

پھر اپنے خچر پر سوار ہو کر واپس چل دیئے —— آگے کیا دیکھتے ہیں کہ نئے

قالین بچھے ہوئے ہیں، جن پر آج تک کوئی نہیں بیٹھا تھا ــــــ یہ بھی نئے خلیفہ کی پہلی نشست کا اہتمام تھا ــــــ آپ نے پاؤں سے قالین الٹ دیا اور براہِ راست چٹائی پر بیٹھ گئے ــــــ مزاحم کو حکم دیا کہ:

''یہ بھی مسلمانوں کے بیت المال میں بھیج دو ــــ ہمیں ان کی حاجت نہیں ہے۔''

یہ بھی اس زمانے کی رسم تھی کہ جس بوتل سے خوشبو اور تیل استعمال کیا گیا ہو وہ سابق خلیفہ کی اولاد کے لئے ہوتی تھی ــــــ نئی بوتل نئے خلیفہ کے لئے ہوتی تھی ــــــ سلیمان بن عبدالملک کے اہل وعیال رات بھر تیل اور خوشبوئیں ایک بوتل سے دوسری بوتل میں منتقل کرتے رہے ــــــ اور نئے نئے کپڑے پہن کر انہیں مستعمل بناتے رہے ــــ صبح ہوئی تو سلیمان کے گھر والوں نے کہا:

''یہ بوتلیں ہماری ہیں اور یہ آپ کی ــــــ یہ کپڑے آپ کے ہیں اور یہ ہمارے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

''یہ کیا ہے؟ اور یہ کیا ہے؟''

انہوں نے کہا:

'یہ مرحوم خلیفہ کے مستعمل کپڑے ہیں ــــــ یہ اس کے استعمال میں آنے والی خوشبوئیں ہیں ــــــ یہ سب چیزیں خلیفہ کی اولاد کے لئے ہیں ــــــ غیر مستعمل کپڑے اور خوشبوئیں بعد والے خلیفہ یعنی آپ کے لئے ہیں۔''

حضرت عمر نے تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا:

''یہ سب کچھ میرے لئے اور سلیمان کے لئے ہے اور نہ ہی تمہارے لئے۔ مزاحم! یہ سب اسلامی بیت المال میں جمع کرا دو ــــ ان میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے ــــــ مزاحم نے حکم کی تعمیل کی اور سب چیزیں بیت المال میں جمع کرا دیں۔''

وزراء نے جب دیکھا کہ خلیفہ تو اپنے لئے کوئی چیز مختص کر ہی نہیں رہا، تو وہ سر جوڑ کر بیٹھے ــــــ اور اپنے دل میں کہنے لگے:

''اللہ کی قسم! جب خلیفہ اپنی ساری چیزیں بیت المال میں جمع کرا رہا ہے تو ہمیں کیا حصہ ملے گا؟ اور ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ ـــــ ان پر پری پیکر اور زہرہ جمال کنیزوں کا حربہ آزمانا چاہیے ـــــ کیونکہ عورتیں شیطان کے ناقابل شکست جال ہیں ـــــ ہوسکتا ہے ان میں سے کسی کے دام میں آجائیں ـــــ پھر تو ہماری عید ہوگی ـــــ تب ہم بھی اپنے دلوں کے ارمان پورے کرسکیں گے۔

انہوں نے آپ کے سامنے مورتیوں ایسی گل بدن اور نازنین کنیزیں پیش کیں ـــــ یہ بھی نئے خلیفہ کا حق تھیں ـــــ حضرت عمر نے انہیں دیکھا تو ایک ایک سے پوچھنے لگے:

''تم کون ہو؟ تم کس کی ملکیت تھیں؟ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟''

آپ کے استفسار پر ہر کنیز اپنی اصلیت بتاتی رہی ـــــ اور یہ کہ وہ کس کی تھی؟ اور کس طرح پکڑی گئی؟ ـــــ آپ ساتھ ہی ساتھ حکم دیتے رہے کہ انہیں باعزت طریقے سے ان کے گھر والوں تک پہنچا دیا جائے ـــــ یہاں تک کہ سب کو رخصت کر دیا۔

وزراء نے حضرت عمر ثانی کا طرز عمل دیکھا تو ان کے دل ٹوٹ گئے ـــــ انہیں پتا چل گیا کہ یہ سب لوگوں کو راہ حق پر چلائیں گے ـــــ اور ہمیں ان سے کچھ نہیں ملے گا ـــــ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عوام اپنے حکمران کے دین پر ہوتے ہیں۔

حضرت عمر تین دن اپنے گھر میں گوشہ نشین رہے ـــــ کسی کو ملاقات کی اجازت نہ تھی ـــــ بنو مروان اور بنو امیہ کے بڑے بڑے لوگ دروازے پر آپ کے منتظر بیٹھے تھے ـــــ وہ یہ دیکھنے کے خواہش مند تھے کہ اس دروازے سے کیا برآمد ہوتا ہے؟ ـــــ انہوں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ سیاست کا رخ بدل چکا ہے ـــــ اور مال و دولت کا حصول ناممکن ہے ـــــ وہ تو اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ لوگوں کے اموال ہمارے درمیان تقسیم کیے جائیں گے ـــــ لیکن اب مایوسی نے انہیں گھیر لیا ـــــ وہ اس انتظار میں تھے کہ خلیفہ اپنے گھر سے نکلیں اور ہم پر ان کی حقیقت کھلے اور معلوم ہو کہ ان

کے عزائم کیا ہیں؟

ایک صبح آپ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے ـــــ اور عوام و خواص سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا ـــــ آپ نے تمام رعایا کو نظامِ مصطفیٰ (ﷺ) پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا جسے لوگوں نے خوب اچھی طرح سمجھ لیا ـــــ ظالموں سے مظلوموں کا حق دلوایا ـــــ کتاب و سنت کے احکام کو زندہ کیا ـــــ عدل و انصاف کا پرچم لہرایا ـــــ دنیا سے بے تعلقی اختیار کی ـــــ اللہ تعالیٰ کی امداد سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ کے لئے وقف کر دیا ـــــ آپ نے عالم باعمل کی زندگی بسر کی ـــــ للہیت میں وقت گزارا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے ـــــ رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ

تبصرہ:

وقت کے حکمران کے راہِ راست پر آتے ہی تمام امت مسلمہ سدھر گئی ـــــ جب شاہانِ وقت اور حکمران سیدھے ہو جائیں تو رعایا بھی صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتی ہے

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز یکتائے روزگار خلیفہ تھے ـــــ جب وہ خلیفہ بنے تو بیت المال لوٹ مار کی آماجگاہ بنا ہوا تھا ـــــ وزراء اور ان کے حواری عوام کے مال میں حصہ دار بن چکے تھے ـــــ آپ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا کیا ـــــ ہر ظلم کا خاتمہ کر کے عدل و انصاف کا معیار قائم کیا ـــــ یہ سب ان کے قوی ایمان اور اللہ تعالیٰ پر بھروسے کا نتیجہ تھا ـــــ اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد کی اور ان کی آرزوئیں پوری کیں ـــــ اسی طرح جو حکمران بھی عوام کا خیر خواہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لئے نصرت و امداد کے دروازے کھول دیتا ہے ـــــ اور اس کا مددگار اور یاور ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا کہ حکمرانوں کے مشیر اور حاشیہ بردار فساد کی جڑ ہیں ـــــ اور ان کا مقصد سوائے جاہ و مال کے کچھ نہیں ـــــ تو ان کے حزن و ملال کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا ـــــ انہوں نے مزاحم کو فرمایا:

''میرا گمان ہے کہ کاروبارِ خلافت چلانے کے لئے کوئی معاون نہیں ملے گا!''

مزاحم نے جواب میں ایسی بات کہی جس سے حضرت عمر کا سب دکھ کافور ہو گیا۔

اس نے کہا:

''امیر المؤمنین! آپ کی حیثیت ایک بازار کی سی ہے ——— اور بازار میں وہی مال لایا جاتا ہے جو اس کے لائق ہوتا ہے۔

یہ حضرت عمر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق اور اخلاص کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے وزیر اور معاون عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور محبوب کاموں میں ان کے دست و بازو بنے۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (۲)

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔''

(سیرت عمر بن عبدالعزیز ——— ابن عبدالحکم ——— بتصرف)

---

۱ عمر بن عبدالعزیز:
ابن مروان قریشی اموی کی کنیت ابو حفص تھی، پیکر صلاح و تقویٰ، پانچویں خلیفۂ راشد، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور وہاں کے امیر بنے، سلیمان بن عبدالملک نے ان کے تقویٰ اور نیکی کو دیکھتے ہوئے انہیں اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا، آپ کی مدت خلافت طویل نہیں تھی، کہا گیا ہے کہ انہیں معرّہ کے قریب دیر سمعان میں زہر دیا گیا، اڑھائی سال خلیفہ رہے، عدل، ایثار اور مسلمانوں کی خدمت کے سلسلے میں ان کے بہت سے واقعات ہیں، انہیں ''اشجُ بنی امیة'' (بنو امیہ کا پختہ ارادے والا) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۱ھ میں وفات ہوئی - رحمہ اللہ تعالیٰ

۲ مزاحم: حضرت امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ غلام تھے، ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے فوت ہوئے، حضرت عمر ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کے معترف تھے۔

۳ سلیمان بن عبدالملک بن مروان، اموی خلیفہ تھا، دمشق میں پیدا ہوا، اپنے بھائی کی وفات کے دن خلیفہ بنا، عقل مند، فصیح اور فتوحات کا شائق تھا، اس کے دور میں جرجان اور طبرستان فتح ہوا - ۹۹ھ میں حلب اور معرۃ النعمان کے درمیان دابق میں فوت ہوا۔

صاحب اقتدار صحابہ کرام کا زہد

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مقرر کردہ امراء اور عاملوں کو چیک کرتے رہتے تھے —— تاکہ ان کی زندگی اور خوشحالی کو ملاحظہ فرماتے رہیں —— اور معلوم ہو کہ وہ عیش و عشرت کی پُر کیف زندگی بسر کرتے ہیں یا زاہدانہ؟ —— اور یہ بھی پتہ چلے کہ وہ مسلمانوں کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟ —— یا انہیں کس حد تک نظر انداز کرتے ہیں؟ —— وقت کے حکمران کی یہ ہمہ وقتی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عاملوں کا کڑا محاسبہ کرتا رہے۔

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا:

''میں نہیں چاہتا کہ آپ اپنی آنکھوں کا پانی بہائیں!''

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم نہ ہو سکا کہ آنکھوں کا پانی بہانے سے ان کی مراد کیا ہے؟ —— حضرت فاروقِ اعظم، مسلمانوں کے وزیر مال ابوعبیدہ کے گھر میں داخل ہوئے تو انہیں کوئی چیز بھی دکھائی نہ دی —— انہوں نے اظہار حیرت کرتے ہوئے فرمایا:

''ابوعبیدہ! تمہارا ساز و سامان کہاں ہے؟۔
مجھے تو سوائے ایک پلیٹ، کمبل اور پرانے مشکیزے کے کچھ دکھائی نہیں دیتا —— حالانکہ آپ امیر ہیں، آپ کے پاس غلہ بھی ہے، ساز و سامان اور مال بھی ہے؟!''

ابوعبیدہ اٹھ کر گئے اور ایک صندوقچی سے روٹی کے چند ٹکڑے نکال کر لے آئے —— امیر اور وزیر ہونے کے باوجود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ کی زاہدانہ زندگی دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے:

''امیر المؤمنین! میں نے آپ سے عرض نہیں کیا تھا؟ کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ میرے گھر اپنی آنکھوں کا پانی بہائیں ـــــ میرے لئے اتنی جگہ کافی ہے، جہاں دوپہر کو تھوڑی دیر ستالیا جائے۔''

فاروق اعظم خود دنیا سے بے تعلق تھے اس کے باوجود فرمایا:

''ابوعبیدہ! تمہارے علاوہ ہم سب کو دنیا نے فریب دیا ہے ـــــ واللہ! دنیا نے ہمیں دامِ فریب میں جکڑ لیا ہے۔''

تبصرہ:(۱)

اسلام کے دورِ اوّل میں اسلامی حکومت کے وزیر مال ایسے ہوتے تھے ـــــ مال ان کی دسترس میں تھا، لیکن انہوں نے بقدر کفایت بھی نہ لیا ـــــ امت مسلمہ نے ان کی اقتدا کی ـــــ انہوں نے قناعت اختیار کی تو عوام بھی قناعت پسند ہو گئے ـــــ اگر وہ بندۂ حرص و ہوس ہوتے تو عوام و خواص بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ـــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب افواج نے مال غنیمت کے انبار لگادیئے ـــــ تو انہیں فوجیوں کی پاکدامنی پر تعجب ہوا ـــــ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''امیر المؤمنین! آپ خود پاکدامن ہیں ـــــ لہٰذا رعایا بھی پاک دامن ہے۔ آپ کا دامن خیانت سے پاک ہے ـــــ لہٰذا آپ کا عملہ بھی خیانت سے تر دامن نہیں ہے۔''

تبصرہ:(۲)

اگر حکمران لالچی ہوں تو رعایا بھی حرص اور لالچ کی خوگر ہوگی۔

رسول اعظم ﷺ کی دعا کی برکت

''اے اللہ! اسے بخش دے ——— اس پر رحم فرما ———
اے اللہ! اسکے دل کو غنا کا گہوارہ بنا دے!''

یہ دعا رسول اللہ ﷺ نے ایک نوخیز لڑکے کے لئے فرمائی ——— وہ بنو ابذی کے وفد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اراکین وفد نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس اپنے مالوں کی زکوٰۃ لے کر آئے ہیں۔''

فرمایا: تم نے اسے اپنے فقراء میں کیوں تقسیم نہیں کیا؟

کہنے لگے: ''ہم وہی مال لائے ہیں جو ہمارے فقراء سے بچ گیا تھا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کہنے لگے:

''یارسول اللہ! میں نے ایسا وفد کوئی نہیں دیکھا!''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ وفد کئی دن نبی اکرم ﷺ کے پاس مہمان رہا ——— آپ نے اسے بھی دوسرے وفود کی طرح تحفے تحائف عنایت فرمائے۔''

ایک دن ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی باقی بھی ہے؟!(1)

کہنے لگے: ایک نوخیز بچہ ہے، جسے ہم اپنے کجاووں کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔

فرمایا: اسے ہمارے پاس بھیج دو! ——— وہ بچہ حاضر ہوا تو آپ نے اسے بھی وہ تحائف عطا کئے جو وفد کو عطا فرمائے تھے ——— لڑکے نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمائے ——— اور میرے دل کو دولتِ غنا سے مالا مال فرما دے۔''

---

(1) سرکارِ دو عالم ﷺ کی وسعتِ نظر بھی دیکھئے اور لطف و کرم کی بارش بھی ملاحظہ کیجئے! کہ ایک بچے کو بھی محروم کرم نہیں فرمایا، اور اس بچے کی خوش قسمتی کا بھی اندازہ کیجئے! سبحان اللہ وبحمدہ (۱۲ اشرف قادری)

نبی اکرم ﷺ نے دعا کی:

''اے اللہ! اسے بخش دے۔۔۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما! ۔۔۔ اے اللہ! اس کے دل کو غنا سے معمور فرما۔''

دوسرے سال پھر وہ وفد نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔

انہوں نے عرض کیا: ''ہم بنوابذی ہیں جو اس سے پہلے بھی آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کرچکے ہیں۔''

فرمایا: اس لڑکے کا کیا حال ہے؟ جو تمہارے ساتھ تھا۔

انہوں نے عرض کیا: ''اللہ کی قسم! وہ ہم سب سے زیادہ دنیا سے بے نیاز اور آخرت کی رغبت رکھنے والا ہے۔۔۔ وہ ہمیں ہمارے دین کی یاد دلاتا رہتا ہے۔۔۔ یہاں تک کہ اگر لوگ دنیا کا مال آپس میں تقسیم کریں تو وہ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہر تعریف اللہ کریم کے لئے ہے۔۔۔ ہمیں امید ہے کہ وہ بڑے اطمینان قلب کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگا۔''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم میں سے ہر شخص اطمینانِ قلبی کے ساتھ فوت نہیں ہوگا؟''

فرمایا: عام آدمی کی خواہشات اور تفکرات دنیا کی وادیوں میں بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔۔۔ قبل اس کے کہ ان میں سے کسی وادی میں اس کا آخری وقت آجائے۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات کی پروانہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا ہے؟[۲]

(اخلاق العلماء۔۔۔ از سلیمان، بتصرف)

---

(۲) حدیث شریف کے کلمات کا ترجمہ یہ ہے: جو شخص تمام غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنا دے، اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے غم کے لئے کفایت کرے گا اور جس شخص کے غم دنیا کے احوال میں بکھر جائیں تو اللہ تعالیٰ پروانہیں فرمائے گا کہ وہ دنیا کی کس وادی میں ہلاک ہوا ہے؟۔۔۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے ص نمبر ۲۵۷ پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا، اس کی سند میں گفتگو ہے، تاہم دنیا سے تعلق کی مذمت اور اس سے بچنے کی تلقین پر احادیث متفق ہیں۔

قید خانے میں تصنیف وتالیف

ہم نے سنا ہے کہ امام شمس الائمہ سرخسی ؒ نے بادشاہ وقت کو ایک نصیحت کی ——
اس نے برہم ہو کر انہیں ایک کنوئیں میں قید کر دیا —— امام کے شاگرد کنوئیں پر بیٹھ جاتے —— اور جو کچھ وہ ارشاد فرماتے اسے لکھتے جاتے —— اس عظیم ابتلا پر صبر کرتے ہوئے کنوئیں میں وقت بسر کرتے رہے —— یہ قید اور سزا انہیں علم کی اشاعت اور تالیف سے نہ روک سکی —— ان کے پاس کوئی کتاب تو تھی نہیں —— وہ اپنی یادداشت کی بنا پر لکھواتے رہے —— انہوں نے فقہ حنفی کی مشہور اور معتمد کتاب ''مبسوط سرخسی'' اسی حال میں لکھوادی —— یہ کتاب حاکم شہید کی ''الکافی'' کی شرح ہے —— یہ پندرہ جلدوں پر مشتمل اور متقدمین احناف کی کتابوں کا خلاصہ ہے —— قید و بند کی صعوبتیں اور تکالیف انہیں اشاعتِ علم کے جذبے سے نہ روک سکیں۔

اسی لئے جب وہ عبادات کی شرح سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

''اس جگہ واضح ترین معانی اور مختصر ترین الفاظ کے ساتھ عبادات کی شرح ختم ہوئی اسے اُس شخص نے لکھوایا جو جمعوں اور جماعتوں سے روک دیا گیا ہے۔''

اور جب اقرار کی شرح کے آخر میں پہنچے تو ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے فرمایا:

''اقرار کی شرح ختم ہوئی، جو اسرارِ معانی پر مشتمل ہے، یہ اس شخص نے لکھوائی جو اشرار کی جیل میں قید ہے۔''

کنوئیں میں سے جو کتابیں انہوں نے لکھوائیں ان میں سے ایک امام محمد بن حسن شیبانی کی ''سیر کبیر'' کی شرح —— اور اصول الفقہ کی کتاب ہے جو اصول سرخسی کے نام سے مشہور و معروف ہے، اور چھپ چکی ہے —— جب ''باب الشروط فی السیر'' تک پہنچے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہائی مل گئی۔

آپ کو رہا کر دیا گیا، آپ کنوئیں سے نکل آئے ـــــ لیکن علم کی اشاعت اور تالیف کا جذبہ سرد نہیں ہوا ـــــ چنانچہ فرغانہ چلے گئے ـــــ وہاں کے امیر حسن نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور بھرپور عزت افزائی کی ـــــ اسے پتا چل گیا کہ آپ کا تمام تر سرمایہ علم دین کی خدمت و اشاعت ہے ـــــ اس نے آپ کے لئے علمی مجالس کا اہتمام کیا اور طلباء فراہم کیے ـــــ آپ نے کنوئیں میں جن کتابوں کے لکھوانے کا آغاز کیا تھا، انہیں مکمل کیا ـــــ رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ ـــــ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ سے راضی ہو۔

تبصرہ:

تاریخ اسلام کے دورِ اوّل میں ایسے سراپا اخلاص علماء تھے، جن کے پیشِ نظر بلند و بالا مقصد، اشاعتِ علم کے علاوہ کچھ نہ تھا ـــــ اگرچہ انہیں اس سلسلے میں تکلیفوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں امام سرخسی بھی تھے جن کا ابھی ذکر ہوا ـــــ کنوئیں کی گہرائی میں قید بھی ان کے عزم اور استقلال کا رخ نہ بدل سکی ـــــ وہ لکھواتے رہے اور شاگرد لکھتے رہے ـــــ جیسے وہ قید خانہ نہیں، بلکہ جامع مسجد کا حلقۂ درس ہو ـــــ یہی وہ بلند ہمت لوگ تھے جو علم کا اجالا پھیلانے میں پوری طرح مخلص تھے ـــــ عالم اگر دنیا میں علم کی اشاعت نہیں کرتا، خلق خدا کو خالص نصیحت اور راہنمائی نہیں کرتا تو اس کی زندگی کا فائدہ ہی کیا ہے؟ ـــــ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق اور امداد عطا فرمائے اور ایسے کاموں پر ثابت قدمی عطا فرمائے جو اسے راضی کریں۔

(الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ، للعلامۃ عبدالحی لکھنوی، بتصرف)

(۱) محمد بن احمد بن سھل، ابوبکر، شمس الائمہ سرخسی، اکابر احناف میں سے تھے، خراسان کے موضع سرخس کے رہنے والے تھے، ان کی مشہور ترین کتاب ''مبسوط'' اور ''اصولِ سرخسی'' ہے، خاقان (بادشاہ) کو ایک نصیحت کرنے کے سبب کنوئیں میں قید کیے گئے، رہائی کے بعد فرغانہ میں رہے اور ۴۸۳ھ میں فوت ہوئے۔۱۲۔ الاعلام: ۳۱۵/۵

نبی اکرم ﷺ کی چلتی پھرتی تصویریں

یہ متعدد حضرات تھے جو شکل وصورت میں نبی اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے

—— بعض حضرات کو چال ڈھال میں مشابہت کا شرف حاصل تھا۔

① سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھنے والی ہستی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں —— ان کی چال نبی اکرم ﷺ سے بہت ملتی جلتی تھی۔

② حضرت قابس بن ربیعہ ابن مالک —— نبی اکرم ﷺ سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور یہ بات لوگوں میں مشہور تھی —— حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں ایک شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہت رکھتا ہے —— انہوں نے بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ اس شخص کو عزت واحترام کے ساتھ میرے پاس بھجوائیں —— جب وہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کی مشابہت کا احترام کرتے ہوئے امیر معاویہ اپنی چارپائی سے اترے، کئی قدم چل کر ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا —— اور ایک قطعۂ زمین ان کے نام الاٹ کر دیا۔

③ حضرت علی مرتضیٰ کے صاحبزادے حضرت حسن مجتبیٰ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما —— آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب انہیں بہلاتی تھیں تو کہا کرتی تھیں:

وَبِاَبِیْ شِبْهُ اَبِیْ —— غَیْرُ شَبِیْهٍ[2] بِعَلِیّ

"میرے والد ماجد ﷺ (کے رب) کی قسم! یہ میرے والد کے مشابہ ہیں —— علی مرتضیٰ کے مشابہ نہیں ہیں۔"

حضرت حسن مجتبیٰ اپنے والد ماجد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

④ حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلب[2] (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) —— حضرت عباس ان

کے بچپن میں انہیں کھلاتے ہوئے کہا کرتے تھے:

اَیَابُنَیَّ اَیَاقُثَمْ اَیَاشَبِیْهَ ذِی الْکَرَمْ

''بیٹے!۔۔۔۔۔اے قثم!۔۔۔۔۔اے تصویر سراپا لطف و کرم!''

⑤ حضرت محمد بن جعفر بن ابی طالب [۳] (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اپنے والد حضرت جعفر کی طرح نبی اکرم ﷺ کا عکس جمیل تھے۔

⑥ حضرت مغیرہ ابن حرث ابن عبدالمطلب [۴] ان کی کنیت ابوسفیان تھی۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی شب پیدا ہوئے۔۔۔۔۔ اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی تصویر تھے۔

⑦ حضرت عبداللہ ابن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب [۵] یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم ﷺ کی شبیہ تھے۔

⑧ حضرت سائب بن عبد یزید بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔

یہ حضرات ظاہری صورت میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔۔۔۔۔ بعض حضرات رنگ میں، بعض اخلاق میں اور بعض چال میں گہری مشابہت رکھتے تھے اور اس معاملے میں معروف بھی تھے۔

(المحبّر۔۔۔۔۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

ا۔ حضرت حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور پھول ہیں ۳ھ ماہ شعبان کے وسط میں پیدا ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں ہمارے بیٹے اور ہمارے نواسے ہیں، اے اللہ! ان سے محبت فرما، ان سے محبت رکھنے والے سے محبت فرما، مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی تو اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا: میرے والد (کے رب) کی قسم. یہ نبی اکرم ﷺ کے مشابہ ہیں، رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو حسنین کریمین ﷺ آپ کی پشت پر چڑھ جاتے، آپ انتظار فرماتے اور ان کے لئے سجدہ دراز فرما دیتے، پھر فرماتے: تمہاری سواری اچھی

سواری ہے اور تم بھی اچھے سوار ہو۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہمارا یہ بیٹا سردار ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرائے گا۔ امام حسن ﷜ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

۲۔ قثم بن عباس: ان کی والدہ ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، یہ نبی اکرم ﷺ کے بہت مشابہ تھے، ان کی ولادت کے بارے میں اختلاف ہے، سمرقند کی طرف جہاد کے لئے گئے اور شہید ہو گئے۔

۳۔ محمد بن جعفر بن ابی طالب: تاریخ اسلام میں سب سے پہلے ان کا نام محمد رکھا گیا، نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں پیدا ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سیدہ ام کلثوم بنت علی سے نکاح کیا، تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

۴۔ مغیرہ ابن حارث بن عبدالمطلب: یہ صحابی ہیں اور حضرت ابوسفیان بن حرث کے بھائی ہیں، رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی شب پیدا ہوئے۔

۵۔ عبداللہ ابن نوفل بن حارث: جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں گھٹی دی اور ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا، ثقہ تھے اور ان کی نیکی ظاہر و باہر تھی ۸۴ھ میں عمان میں فوت ہوئے۔

کمانڈر ان چیف صحابی کی تواضع

حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دس خوش نصیب صحابۂ کرام میں سے ایک تھے جنہیں زبانِ رسالت سے جنت کی بشارت دی گئی ——— اس دور کا ایک یادگار واقعہ جب وہ اسلامی افواج کے کمانڈر ان چیف تھے۔

شاہِ روم نے حضرت ابوعبیدہ کو پیغام بھیجا:

''ہم آپ کے پاس ایک نمائندہ صلح کا پیغام دے کر بھیجنا چاہتے ہیں ——— وہ آپ کو انصاف کی دعوت دے گا ——— اگر آپ قبول کریں تو امید ہے کہ آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہتر ہوگا ——— اور اگر قبول نہ کریں تو اس میں ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ہی کا نقصان ہے۔''

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: جسے چاہو بھیج دو!

انہوں نے ایک دراز قد، سرخ رنگ اور نیلگوں آنکھوں والے شخص کو بھیجا ——— جب وہ مسلمانوں کے قریب آیا تو اسے کمانڈروں کا رعب اور دبدبہ رکھنے والا کوئی شخص نظر نہ آیا ——— وہ امتیازی وضع قطع نہ رکھنے کے سبب حضرت ابوعبیدہ کو پہچان نہ سکا ——— اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ابوعبیدہ ان میں موجود بھی ہیں یا نہیں۔

آخر مجبور ہو کر اس نے پوچھا:

اے گروہِ عرب! تمہارے کمانڈر کہاں ہیں؟

اسے بتایا گیا کہ یہ جو تمہارے سامنے موجود ہیں، یہی کمانڈر ہیں ——— اس نے دیکھا کہ ابوعبیدہ زرہ پہنے ہوئے بیٹھے ہیں ——— ان کے ہاتھ میں تیر ہیں جنہیں وہ الٹ پلٹ کر رہے ہیں ——— وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے ——— ان کے پاس کوئی خادم تھا اور نہ ہی سیکورٹی کا کوئی انتظام تھا ——— کمانڈروں کا خصوصی امتیازی نشان بھی ان کے

کندھوں پر سجا ہوا نہیں تھا۔

نمائندے نے پوچھا: آپ ان کے کمانڈر ہیں؟

فرمایا: ہاں!

اس نے کہا: آپ زمین پر کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ ـــــ اگر آپ گدے یا قالین پر بیٹھے ہوتے تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا مقام کم ہو جاتا؟ ـــــ یا وہ اپنی نوازشیں کم کر دیتا؟

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیا نہیں فرماتا ـــــ میں تمہیں سچ سچ بتاتا ہوں ـــ آج میری ملکیت میں صرف ایک گھوڑا ہے، تلوار ہے یا چند دوسرے ہتھیار ہیں ـــــ کل مجھے خرچ کے لئے کچھ رقم کی ضرورت تھی، جو میں نے اپنے بھائی معاذ بن جبل سے قرض لے کر پوری کی ـــــ اگر میرے پاس گدا یا قالین موجود بھی ہوتا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس پر بیٹھ جاتا اور اپنے اس بھائی کو زمین پر بٹھا دیتا جس کا مرتبہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھ سے بہتر ہو ـــــ ہم اللہ کے بندے ہیں، زمین پر چلتے ہیں ـــــ اسی پر کھاتے پیتے ہیں اور اسی پر سوتے ہیں ـــــ اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارا درجہ کم نہیں ہو جاتا ـــــ بلکہ ہمارے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور ہمارے درجے بلند ہوتے ہیں۔

اچھا بتاؤ! کس مقصد کے لئے آئے ہو؟''

(صفۃ الصفوۃ ـــــ ابن جوزی کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھا سلف صالحین کا انصاف ـــــ اس دور میں حکمران ایسا انداز اختیار نہیں کرتے تھے کہ عوام سے ممتاز دکھائی دیں ـــــ وہ اجر و ثواب میں دلچسپی رکھتے تھے ـــ

یہاں تک کہ معاملات میں عوام کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے ——— دیکھئے جب سرزمین حجاز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط واقع ہوا (۱) تو بھوک کی وجہ سے ان کے پیٹ میں گڑگڑ کی آواز پیدا ہوئی ——— انہوں نے اپنے پیٹ پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

''اے پیٹ! تو ضرور مر جائے گا، جب تک مدینہ طیبہ میں گھی اوقیہ کے حساب سے (مہنگا) فروخت ہوتا رہے گا۔''

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! غور فرمائیں ان کے پاس مسلمانوں کے کثیر اموال تھے، اس کے باوجود وہ کس قدر تواضع پسند اور دنیا سے بے رغبت تھے؟ ——— وہ حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے ——— ایک شعبے کے سربراہ کے پاس صرف ایک دن کی خوراک ہوتی تھی ——— اس کے گھر میں کپڑے دھونے کے برتن، نمدہ اور چغہ کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا ——— اس کے باوجود وہ دن رات مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے ——— یہ وہ لوگ ہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے مدرسہ سے فارغ ہو کر نکلے ——— انہوں نے ایک دنیا کو فتح کیا ——— تختوں کو سرنگوں کیا اور عدل و انصاف کی حکومت قائم کی۔

(الریاض النضرۃ اور فتوح الشام کسی قدر تصرف کے ساتھ)

نوٹ:۔ اسلامی افواج کے کمانڈران چیف پروردۂ بارگاہِ رسالت تھے ——— ان کی بے نفسی اور تواضع کا تذکرہ آپ سطور بالا میں پڑھ چکے ہیں ——— حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جن کا نام سن کر قیصر و کسریٰ کانپ جایا کرتے تھے ——— کاش آج کے فوجی جرنیل ان بزرگوں کے نقوشِ پا کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنالیں ——— شرف قادری

(۱) یہ قحط ۱۷ھ میں واقع ہوا، دیکھئے تاریخ الخلفاء، اس سال کا نام عام الرمادۃ رکھا گیا یعنی قحط سالی کے سبب لوگوں کے چہرے دھندلا گئے تھے۔

فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جری
علم میں سب سے کم

دورِاول کے علماء سے فتویٰ طلب کیا جاتا تو وہ دوسروں کے پاس بھیج دیتے تھے ـــــ اور خود اس وقت فتویٰ دیتے جب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہ جاتا ـــــ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''تم میں سے جو شخص فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جری ہو، وہ سب سے زیادہ آگ پر جرأت کرنے والا ہے۔''[1]

سلف صالحین فتویٰ دینے سے گھبراتے تھے اور خوف زدہ ہوتے تھے ـــــ اس لئے استفتاء دوسروں کے پاس بھیج دیتے تھے۔

حضرت عُمیر بن سعید[2] سے روایت ہے کہ میں نے ایک مسئلہ حضرت علقمہ[3] سے پوچھا ـــــ انہوں نے فرمایا: فلاں فقیہ کے پاس جاؤ ـــــ ان کے پاس گیا تو انہوں نے ایک تیسرے فقیہ کے پاس بھیج دیا ـــــ جس کے پاس جاتا وہ کسی اور فقیہ کے پاس بھیج دیتا ـــــ یہاں تک کہ میں پھر حضرت علقمہ کے پاس پہنچ گیا اور انہیں ماجرا بیان کیا ـــــ انہوں نے فرمایا: عُمیر! اس بات پر تعجب نہ کرو کہ یہ فقہاء استفتاء ایک کے بعد دوسرے کے پاس بھیج دیتے ہیں ـــــ بزرگ فقہاء کہا کرتے تھے:

جو شخص فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جرأت کرنے والا ہو جان لو کہ وہ سب سے کم علم ہے۔

اسی لئے سلف صالحین صحابہ اور تابعین فتویٰ دینے کو ناپسند کرتے تھے ـــــ استفتاء دوسروں کے پاس بھیج دیتے تھے ـــــ تاکہ وہی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں ـــــ لیکن جب یہ ذمہ داری ان کے سر آ جاتی اور دوسرا کوئی راستہ نہ ہوتا تو وہ ڈرتے ہوئے فتویٰ صادر کرتے تھے ـــــ ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ کاش کوئی دوسرا اس ذمہ

داری کو قبول کر لیتا ــــــ بعض فقہاء مثلاً امام شافعی اپنے فتوے سے رجوع کر لیتے تھے ــــــ انہوں نے اکثر و بیشتر اپنے قدیم اقوال سے رجوع کیا ہے ــــــ اسی طرح امام عز الدّین ابن عبدالسلام نے ایک دن ایک فتویٰ دیا، پھر انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے فتویٰ دینے میں غلطی کی ہے ــــــ انہوں نے مصر میں اعلان کرا دیا:

''میں نے خطا کی ہے ــــــ میں نے حق کی طرف رجوع کیا ــــــ اور حق میرے فتوے کے خلاف تھا۔''

(اعلام الموقعین ــــــ بتصرف)

تبصرہ:

اللہ تعالیٰ ان سراپا اخلاص اور طیب و طاہر روحوں پر رحم فرمائے جو سرچشمۂ ایمان سے بار بار سیراب ہوئیں ــــــ کسرنفسی ان کا شیوہ تھا ــــــ وہ حق کی طرف رجوع کرنے سے گریز کرتے تھے اور نہ ہی شرماتے تھے ــــــ کیونکہ ان کا مقصود حق ہی ہوتا تھا جہاں بھی ہوتا ــــــ جس مسئلے کا انہیں علم نہ ہوتا صاف کہہ دیتے میں نہیں جانتا ــــــ انہیں جھوٹی عزت گناہ پر نہیں ابھارتی تھی ــــــ وہ زبان حال سے کہتے تھے:

''اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور ہمیں اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما ــــــ اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی طاقت عطا فرما۔''

---

(۱) اس حدیث کو امام دارمی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن جعفر سے مرسلاً روایت کیا، امام سیوطی اسے جامع میں نمبر ۱۸۳ پر اور امام عجلونی نمبر ۱۱۳ پر لائے ہیں۔

(۲) ابو یحییٰ عُمیر بن سعید نخعی صہبانی کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت علی مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، ان سے امام شعبی اور ابوحصین روایت کرتے ہیں، ابن حبان نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔ ۱۰۷ھ میں فوت ہوئے، ابن سعد نے فرمایا: ۱۱۵ھ میں وفات پائی۔

(۳) حضرت علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی ہمدانی کی کنیت ابوشبل تھی، وہ تابعی اور عراق کے فقیہ تھے، طور طریقہ اور فضیلت میں حضرت ابن مسعود کے مشابہ (اور ان کے شاگرد) تھے، نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے، صحابۂ کرام سے حدیث روایت کی اور ان سے بہت سے محدثین نے حدیث روایت کی، صفین میں حاضر ہوئے اور ۶۲ھ کوفہ میں فوت ہوئے۔ ۱۲ الأعلام: ۲۴۸/۴۔

علماء کی رحلت اور علم کا خاتمہ

لازم وملزوم ہیں

صحیح بخاری اور مسلم شریف میں حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[1] نے انہیں فرمایا:

میرے بھانجے! مجھے اطلاع ملی ہے کہ عبداللہ ابن عمرو[2] ہمارے پاس سے گزر کر حج کے لئے جارہے ہیں ـــــ تم ان سے ملو اور احادیث مبارکہ کے بارے میں ان سے دریافت کرو ـــــ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بہت علم حاصل کیا ہے ـــــ اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے ان احادیث کے بارے میں سوال کرنا جو وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث بیان کیں ـــــ ان میں ایک حدیث یہ تھی:

1. بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس علم کو سلب نہیں فرمائے گا ـــــ لیکن علماء کو قبض فرمائے گا تو ان کے ساتھ علم بھی اٹھالے گا ـــــ لوگوں میں جاہل سرکردہ لوگ رہ جائیں گے ـــــ جو علم کے بغیر فتویٰ دیں گے ـــــ وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔(۱)

حضرت عروہ فرماتے ہیں: جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اس بات کو بعید جانا اور اس کا انکار کیا ـــــ انہوں نے فرمایا: کیا عبداللہ ابن عمرو نے تمہیں یہ بیان کیا کہ انہوں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ

---

(۱) یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے، اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے روایت کیا، اس حدیث کی بہت سی روایات ہیں، جو معنی میں متفق ہیں، دیکھیے جامع الاصول لابن اثیر، تحقیق عبدالقادر ارناؤوط ج ۸ ص ۳۴۔

سے سنی ہے؟ —— حضرت عروہ نے کہا: جی ہاں! —— آیندہ سال حضرت عائشہ نے مجھے فرمایا:

''ابن عمرو آئے ہیں —— تم ان سے ملاقات کرو اوران سے علم کے بارے میں وہ حدیث دریافت کرو جوانہوں نے گزشتہ سال تمہیں بیان کی تھی۔''

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے وہ حدیث اسی طرح بیان کی جس طرح پہلے بیان کی تھی —— جب میں نے یہ بات سیدہ عائشہ کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ انہوں نے سچ ہی بیان کیا ہے —— کیونکہ انہوں نے کمی بیشی کے بغیر بعینہ وہ حدیث بیان کی ہے —— امام بخاری کی ایک روایت کا ترجمہ یہ ہے: وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

اللہ کی قسم! عبداللہ نے حدیث یاد رکھی۔ واللہ! انہوں نے حدیث صحیح یاد رکھی

(أعلام الموقعین —— بتصرف)

تبصرہ:

باعمل اور پیکر اخلاص علماء بہت کم ہیں، جنہوں نے اپنی عمریں علم کے حاصل کرنے اور پھیلانے میں صرف کیں —— صرف دمشق میں چالیس سے زیادہ ایسے باعمل علماء تھے جو سلف صالحین کے طریقے کے مطابق علم کی اشاعت کرتے تھے —— ان کے سردار محدث اکبر شیخ محمد بدرالدین حسنی[3] سید محمد بن جعفر کتانی[4] اوران جیسے دیگر علماء تھے۔

میرے استاد علامہ شیخ صالح اسعد حمصی[5] رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیان کیا کہ میں دمشق کی دوسری جامع مسجدوں کا ذکر نہیں کرتا —— میں نے صرف جامع بنی اُمیہ میں

علم کے تینتالیس حلقے دیکھے ہیں ـــــــ اِس وقت گنتی کے صرف چند حلقے رہ گئے ہیں ـــــــ جہالت سے کنارہ کشی اور علم کا حصول اللہ تعالیٰ کی امداد ہی سے ہو سکتا ہے ـــــــ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آخرزمانہ میں عبادت گزار، جاہل اور عالم، فاسق ہوں گے۔[6]

---

[1] ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت ام رومان بنت عامر بن عویمر کنانی ہیں، حضرت عائشہ اعلانِ نبوت کے چار سال بعد پیدا ہوئیں، حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر سات (بلکہ چھ سال تھی، دیکھئے بخاری شریف ج اص ۵۵۱، ۲۱ شرف قادری) سال تھی، رخصتی ۱ھ ماہ شوال میں نو سال کی عمر میں ہوئی، نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی، ان کے بھانجے عبداللہ ابن زبیر تھے، ان کی نسبت سے حضرت عائشہ کی کنیت ام عبداللہ تھی، آپ فقیہ ترین لوگوں میں سے تھیں، جمال اور ذکاوت سے موصوف تھیں، نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں محبوب ترین ام المؤمنین ہیں، دس صفات میں دیگر امہات المؤمنین سے ممتاز ہیں، زاہدہ تھیں، کثرت سے روزے رکھا کرتی تھیں، نبی اکرم ﷺ سے کثیر احادیث روایت کیں، مدینہ منورہ میں منگل کی رات سترہ رمضان المبارک ۵۸ھ میں رحلت فرمائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

[2] حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص مکی، عابد وزاہد جلیل القدر صحابی ہیں، اپنے والد سے پہلے اسلام لائے، عبادت بکثرت کیا کرتے تھے، جنگوں اور غزوات میں حاضر ہوتے رہے، یرموک کے دن اپنے والد کا جھنڈا اٹھایا ۶۵ھ میں رحلت ہوئی، اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ رحلت ہوئی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[3] اپنے زمانے کے محدث الشام علامہ محمد بدرالدین حسنی مراکشی مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ دمشق میں پیدا ہوئے، صحیح بخاری اور مسلم شریف سندوں سمیت زبانی یاد کیں اور متون کے تقریباً بیس ہزار اشعار یاد کئے، پھر عبادت اور تدریس کے لئے ریز رو ہو گئے، متقی، پرہیزگار، بکثرت روزے رکھنے والے اور دنیا سے دور تھے، بیک وقت حکمرانوں اور عوام اہل شام میں ان کا مقام بلند تھا، دمشق میں ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں دار آخرت کی طرف رحلت ہوئی۔

[4] مؤرخ، محدث، کثیر التصانیف عالم سید محمد جعفر کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو دفعہ حجاز شریف کی طرف رحلت کی، پھر دمشق منتقل ہو گئے اور وہاں ۱۳۴۵ھ تک مقیم رہے، اس کے بعد مغرب چلے گئے اور اسی سال وفات پائی تقریباً ساٹھ کتب کے مصنف ہیں۔

۵۔ شیخ صالح بن شیخ اسعد حمصی دمشق میں ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے، بچپن سے تحصیل علم میں مشغول ہوئے، اپنے دور کے اکابر علماء مثلاً شیخ بکری عطار، شیخ احمد حلبی، شیخ محمد مینی اور شیخ حطانی کے آگے زانوئے تلمذ طے کئے، شیخ عطاء اللہ الکسم، شیخ محمد بدرالدین حسنی، سید محمد جعفر کتانی اور شیخ عبدالحکیم افغانی کے پاس تکمیل کی اور علوم میں بلند مقام حاصل کیا، ان کے مشائخ خاص طور پر شیخ عطاء اللہ الکسم نے ان کی فضیلت کی گواہی دی، پھر انہوں نے مدارس، مساجد میں اور اپنے گھر پر علوم کی تدریس شروع کی اور تقریباً چالیس سال تک اس وظیفے کو ادا کرتے رہے، دور اول کے بزرگوں کی طرح بڑے خوددار تھے، عوامی اجتماعات اور خصوصی محافل سے الگ تھلگ رہے، عبادت وذکر میں بلند ہمت کے مالک تھے۔ مخلوق خدا سے میل جول اور جفاکشی میں اخلاق محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے حامل تھے، فقہ حنفی کے علوم، اصول فقہ اور تصوف میں راقم الحروف (شیخ سید محمد صالح فرفور) میرے بھائی علامہ عبدالوہاب دبس وزیت رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ شیخ محمد سعید برہانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء نے ان سے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء میں وفات پائی اور دحداح میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

٦۔ اس حدیث کو امام سیوطی وغیرہ نے روایت کیا اور اس کے صحیح ہونے کا اشارہ دیا، البتہ امام مناوی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے، تاہم چونکہ اس کا ضعف شدید نہیں ہے اس لئے فضائل میں مقبول ہے۔

تیرے پیٹ کا بچہ، اللہ تعالیٰ کے سپرد

ایک دن امیر المؤمنین عمر بن خطاب تشریف فرما تھے ــــــ مختلف لوگ ان کے پاس سے گزر رہے تھے ــــــ اتنے میں ایک شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ گزرا ــــــ حضرت فاروق اعظم نے اسے فرمایا: بندۂ خدا! تم دونوں کے درمیان تو اتنی مشابہت ہے کہ دو کوؤں کے درمیان بھی نہیں ہوتی ــــــ اس نے کہا:

'امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کی قسم! اسے اس کی ماں نے اپنی وفات کے بعد جنم دیا''

فاروق اعظم کو تعجب ہوا، آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: بتاؤ کیا واقعہ پیش آیا تھا؟

اس نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جانے لگا تو اس کی ماں امید سے تھی ــــــ اور بچے کی پیدائش کا وقت قریب تھا ــــــ اس نے مجھے کہا کہ میں حاملہ ہوں، آسانی کے ساتھ چل پھر بھی نہیں سکتی ــــــ اس حال میں آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں؟

میں نے کہا:

جو بچہ تیرے پیٹ میں ہے، اسے میں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔

میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گیا ــــــ جب واپس آیا تو میرا دروازہ بند تھا۔

میں نے پوچھا کہ دروازہ کیوں بند ہے؟ ــــــ اور میری بیوی کہاں گئی؟

لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ فوت ہو گئی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے ــــــ میں اس کی قبر پر گیا اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھا رہا ــــــ رات کے وقت میں اپنے چچا کے بیٹوں کے پاس بیٹھا ہوا اس مرحومہ کی عفت و پاکبازی، تقویٰ اور دین داری

کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا ـــــ سامنے ہی اس کی قبر تھی ـــــ اچانک مجھے قبروں کے درمیان آگ دکھائی دی۔

میں نے چچازاد بھائیوں سے پوچھا کہ یہ آگ کیسی ہے؟

انہوں نے بتایا کہ یہ تو تمہاری بیوی کی قبر پر ہر رات دکھائی دیتی ہے ـــــ میں نے کہا: انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ـــــ اللہ کی قسم! وہ بکثرت روزے رکھنے والی، نوافل ادا کرنے والی، پاکباز اور طیبہ طاہرہ تھی ـــــ اللہ کی قسم! میں ضرور اس کی قبر کھودوں گا ـــــ اور اس کا حال دیکھ کر رہوں گا۔

میں نے کدال لیا اور اس کی قبر کے پاس آیا ـــــ وہاں جو حیرت انگیز منظر دیکھا اس نے مجھ پر سکتہ طاری کر دیا ـــــ کیا دیکھتا ہوں؟ کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور یہ بچہ اپنی ماں کی میت کے پاس کھیل رہا ہے۔

کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا:

''تم نے اپنی امانت اللہ تعالیٰ کے سپرد کی تھی ـــــ اگر اس کی ماں کو بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تو دونوں کو محفوظ پاتے۔''

جناب! میں نے بیٹے کو اٹھالیا ـــــ اور قبر خود بخود بند ہو گئی۔

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ وہی بچہ ہے جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ـــــ حضرت فاروق اعظم کو تعجب ہوا اور ہر ممکن پر قدرت رکھنے والے اللہ کریم کی قدرت پر ان کا یقین مزید مضبوط ہو گیا۔[1]

(المحاسن والمساوی ـــــ بتصرف)

---

[1] (ا) امام بخاری اور بیہقی کی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کردہ حدیث میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو وہ اپنے کرم سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ دیکھئے کشف الخفاء حدیث نمبر ۶۷۸۔ ۱۲ فرفور

[2] (ب) نیز دیکھئے من عاش بعد الموت، ص ۲۷ (بیروت) (جو شخص موت کے بعد زندہ رہا) تصنیف امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن عبید القرشی المعروف با بن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ) ۱۲ اشرف قادری

ثابت قدمی کی برکتیں

عظیم نحوی یحییٰ طائی ملاح[1] تھا، لوگوں کو کشتی کے ذریعے دریا کے پار پہنچاتا تھا ——— علم نام کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں تھی ——— کشتی کے سوار آپس میں مسائل علمیہ پر گفتگو کرتے تو یہ توجہ سے سنا کرتا تھا ——— یہیں سے اسے علم کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا ——— اور جب یہ شوق عروج پر پہنچا تو اس نے دل ہی دل میں سوچا:

میری عمر چالیس سال سے تجاوز کر گئی ہے ——— اور مجھے کشتی چلانے کے علاوہ کوئی ہنر نہیں آتا ——— میں یہ عظیم علوم کیسے حاصل کر سکتا ہوں؟ ——— جب کہ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔

وہ اسی ادھیڑ بن میں مصروف تھا کہ اس کی نظر ایک چیونٹی پر پڑی ——— وہ ایک گٹھلی کو لے کر دیوار پر چڑھ رہی تھی، تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچی تھی کہ گر پڑی ——— اس نے پھر گٹھلی اٹھائی اور دیوار پر چڑھنے لگی ——— وہ بار بار گرتی رہی اور گٹھلی واپس لے کر دیوار پر چڑھتی رہی ——— یہاں تک کہ آخرکار وہ دیوار پر چڑھ ہی گئی۔

یحییٰ ملاح یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، اس نے اپنے دل میں سوچا:

یہ چیونٹی ایک کمزور سا جانور ہے ——— یہ جدوجہد، استقامت اور ثابت قدمی کی بدولت اپنی منزل پر پہنچ سکتی ہے تو مجھے اس سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے ——— اگر میں ثابت قدمی اور جدوجہد سے کام لوں تو میں بھی اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہوں۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھا اور کشتی بیچ کر دارالعلوم میں داخل ہو گیا ——— وہاں اس نے نحو، لغت اور منطق کی تعلیم حاصل کی ——— اس نے اتنی محنت کی کہ ان علوم میں یگانۂ روزگار ہو گیا اور اس کی شہرت دور دراز تک پہنچی ——— اس نے ان علوم میں بڑی تعداد میں عمدہ کتابیں لکھیں۔

تبصرہ:

ہر طالب علم کو اسی طرح ثابت قدمی اور مجاہدہ سے کام لینا چاہیے —— یہاں تک کہ اپنی منزل مراد کو پالے —— استقامت اور لگن ہی کامیابی کے دوز ینے ہیں —— اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (سورۂ ھود: ۱۱۲)

آپ ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

(اُخبار العلماء —— بتصرف)

---

(۱) یحییٰ ابن واقد بن محمد بن عدی بن جذیم طائی نحوی بغدادی کی کنیت ابو صالح ہے، ابو نعیم کہتے ہیں: عربی ادب اور نحو میں امام تھے، ھیشم، ابن ابی زائدہ اور ابن علیہ کے شاگرد ہیں، یاقوت کہتے ہیں کہ انہوں نے اصمعی سے علمی استفادہ کیا۔ ان کی ولادت ۱۶۵ھ میں ہے۔ ۱۲البغیۃ الوعاۃ

بخاری شریف وہی بخاری ہے

اور علماء بھی وہی علماء ہیں لیکن......

مصر کے فوجی قائدین کی باہمی چپقلش کی وجہ سے جب مصری افواج کو پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اسمٰعیل بن ابراہیم نے علماء کو از ہر شریف میں قبلہ رو ہو کر بخاری شریف کی تلاوت کا حکم دیا ——— علماء نے بخاری شریف کی تلاوت شروع کر دی ——— لیکن شکست کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔

شاہِ مصر غصے سے بھرا ہوا از ہر شریف میں گیا ——— اسے کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ ——— اس نے غیظ و غضب کے عالم میں چلاتے ہوئے کہا:

تم یہ کیا پڑھ رہے ہو؟ ——— کیا یہ صحیح بخاری نہیں ہے؟ ——— کیا تم علماء کے اس زمرے میں شامل نہیں ہو، جن کا تذکرہ ہم سلف صالحین سے سنتے رہے ہیں؟ ——— کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدولت اور تمہاری تلاوت کی برکت سے کوئی مصیبت بھی دور نہیں کی ——— اور تمہاری کوئی دعا بھی قبول نہیں فرمائی۔

علماء اس کی گفتگو سن کر دم بخود رہ گئے ——— اور حیرت کے مارے انہیں کچھ نہ سوجھا کہ وہ کیا جواب دیں؟ ——— وہ ایک دوسرے کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھنے لگے ——— اچانک علماء کی صف کے آخر میں بیٹھا ہوا ایک بزرگ عالم کھڑا ہوا ——— اس نے پُرجلال آواز میں فرمایا:

اسمٰعیل! یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہے۔ اسمٰعیل! یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پہنچا ہے:

''تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا تم پر اللہ تعالیٰ

تمہارے برے لوگ مسلط فرما دے گا——پھر تمہارے بہترین لوگ دعا کریں گے لیکن ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔''

علماء ومشائخ پر سکتہ طاری ہو گیا——اس گفتگو کے انجام کے بارے میں سوچ کر دوسرے علماء کے چہروں کا رنگ فق ہو گیا——بادشاہ ایک لفظ منہ سے نکالے بغیر واپس چلا گیا——اس سے اس عالم کی گفتگو کا جواب نہیں بن پڑا تھا——یوں معلوم ہوتا تھا کہ حدیث شریف اس کے حواس پر چھا گئی ہے——اور اسے محسوس ہو گیا ہے کہ شکست کا سبب واقعی اس کی طرف سے پایا گیا ہے——تاہم اسے اس کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

علماء نے اس بزرگ عالم کی جان اور اپنی جان کے خوف کی بنا پر اسے ملامت کی اور کہا کہ تم نے شاہِ مصر کو کھری کیوں سنا دیں؟——اتنے میں شاہ کا خادم آیا اور پوچھنے لگا:

شاہ کو ایسا ایسا جواب کس نے دیا ہے؟

شیخ نے کہا: میں نے دیا ہے۔

شیخ بالکل خوف زدہ اور مرعوب نہ ہوئے——وہ بادشاہ کے پاس جانے لگے تو علماء نے انہیں اس طرح رخصت کیا جیسے وہ کبھی واپس نہ آئیں گے۔

شیخ شاہی محل میں داخل ہوئے تو بادشاہ کمرۂ ملاقات میں بیٹھا ہوا تھا——اس کے سامنے خالی کرسی پڑی تھی، شیخ کو اس پر بٹھا دیا گیا۔

شاہ نے اسے کہا:

''استاذ! تم نے جو بات وہاں کہی تھی وہ دوبارہ کہو۔

شیخ نے پوری بے باکی کے ساتھ اپنی گفتگو دہرا دی——اور حدیث کی تفصیلی

شرح بیان بھی بیان کردی۔

شاہ نے کہا: ہم نے کیا جرم کیا ہے؟ جس کی بنا پر ہم پر وہ مصیبت نازل ہو جو تم نے بیان کی ہے۔

شیخ نے کہا:

''کیا مخلوط عدالتوں نے سود کے جائز ہونے کا قانون پاس نہیں کیا؟ —— کیا یہاں زنا کا لائسنس نہیں دیا جاتا؟ —— کیا یہاں شراب حلال نہیں ہے؟ —— اسی طرح کے متعدد حرام کاموں کی ایک لسٹ پیش کردی جو بغیر روک ٹوک جاری ہیں۔''

اور اس کے بعد کہا:

''اس کے باوجود ہم آسمانی امداد کا انتظار کریں تو کس طرح کریں؟ —— جب کہ تم نے ان حرام کاموں کو روا رکھا ہوا ہے، جو انتقام لینے والے اور جبار اللہ کو ناراض کرنے والے ہیں —— حد یہ کہ تم علماء کو طعنہ دیتے ہو کہ ان کی دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ خود اپنی حالت کو بدل دیں۔''

شاہ نے کہا:

''استاذ! پھر ہم کیا کریں؟ —— ہم غیر ملکیوں (انگریزوں) کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں —— اور یہ ان کی ثقافت ہے۔''

شیخ بادشاہ کے اقرار پر خوش ہوئے اور بلند آواز سے کہنے لگے:

''پھر بخاری شریف کا کیا گناہ ہے؟ ——— اور علماء کا کیا جرم ہے؟''

شاہ دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا ——— پھر اس نے سر اٹھایا تو مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی ——— کہنے لگا:

''آپ نے سچ کہا ——— آپ نے سچ کہا۔''

اس نے حکم دیا کہ شیخ کو ہر ماہ تیس جُنیہہ (مصری پونڈ جو آج کل ۱۵ پاکستانی روپے کے برابر ہے۔ ۱۲ اق) دیئے جائیں ——— شیخ اپنے احباب کے پاس واپس پہنچے تو وہ اتنے خوش ہوئے جیسے شیخ کو نئی زندگی مل گئی ہو ——— کیونکہ وہ ان کی طرف سے مایوس ہو چلے تھے۔

(اخلاق العلماء ——— بتصرف)

تبصرہ:

حقیقت یہ ہے کہ شیخ کی واپسی ایسے ہی تھی جیسے وہ ابھی پیدا ہوئے ہوں ——— باعمل اور صاحب اخلاص علماء دوٹوک الفاظ میں حق بیان کر دیتے ہیں ——— اور ڈنکے کی چوٹ پر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پرچار کر دیتے ہیں ——— اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان کا راستہ نہیں روک سکتی ——— وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ——— اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حکمرانوں کو خالص نصیحت کی باتیں پہنچا دیتے ہیں ——— یہ نصیحت ایسے دل سے برآمد ہوتی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ——— ایسی نصیحت دل سے برآمد ہوتی ہے اور دل پر اثر انداز ہوتی ہے ——— اور حکمران روشن حق اور راہِ صواب کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں علمی مدارس کی بہار

اسلام نے بہترین اور علم پر مبنی نظام حیات عطا کیا ہے—— سب سے پہلے اس عظیم دین کو عربوں نے گلے لگایا—— کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان میں سے مبعوث کئے گئے اور آپ نے ان ہی میں نشو ونما پائی—— قرآن عظیم تمام علوم اسلامیہ کی بنیاد ہے—— اور اس کی تعلیم اسلامی تعلیم کی بنیاد ہے—— قرآن پاک کا پہلا سبق یہ ہے کہ اسے پڑھا جائے اور اس کے معانی سمجھے جائیں—— اسلام کے پہلے معلّم رسول اللہ ﷺ ہیں—— آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ "ہمیں علم سکھانے کے لئے بھیجا گیا"—— آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی—— صحابۂ کرام نے دوسرے لوگوں کو قرآن پاک اور اس سے متعلق اور اس سے حاصل ہونے والے علوم کی تعلیم دی۔

اسی لئے مسلمانوں کے مدارس ان کی جامع مسجدوں میں تھے—— اور مسجدوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو حلقہ بگوش کہا جاتا تھا—— شاگردوں کا اپنے استاذ کے گرد ایک حلقہ ہوتا تھا—— پھر زمانے کے گزرنے کے ساتھ ان کے دائرے مختلف قسموں میں منقسم اور وسیع ہوتے گئے—— یہاں تک کہ ایک علم کے متعدد حلقے بن گئے—— اکثر حلقوں کی نسبت ان کے استاذ کی طرف کی جاتی تھی—— کہا جاتا کہ یہ شیرازی کا حلقہ ہے—— یہ کرخی کا حلقہ ہے، اسی طرح دوسرے حلقے تھے—— ہر جامع مسجد میں مطالعہ اور نقل کرنے کے لئے لائبریری قائم کی جاتی تھی۔

علاوہ ازیں تعلیم مسجدوں کے ساتھ خاص نہیں تھی—— بلکہ مسافر خانوں، منزلوں اور گھروں میں بھی دی جاتی تھی—— البتہ خلفاء، مالدار، امراء اور اصحاب ثروت اپنی اولاد کو تعلیم دینا چاہتے تو اساتذہ کو اپنے گھروں میں بلا لیتے تھے۔

مسلمانوں میں مختلف علوم کے نابغۂ روزگار علماء پیدا ہوئے، خواہ ان علوم کا تعلق

دین سے تھا یا زبان وادب اور سائنس سے —— ان کے ہاں علوم کے پڑھانے کے لئے مستقل مدرسہ نہیں تھا —— جیسے آج عموماً مدارس قائم ہیں —— مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے پانچویں صدی ہجری کے وسط میں شاہ سلجوقی اور الپ ارسلان کے وزیر نظام الملک طوسی[1] نے مدارس قائم کئے —— اس مدرسہ میں دی جانے والی تعلیم اُس زمانے میں ترقی کا بڑا سبب بنی —— اس میں دینی، فقہی اور لسانی علوم اور ان کی ذیلی شاخوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔

پھر نظام الملک کے قائم کردہ مدارس کی پیروی میں بادشاہوں اور امراء نے عالم اسلام کے مختلف حصوں میں مدارس قائم کئے —— جن میں اُس وقت مفت تعلیم دی جاتی تھی۔

ان میں سے مشہور ترین، دمشق کے سلطان نور الدین محمود زنگی تھے —— انہوں نے دمشق، حلب، حمص، حماۃ اور دوسرے شہروں میں مدارس قائم کئے —— پھر سلطان صلاح الدین ایوبی[2] نے مدارس قائم کئے —— وہ اصل کے اعتبار سے کردی تھے —— انہوں نے مصر، اسکندریہ اور بیت المقدس وغیرہ شہروں میں مدارس قائم کئے —— سلطان صلاح الدین ایوبی کے بعد آنے والوں نے ان کی پیروی کی —— اور مدارس قائم کرنے میں پیش رفت کی —— یہاں تک کہ مدارس کی تعداد پچیس تک پہنچ گئی۔

اور جب غلاموں کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے متقدمین کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی —— پھر وزراء، امراء اور سرکردہ لوگوں نے بھی ان کی پیروی کی۔

سلطنت عثمانیہ میں سب سے پہلے سلطان اُور خاں[3] (م۔ ۷۶۱ھ) نے مدارس قائم کئے —— ان کے بعد عثمانی سلاطین بھی ان کی روش پر چلتے رہے۔

ان میں سب سے مشہور وہ مدارس عثمانیہ تھے جو سلطان سلیمان نے قائم کئے —— دمشق میں مدارس کی تعداد بیس اور بغداد میں تیس تھی —— رہا اندلس تو اس میں

بہت سے مدارس بنائے گئے ـــــ غرناطہ میں سترہ مدارس تھے ـــــ قرطبہ، اشبیلیہ، طُلَیطلہ اور دانیہ میں بہت سے چھوٹے بڑے مدارس تھے ـــــ تاہم اندلس میں جتنے مدارس تھے وہ سب مدرسہ نظامیہ، بغداد کی طرز پر بنائے گئے۔

پھر استاذ کی اپنے فن میں جتنی شہرت ہوتی تھی طلباء بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے تھے ـــــ اور جتنے طلباء زیادہ ہوتے اتنی ہی استاذ کی شہرت اور مقبولیت زیادہ ہوتی تھی ـــــ نیز تعلیم ہر طبقے کے لوگوں کے لئے ہوتی تھی ـــــ یہاں تک کہ غلاموں، لونڈیوں اور مزدوروں کو بھی تعلیم دی جاتی تھی۔

جب نظام الملک طوسی نے بغداد وغیرہ میں مدارس بنائے تو کچھ لوگوں نے ان کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے ـــــ اور کہا کہ نظام الملک نے ملتِ اسلامیہ کا بڑا سرمایہ ضائع کردیا ہے ـــــ یہ سرمایہ بڑے لشکر پر صرف کیا جاتا تو اس کے لئے کافی ہوتا۔

نظام الملک نے ملک شاہ سلجوقی ؒ کو کہا:

"بیٹے! میں عجمی شخص ہوں ـــــ اگر میری بولی لگائی جائے تو کوئی شخص پانچ دینار سے زیادہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا ـــــ تم ترکی ہو (اور گورے چٹے ہو) ـــــ اگر تمہاری بولی لگائی جائے تو ہوسکتا ہے تمہاری قیمت تیس دینار تک پہنچ جائے ـــــ تم اپنی لذتوں میں مشغول ہو ـــــ خواہشات میں محو ہو ـــــ تمہیں شکار اور لہو ولعب سے فرصت نہیں ملتی ـــــ اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں تمہاری اطاعت نہیں بلکہ تمہارے گناہ پہنچتے ہیں ـــــ تمہارے لشکر بھی ایسے ہی ہیں ـــــ تمہارے فوجی گناہوں، شرابوں اور عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

میں نے تمہارے لئے ایسا لشکر تیار کیا ہے، جسے رات کا لشکر کہا جاتا ہے ـــــ جب تمہارے لشکر رات کو سوجاتے ہیں تو رات کے یہ لشکر صف بستہ، اپنے

پاؤں پر کھڑے ہو کر رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں ——— وہ آنسوؤں کا ارمغان بھیجتے ہیں ——— ان کی زبانیں محوِ ثنا ہوتی ہیں ——— اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر تمہارے لئے اور تمہارے لشکروں کے لئے دعائیں مانگتے ہیں —— پس تم اور تمہارے لشکر ان کی حفاظت میں جی رہے ہیں ——— ان کی دعا سے راتیں خیریت سے بسر کرتے ہیں ——— اور ان کی برکتوں سے تمہیں بارش اور رزق دیا جاتا ہے۔''

ملک شاہ نے یہ گفتگو سنی تو اس کا دل نرم ہو گیا ——— اس نے ایک ایک بات کو اپنے دل پر نقش کر لیا اور قبول کیا ——— اور نظام الملک کے سچے دل سے نکلنے والی اس خالص نصیحت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

مدارس کے قائم کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ یہ مدارس بادشاہ یا امیر کے مذہب کی تائید اور اشاعت کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلامی شہروں میں جس نے یہ مدارس قائم کئے اور ان کا نام مدارس نظامیہ رکھا وہ نظام الملک طوسی ہی تھے ——— انہوں نے یہ مدارس پانچویں صدی ہجری کے وسط میں قائم کئے ——— جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا ——— ان میں سب سے زیادہ شہرت مدرسہ نظامیہ، بغداد ہی کو ملی ——— دریائے دجلہ کے کنارے اس کی تعمیر کی نگرانی ۴۵۷ھ میں ابو سعید صوفی نے کی ——— اس پر نظام الملک کا نام لکھا ——— اور اس کے لئے متعدد بازار، عمارات اور حمام وغیرہ وقف کئے۔

دنیائے اسلام میں اس مدرسہ کا بڑا مقام ہے ——— اس سے جلیل القدر علماء کی بڑی جماعت تیار ہو کر نکلی، جن کی شہرت اس وقت کی جانی پہچانی دنیا کے کونے کونے تک

پہنچی ــــــ ان میں سے چند حضرات یہ ہیں:

ابواسحاق شیرازی[5] ــــــ امام ابونصر صباغ[6] ــــــ امام ابو حامد غزالی[7] ــــــ ابوالقاسم دبوسی[8] ــــــ شاشی[9] ــــــ کیاہراسی[10] ــــــ سہروردی[11] ــــــ اور کمال انباری[12] ــــــ اور ان کے علاوہ بڑے بڑے علماء اور دنیائے اسلام کے فکر و عرفان کے امام پیدا ہوئے۔

عجیب بات یہ ہے کہ دور عباسی گزر گیا، علم میں پختگی آ گئی ــــــ مختلف زبانوں کی کتابوں کا ترجمہ مسلمانوں کی زبان میں کیا گیا ــــــ لیکن ان کا کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا گیا جو تاریخ کے سینے میں محفوظ ہو ــــــ البتہ مسلمانوں نے چند مدارس نظام الملک کے مدرسہ سے پہلے خراسان کے دارالحکومت نیشاپور میں ضرور قائم کئے تھے۔

ان میں سے چند مدارس کے نام یہ ہیں:

1- مدرسہ ابن فورک (م۔ ۴۰٦ھ)[12]

2- مدرسہ بیہقیہ، جسے بیہقی[13] (م۔ ۴۵۰ھ) نے قائم کیا۔

3- نیشاپور میں کچھ دوسرے چھوٹے مدارس قائم کئے گئے۔

یہ مدارس نظام الملک سے پہلے نیشاپور میں قائم کئے گئے ــــــ پھر الپ ارسلان کی حکومت میں نظام الملک نے امام الحرمین[14] کے لئے مدرسہ قائم کیا۔

تاہم سب سے زیادہ شہرت مدرسہ نظامیہ، بغداد ہی کو ملی ــــــ اور اس کا نام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا ــــــ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سب سے بڑا مدرسہ تھا ــــــ وہاں تعلیم مفت دی جاتی تھی ــــــ طلباء کو وظیفے دئے جاتے تھے اور ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کی جاتی تھیں ــــــ اسی لئے دوسرے مدارس کی نسبت اس کی زیادہ شہرت ہوئی ــــــ اور دور دراز سے لوگ علمی سیرابی کے لئے وہاں آنے لگے۔

یہ حقیقت شک و شبہہ سے بالا ہے کہ پہلے پہل اسلامی مدارس غلاموں کے خاندان کے امراء، ان کے وزراء اور معاونین ہی نے قائم کئے ــــ آپ جانتے ہیں کہ مسلم امہ کا علماء، فقہاء اور محدثین کے ساتھ عظیم رابطہ رہا ہے ــــ اسی لئے جب کوئی بادشاہ مسندِ اقتدار سنبھالتا تو سب سے پہلے علماء کا قرب حاصل کرتا اور ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتا ــــ تاکہ عوام کا قرب حاصل ہو ــــ مدارس، مساجد اور جامع مسجدیں تعمیر کرواتا ــــ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں علمی ترقی کا آغاز ہوا ــــ جامع مسجدوں اور مدارس کی بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی گئیں ــــ وہاں اکابر علماء جمع ہوئے ــــ ان کے وظیفے مقرر کئے گئے ــــ اور طالبانِ علم اور نادار مدرسین کو مالی وسائل مہیا کئے گئے۔

علمی ترقی کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک نے علماء کے لئے خانقاہیں تعمیر کروائیں ــــ اور ان کے وظیفے مقرر کئے ــــ اور یہ سلسلہ پورے ملک یعنی شام، عراق، دیار بکر، خراسان اور سمرقند میں پھیل گیا ــــ ان مدارس کے سالانہ اخراجات تقریباً چھ لاکھ دینار تھے (جو آج کے اربوں روپے تک پہنچیں گے)

(وفیات الاعیان۔ ابن جبیر۔ الشقائق النعمانیہ۔ مجلہ التمدن الاسلامی)

(کسی قدر تصرف کے ساتھ)

---

[1] نظام الملک طوسی: وہ حسن بن علی طوسی ہیں، ان کا لقب قوام الدین تھا، بڑے دانشور وزیر تھے، سلطان الپ ارسلان کے دربار میں حاضر ہوئے، اس نے انہیں وزیر بنالیا، عملاً ان ہی کی حکومت تھی، وہ نادر روزگار تھے، پھر ملک شاہ سلجوقی نے انہیں وزیر بنالیا، انہوں نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ اور دیگر مدارس قائم کئے، ۴۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۵ھ میں دھوکے سے شہید کئے گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

نظام الملک طوسی نے مدرسہ نظامیہ، بغداد کی تعمیر ماہ ذوالحجہ ۴۵۷ھ میں شروع کی، جو دو سال

میں مکمل ہوئی، ۱۰ ذیقعدہ ۴۵۹ھ میں تعلیم کا آغاز ہوا، اس کے علاوہ اصفہان، نیشاپور، بصرہ، ہرات اور روم کے آخری حصے میں مدارس قائم کئے۔

۲ صلاح الدین یوسف بن ایوب: ان کا لقب الملک الناصر تھا، اور وہ تاریخ اسلام کے مشہور ترین سلطان تھے، دمشق میں پلے بڑھے، علم فقہ وادب حاصل کیا اور حدیث کی روایت کی، فرنگیوں نے دمیاط پر حملہ کیا تو صلاح الدین ایوبی نے اسے روکا، نورالدین زنگی فوت ہوئے تو شام اور جزیرہ کے شہروں کا انتظام و انصرام صلاح الدین ایوبی کے سپرد کیا گیا، انہوں نے دمشق اور مصر کی داخلی اصلاح اور عیسائیوں کے حملوں کا سد باب کیا، فلسطین میں حطین کے دن فرنگیوں کو شکست فاش دی، سلطان بڑے دلیر ہونے کے باوجود بڑے نرم دل تھے، سیاست دان بھی تھے، اور میدان جنگ کے شہسوار بھی، اس کے باوجود متواضع بھی تھے، ۵۸۹ھ میں وفات پائی۔ فرفور۔

نوٹ: سلطان صلاح الدین ایوبی وہ مشہور زمانہ سلطان اور کمانڈر تھے جنہوں نے عیسائیوں کو مختلف محاذوں پر پے در پے شکست دی، بیت المقدس کو دوبارہ آزاد کرایا اور مصر کو رافضیوں سے پاک کیا، آج بھی مصر میں ان کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ -۱۲- شرف قادری

۳ سلطان اُرْ خان: وہ سلطان غازی عثمان خان اول کے بیٹے اور عظیم فاتح تھے، انہوں نے اپنی نئی فتوحات اور متعدد تنظیمات کے ذریعے حکومت کو تقویت بخشی، ۶۸۰ھ میں پیدا ہوئے، انہیں غازی کا لقب دیا گیا، ان کے زمانے میں ان کے بھائی علاء الدین اور ان کے بعد خیر الدین صدر اعظم تھے، ۷۶۱ھ میں فوت ہوئے اور ان کے بعد ان کے بیٹے سلطان مراد اول بادشاہ بنے۔

۴ ملک شاہ سلجوقی: وہ ابوالفتح ملک شاہ ابن الپ ارسلان محمد بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق ابن دقاق تھے، ان کا لقب جلال الدولۃ تھا، ان کے والد نے وفات سے پہلے وصیت کی کہ انہیں سلطان بنایا جائے، چنانچہ حکومت کے سرکردہ افراد نے الپ ارسلان کی اطاعت کی اور ان کی زندگی میں ملک شاہ کے لئے حلف اٹھایا، ان کے والد کی وفات کے بعد اپنی قسموں کو نبھایا، اور نظام الملک کو ان کا وزیر بنایا۔ ملک شاہ سیرت کے اعتبار سے بہترین بادشاہ تھے، ان کا لقب السلطان العادل تھا، خلفاء متقدمین کے بعد ان کی مملکت اتنی وسیع تھی کہ تاریخ اسلام کے کسی بادشاہ کی مملکت اتنی وسیع نہیں تھی، اس نے مدارس اور مساجد کو مضبوط کیا، خانقاہیں اور مسافر خانے تعمیر کیے، عدل قائم کیا اور ظلم کا خاتمہ کیا، خلیفہ مقتدی

بامر اللہ نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا، امام ابواسحاق شیرازی ان کے درمیان واسطہ بنے، ملک شاہ کی ولادت ۹ رجمادی الاولیٰ ۴۴۷ھ کو اور وفات ۱۶ ارشوال ۴۸۵ھ کو ہوئی، اصبہان میں فقہ حنفی اور شافعی کے لئے وقف کردہ مدرسہ میں دفن کئے گئے۔

۵۔ ابواسحاق شیرازی: علامہ اور مناظر ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی، جدل اور مناظرہ میں ان کے دلائل کی قوت مشہور تھی، وزیر نظام الملک نے ان کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا، علامہ شیرازی اس کے ناظم اور مدرس تھے، فقر کی حالت میں صبر وسکون سے زندگی بسر کی، بڑے خوش اخلاق، مسکراتے چہرے والے اور مناظر تھے، فقہ شافعی میں ''مہذب'' وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۴۷۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۶۔ ابوحامد غزالی: امام حجۃ الاسلام ابوحامد محمد بن محمد غزالی، فلسفی اور صوفی تھے، دوسو سے زیادہ ان کی تصانیف ہیں، ۴۵۰ھ میں طوس میں پیدا ہوئے، نیشاپور، حجاز، مصر، بغداد، بلادشام کا سفر کیا، پھر اپنے شہر لوٹ گئے اور وہیں ۵۰۵ھ میں وفات ہوئی، ان کی مشہور ترین تصانیف احیاء علوم الدین وغیرہ کتب ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فرفور ——— جامعہ نظامیہ بغداد کے سربراہ رہے، جس سال دل برداشتہ ہوکر بغداد سے رخصت ہوئے اسی سال حضور سیدنا غوث اعظم بغداد میں تشریف لاتے ہیں۔ ۱۲ اشرف قادری

۷۔ ابوالقاسم دبوسی: عبید اللہ ابن عمر بن عیسیٰ دبوسی، مشہور سات قاضیوں میں سے ایک تھے، اور ان علماء میں سے تھے جن کو وقت نظر اور استنباط دلائل میں بطور مثال پیش کیا جاتا ہے، وہ اکابر علماء احناف میں سے جلیل القدر فقیہ تھے، ماوراء النہر کے خاتم المشائخ تھے، علامہ استروشنی، ابن الفضل سبذمونی اور ابوحفص صغیر سے علم فقہ حاصل کیا، علم الخلاف کی آپ ہی نے بنیاد رکھی، ان کی تصانیف میں ''تاسیس النظر، تقویم الادلۃ، فتاوی منظوم'' وغیرہ کتب ہیں، ۴۳۰ھ میں بخارا میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۸۔ الشاشی: فخر الاسلام ابوبکر محمد بن احمد شاشی قفال: اپنے دور میں عراق کے شافعیہ کے رئیس تھے، نظامیہ بغداد میں مدرس رہے، یہاں تک کہ ۵۰۷ھ میں وفات ہوئی۔

۹۔ کیاہراسی: عمادالدین ابوالحسن علی بن محمد کیاہراسی طبرستانی: ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے، فقہ، اصول اور علم کلام کے امام تھے، امام الحرمین سے فقہ پڑھی، نظامیہ بغداد میں مدرس رہے اور بغداد ہی میں ۵۰۴ھ میں انتقال ہوا۔

۱۰۔ سہروردی: عبدالقادر بن عبداللہ بن محمد بکری صدیقی، فقیہ شافعی: واعظ اور ائمۂ صوفیہ میں سے تھے، نظامیہ میں مدرس رہے اور بغداد میں ۵۶۳ھ میں وفات ہوئی - رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۱۔ کمال انباری: کمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد، لغت، ادب اور تاریخ وتذکرہ کے عالم تھے، زاہد متقی، روکھی سوکھی کھانے اور موٹا جھوٹا پہننے والے تھے، کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے، بغداد میں رہے اور وہیں ۵۷۷ھ میں فوت ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ -

۱۲۔ ابن فورک: ابوبکر محمد بن حسن بن فورک انصاری، واعظ، اصول وکلام کے عالم اور فقہاء شافعیہ میں سے تھے، انہوں نے نیشاپور میں مدرسہ قائم کیا، وسیع علم رکھتے تھے اور ان کی بہت سی تصانیف ہیں ۴۰۶ھ میں وفات ہوئی -

۱۳۔ امام بیہقی: غالب گمان یہ ہے کہ یہ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی ہیں، یہ حدیث اور فقہ شافعی میں حجت تھے، ۳۸۴ھ میں نیشاپور کے گاؤں بیہق میں پیدا ہوئے، بہت سے شہروں کا سفر کیا، حدیث اور شیخ اشعری کے مذہب پر عقائد کا وسیع علم حاصل کیا، انہیں فقہ شافعی کی تدریس کے لئے نیشاپور بلایا گیا اور وہیں ۴۵۸ھ میں وفات پائی، پھر ان کی میت ان کے شہر (خسروجرد) لائی گئی، سنن کبریٰ وغیرہ ان کی تصانیف ہیں، اس پر اچھی طرح غور کریں- (مقام غور بات یہ ہے کہ بیہقی سے مراد مشہور امام بیہقی صاحب سنن کبریٰ ہیں- یا کوئی دوسرے عالم-۱۲ اشرف قادری)

۱۴۔ امام الحرمین: ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ جوینی، متاخرین میں سب سے بڑے عالم، مذہبا شافعی تھے، پہلے بغداد تشریف لے گئے، پھر مکہ معظمہ، وہاں سات سال مقیم رہے، پھر مدینہ منورہ گئے، فتویٰ دیا اور علوم کی تدریس کی، تمام مذاہب کے جامع تھے، پھر نیشاپور لوٹ آئے، نظام الملک نے نیشاپور میں ان کے لئے مدرسہ قائم کیا، ان کے درس میں اکابر علماء حاضر ہوا کرتے تھے، ۴۷۸ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

نوٹ: جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور/ شیخوپورہ پاکستان میں اہل سنت وجماعت کا عظیم ترین ادارہ ہے، جس میں بحمدہ تعالیٰ اس وقت (۱۴۲۳ھ) تقریبا اڑھائی ہزار طلباء اور طالبات زیر تعلیم ہیں، نظامیہ بغداد کے نام پر ہی اس کا نام نظامیہ رکھا گیا، نیز حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نسبت بھی ملحوظ تھی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نسبت سے ''رضویہ'' نام کا حصہ بنایا گیا، أقامها الله تعالیٰ وأدمها إلى يوم القيامة -۱۲ اشرف قادری

علم اور علماء کی تعظیم
دلوں کے تقویٰ کا نتیجہ ہے

[ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء سے اسی احترام سے پیش آئیں]

یہ کلمات حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما[1] نے اس وقت کہے جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] ان کی ملاقات کے لئے تشریف لائے ——— ابن عباس نے بڑے والہانہ انداز میں ان کا استقبال کیا ——— ان کی رکاب کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ وہ خچر سے نیچے اتر آئے ——— حضرت زید نے انہیں فرمایا: ''آپ کو اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا'' ——— اس وقت ابن عباس نے یہ تاریخی کلمات کہے۔

حضرت زید نے انہیں اپنے پاس بلایا۔

حضرت ابن عباس کو معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ ——— جب وہ قریب ہوئے تو حضرت زید نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا ——— اور فرمایا:

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت سے اسی طرح محبت کا حکم دیا ہے۔

(الاصابہ ——— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

حضرت زید نے ہاتھوں کو بوسہ دینے کا حکم اس روایت سے معلوم کیا کہ صحابۂ کرام نے نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس کو بوسہ دیا تو آپ نے انکار نہیں فرمایا ——— اسی طرح تابعین نے صحابۂ کرام کے ہاتھوں کو بغیر کسی انکار کے بوسہ دیا ——— اسی طرح بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا ——— اسی لئے باعمل اور علماء آخرت اور رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے ہاتھوں کو بوسہ دینا صحیح ہے ——— شرط یہ ہے کہ جس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا جائے

اس کی یہ خواہش نہ ہو کہ میرے ہاتھوں کو چوما جائے۔

حضرت احنف بن قیس سے روایت ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ بصرہ کے لوگ اپنے معاملات میں حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں ——— اور دین ودنیا کے مسائل ان سے پوچھتے ہیں ——— تو حضرت احنف نے فرمایا:

''ہر وہ عزت جس کی بنیاد علم دین نہ ہو اس کا انجام ذلت ہے۔''

---

۱ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: جلیل القدر صحابی، حبر الامۃ (امت مسلمہ کے عالم) قریشی ہاشمی، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، نبی اکرم ﷺ سے احادیث صحیحہ روایت کیں، آخری عمر میں بینائی جاتی رہی، طائف میں ۶۸ھ میں رحلت ہوئی۔

۲ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ: وہ زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی ہیں، ان کی کنیت ابو خارجہ ہے، اکابر صحابہ اور کاتبانِ وحی میں سے ہیں، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، مکہ معظمہ میں نشو ونما پائی، ابھی چھ سال کے تھے کہ ان کے والد قتل کردئے گئے، گیارہ سال کی عمر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، دین اور فقہ کا علم حاصل کیا، قضاء، فتویٰ، قراءت اور علم میراث کے امام تھے، جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: آج امت مسلمہ کا بڑا عالم رحلت فرما گیا ہے اور امید ہے کہ ابن عباس ان کے جانشین ہوں گے ۴۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نصیحت

[اپنے لئے اور انبیاء کرام کے وارثوں کے لئے]

حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

دین خیر خواہی کا نام ہے ـــــ ہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کس کے لئے؟" ـــــ فرمایا: "اللہ کے لئے ـــــ اس کے فرشتوں کے لئے ـــــ اس کی کتابوں کے لئے ـــــ اس کے رسولوں کے لئے ـــــ مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے ـــــ اور عامۃ المسلمین کے لئے"![1]

یہ چند نصیحتیں ہیں جن کا پہلا مخاطب میں ہوں ـــــ کیونکہ میں ان کا زیادہ محتاج ہوں ـــــ پھر ازراہِ خیر خواہی علم شریف کے حاملین بھائیوں (علماء) کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

❶ عالم پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم میں اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہو ـــــ اور یہ جانے کہ علم کا حاصل کرنا اس پر فرض ہے ـــــ تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی خواہش کے مطابق نہیں بلکہ اس کے حکم کے مطابق کی جائے ـــــ نیز یہ بھی یقین رکھے کہ علم کے حاصل کرنے میں میری کوئی فضیلت نہیں ہے ـــــ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ جاننے کی توفیق عطا فرمائی ہے کہ اس کی عبادت کیسے کی جائے؟ ـــــ اس کے فرائض کیسے ادا کئے جائیں؟ ـــــ اور اس کے منع کئے ہوئے امور سے کیسے بچا جائے؟

❷ جب اہل ایمان میں یہ شہرت ہو جائے کہ وہ صاحب علم ہے ـــــ قابلیت حاصل ہونے پر اس کے اساتذہ اسے تعلیم دینے کی اجازت سے سرفراز کر دیں ـــــ اور لوگ

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی وغیرہم نے مختلف الفاظ سے روایت کیا، جن کے معانی قریب ہیں۔

جس علم کے محتاج ہیں اسے حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس آئیں —— تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں سے تواضع اور سکون سے پیش آئے —— اس طرح مخلوق کے دل میں اس کی محبت زیادہ ہوگی —— وہ اس کا قرب پسند کریں گے اور لوگوں کے دل اس کی طرف کشش محسوس کریں گے —— اس کے سامنے اور پس پشت اس کے لئے کثرت سے دعائیں کریں گے —— یہاں تک کہ اس کی زیارت کے لئے سراپا اشتیاق بن جائیں گے —— اس کے دیدار سے دلی سکون محسوس کریں گے —— اور اس کی دعا سے برکت حاصل کریں گے۔

❸ اس پر واجب ہے کہ اپنے علم کے ذریعے حکمرانوں، شاہانِ وقت اور ارباب ثروت کی قدرومنزلت کا طلبگار نہ ہو —— اپنے علم کے بدلے دنیا کی کسی چیز کا طالب نہ ہو —— ہاں اگر طلب اور انتظار کے بغیر اللہ تعالیٰ اسے کوئی چیز عطا فرمادے تو کوئی حرج نہیں ہے —— اور جب وقت کے حکمرانوں کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو اپنی ذات کے مقاصد کے لئے نہیں بلکہ مسلم اُمّہ کو درپیش معاملات کے لئے جائے —— اللہ تعالیٰ اس کے دل کے ارادوں کو جانتا ہے —— ہر ظاہر اور مخفی چیز اس پر عیاں ہے —— حکمران اور امراء اسی وقت علماء کو نوازتے ہیں جب علماء ان کے دنیاوی مفاد کے لئے ان سے ملاقات کریں —— دنیا کی محبت اور اس کی طرف میلان ہی وہ مقام ہے جہاں بڑے بڑے لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں۔

❹ اس علم کا ارادہ کرے جس میں امت مسلمہ کا زیادہ فائدہ ہو —— افضل ترین علم وہ ہے جس پر عمل کیا جائے —— اور جس کے پھل سے نفع حاصل کیا جائے —— کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے سب سے زیادہ بعید وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے —— پس سب سے پہلے علم ہے، اس کے بعد عمل اور اس کے بعد اخلاص ہی

ہے ـــــ جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اس کے علم نے نفع نہیں دیا ہوگا۔''[۲]

5 عوام کی بے اعتدالیوں کو برداشت کرے اور ان پر صبر کرے ـــــ کیونکہ انہیں بعض اوقات علماء کے مقام کا علم ہی نہیں ہوتا ـــــ ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے ـــــ اور ان کی لغزشوں پر گرفت نہ کرے ـــــ طیش آئے تو غصے کو پی جائے ـــــ جو اسے تکلیف دے اسے معاف کر دے اور درگزر کرے ـــــ بے وقوف کو احمقانہ جواب نہ دے ـــــ بلکہ خاموشی اختیار کرے اور اس سے دامن بچا کر نکل جائے ـــــ اور قوتِ برداشت کا مظاہرہ کرے ـــــ جب سوئے تو اس کا دل ہر کدورت اور کینے سے پاک ہو ـــــ برائی کرنے والے اور ایذاء دینے والے سے چشم پوشی کرے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جاہل عابد اور بدعمل عالم کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو''

---

[۲] اس حدیث کو امام سیوطی نے ابن عدی، ابن ماجہ اور طبرانی سے روایت کیا، اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا، لیکن امام مناوی نے فرمایا: اس حدیث کی مضبوط اصل ہے، اسے حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن شدید ترین عذاب والے لوگوں میں سے ایک وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔ (یعنی جس کا علم بے فیض ہو۔ ۱۲ق)

کامیاب جج

اللہ کی قسم! وہ جج کامیاب نہیں ہے جو
صحیح طریقے سے حق وصول نہیں کرتا

یہ وہ کلمات ہیں جو رقہ کے قاضی نے امیر المومنین ہارون الرشید کو رقہ میں کہے۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس آ کر امیر عیسیٰ ابن جعفر کے خلاف مقدمہ دائر کیا ——— کہ عیسیٰ نے اس شخص سے پانچ لاکھ درہم لے کر واپس نہیں کیے۔

رقہ کے قاضی نے بڑے لطف وکرم کا اظہار کرتے ہوئے عیسیٰ کو یاددہانی کراتے ہوئے لکھا:

''حمد وثنا کے بعد! اللہ تعالیٰ امیر کو تادیر زندہ سلامت اور اپنی حفاظت میں رکھے اور انہیں انعامات سے نوازے ——— میرے پاس فلاں ابن فلاں آیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کے امیر کے ذمہ (اللہ تعالیٰ انہیں زندگی اور عزت عطا فرمائے) پانچ لاکھ درہم ہیں ——— اگر آپ پسند کریں تو خود عدالت میں تشریف لائیں ——— یا اپنے وکیل کو بھیج دیں جو مدعی کے دعوے کا جواب دے یا اسے راضی کرے ——— اللہ تعالیٰ آپ کو قائم ودائم رکھے۔''

اس تحریر پر مہر لگائی اور ایک شخص کی ڈیوٹی لگائی کہ عیسیٰ کو پہنچادے۔

عیسیٰ کو وہ تحریر پیش کی گئی تو اس نے اپنے ملازم کے سپرد کردی ——— اس نے نہ تو تحریر کو کوئی اہمیت دی اور نہ ہی جواب دینے کی ضرورت محسوس کی، جیسے کہ جاہ وجلال رکھنے والے حکمرانوں اور قانون نافذ کرنے والوں کا وطیرہ ہے ——— قاصد نے جب اپنے

کی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ عیسیٰ نے بری طرح توہین عدالت کی ہے تو وہ افسوس اور شرمندگی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بوجھل قدم اٹھاتا ہوا واپس چلا آیا۔

قاضی کو جب عیسیٰ ابن جعفر کے طرزِ عمل کا علم ہوا تو اس نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ــــــ اس نے دوبارہ قلم اٹھایا اور تحریر کیا:

''اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے، اپنی حفاظت اور امان میں رکھے اور انہیں اپنی مکمل نعمتیں عطا فرمائے ــــــ میرے پاس فلاں شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا ہے کہ اس کا آپ پر شرعی حق ہے ــــــ لہذا اس کے ہمراہ آپ خود تشریف لائیں یا اپنے وکیل کو بھیج دیں۔''

پھر اس تحریر پر مہر لگائی اور ایک شخص کے ہاتھ عیسیٰ کے پاس بھیج دی ــــــ قاضی نے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ اس دفعہ ضرور جواب دے گا یا اپنے وکیل کو بھیج دے گا ــــــ ہمیں بھی اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن وہ شخص حق وانصاف سے کوسوں دور تھا ــــــ اسے عزت نفس اور لیڈری نے گناہ پر ابھارا، جیسے اس قسم کے لوگوں کو ابھارا کرتی ہے ــــــ ایسے لوگ اپنی طاقت اور لیڈری کے غرور میں عوام کے اموال، ان کی جانوں اور عزتوں پر ظلم کرتے ہیں ــــــ گویا دنیا کی ہر چیز بلاشرکتِ غیرے ان کے باپ کی وراثت ہے۔

یہ تاکیدی حکم نامہ عیسیٰ ابن جعفر کے پاس پہنچا تو وہ غصے سے بھر گیا، اس نے وہ تحریر پھینک دی، نہ صرف تحریر بلکہ قاضی کی بھی توہین کی ــــــ اس نے قاضی کو اہمیت دی اور نہ ہی اس کے فیصلے اور عدالت کی پروا کی ــــــ قاصد نے دیکھا کہ امیر کا پارہ چڑھ گیا ہے اور اس نے طیش میں آ کر قاضی کا حکم نامہ پھینک دیا ہے ــــــ تو وہ شرمندگی اور حیا سے پانی پانی ہو گیا ــــــ اور واپس جا کر قاضی کو اس واقعے کی اطلاع دی ــــــ قاضی نے کہا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ——— اس امیر نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم کرسی عدالت چھوڑ دیں اور اس منصب سے استعفاد ے دیں۔

تبصرہ:

اس سراپا خلوص اور پیکر تقدس جج پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی جس نے دنیا پر دین کو ترجیح دی ——— اس نے ظالم اور غاصب امیر کی حرکت پر صبر کیا جو دین اور شریعت کے آگے جھکنے کے لئے تیار ہی نہیں تھا ——— وہ اپنی طاقت اور شوکت کے گھمنڈ میں یہ سمجھتا تھا کہ میں جو چاہوں کرتا رہوں ——— مجھے کون پوچھ سکتا ہے؟ ——— اس کے باوجود قاضی مایوس نہیں ہوا ——— اسے اب بھی امید تھی کہ ممکن ہے اس کے دل میں عدل و انصاف کا جذبہ بیدار ہو جائے ——— اور وہ اس سرکشی کے بعد حق کے سامنے سر جھکا دے قاضی نے قلم پکڑا اور آخری مرتبہ لکھا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی پناہ میں رکھے ——— آپ کو اپنی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے اور ان کے شکر کی توفیق عطا فرمائے ——— اے انصاف پسند امیر! ضروری ہے کہ آپ خود یا آپ کا وکیل عدالت میں آئے ——— اگر آپ اس پر تیار نہ ہوئے تو میں آپ کا معاملہ امیر المؤمنین کے سامنے پیش کر دوں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

پھر یہ حکم نامہ اپنے دو کارندوں کے ہاتھ بھیج دیا ——— وہ دونوں جا کر عیسیٰ کے دروازے پر بیٹھ گئے ——— جب امیر عیسیٰ اپنے گھر سے باہر آیا تو انہوں نے قاضی کا حکم نامہ پیش کر دیا ——— اس نے پڑھے بغیر اسے پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیا اور جوشِ غضب میں زمین پر پھینک دیا ——— کارندوں نے واپس آ کر قاضی کو امیر کے رویّے کی اطلاع دی ——— قاضی نے دیکھا کہ باطل سنا جا رہا ہے اور حق کی کوئی شنوائی نہیں ——— غصب اور ظلم کی حکومت کامیاب اور حق و انصاف کی حکومت ناکام ہے ——— وہ اٹھا اور مقدمات کے کاغذات ایک بیگ میں ڈالے ——— اور اس خوف سے کہ کہیں وہ ضائع نہ

ہو جائیں، ان پر مہر لگا دی ـــــــ اور خود اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے۔

تبصرہ:

حقیقت یہ ہے کہ جب بادشاہوں اور حکمرانوں کے تیر حق کی حکمرانی قائم کرنے سے برگشتہ ہو جائیں ـــــــ اور وہ اپنی خواہشات کے گھوڑوں پر سوار ہو کر ظلم، تجاوز، غصب اور لوگوں کو غلام بنانے کے راستوں پر چل پڑیں ـــــــ تو قاضیوں (ججوں) پر لازم ہے کہ وہ یہی طریقہ اختیار کریں۔

ہارون الرشید کو پتا چلا کہ قاضی نے کرسئ عدالت چھوڑ دی ہے اور ایوان عدالت بھی بند کر دیا ہے ـــــــ تو اس نے پیغام بھیج کر قاضی کو بلایا ـــــــ خلیفۂ وقت اس قاضی پر اعتماد کرتا تھا اور اس کا بڑا احترام کرتا تھا ـــــــ قاضی نے حاضر ہو کر گزارش کی کہ:

''امیر المؤمنین! میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے منصب عدالت سے فارغ کر دیجئے! ـــــــ اللہ کی قسم! وہ قاضی (جج) کامیاب نہیں ہے جو کمزور کا حق طاقتور سے لے کر نہیں دیتا ـــــــ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ اس گروہ کو گناہوں سے پاک نہ فرمائے جو طاقتور کو جھنجوڑ کر اس سے ضعیف کا حق نہیں دلواتا۔ [۲]

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو تا دیر سلامت رکھے ـــــــ میرا استعفا منظور کر لیجئے!''

ہارون الرشید نے کہا کہ ''آپ کو حق کے قائم کرنے سے روکنے والا کون ہے؟ ـــــــ اسے قاضی کے اصرار اور منصبِ قضاء کے چھوڑنے پر تعجب تھا ـــــــ قاضی نے عیسیٰ ابن جعفر کا سارا کچا چٹھا بیان کر دیا ـــــــ اور بتایا کہ میں نے انہیں ہر ممکن نرمی سے

---

[۲] اس حدیث کو امام طبرانی نے ابو یعلٰی سے اور انہوں نے حضرت ابو سعید انصاری سے روایت کیا۔

تین بار پیغام بھیجا ـــــ لیکن انہوں نے عدالت کی اپیل کو ذرہ برابر وقعت نہ دی ـــــ تحریر پھاڑ کر زمین پر پھینک دی ـــــ اور قاضی سمیت عدالت کا تمسخر اڑایا ـــــ ہارون الرشید کا چہرہ غصے کی شدت سے تمتما اٹھا ـــــ عملے کو حکم دیا کہ فوراً جا کر عیسیٰ ابن جعفر کے تمام دروازوں کو سیل کر دو ـــــ اور کسی کو باہر نکلنے یا اندر جانے کی اجازت نہ دو ـــــ یہاں تک کہ وہ مدعی کے ساتھ عدالت میں حاضر ہو جائے ـــــ خواہی نخواہی قاضی کا فیصلہ سنے ـــــ اور مدعی کا پورا پورا حق ادا کرے۔

پانچ سو طاقت ور گھڑ سواروں نے عیسیٰ کے گھر کا محاصرہ کر لیا ـــــ اور دروازوں کو بند کر کے سیل کر دیا ـــــ تاکہ نہ تو کوئی باہر نکل سکے اور نہ ہی اندر داخل ہو ـــــ عیسیٰ نے اپنے گھر والوں کا شور و شغب اور واویلا سنا تو اٹھ کر دروازے پر یہ دیکھنے آیا کہ ہوا کیا ہے؟ ـــــ اسے گمان ہوا کہ شاید ہارون الرشید نے یکا یک کوئی برا فیصلہ کیا ہے اور وہ مجھے قتل کر کے مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے ـــــ اسی لئے اس نے من مانی کرتے ہوئے فوج کو میرے گھر کا محاصرہ کرنے کا حکم دے دیا ہے ـــــ وہ دروازے کے پیچھے سے اپنے کچھ واقف کاروں سے دریافت کرنے لگا ـــــ اس کا ایک واقف دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا ـــــ عیسیٰ نے اسے پوچھا:

"یہ کیا مصیبت ہے؟ جو ہم پر ٹوٹ پڑی ہے ـــــ خلیفہ ہارون الرشید ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے؟ ـــــ اور یہ ناقابل برداشت سزا ہم پہ کیوں ٹوٹ پڑی ہے؟"

اس نے کہا:

"یہ سب قاضی کے مطالبے کی بنا پر ہے ـــــ اس نے خلیفہ کے پاس جا کر استعفا پیش کر دیا ہے ـــــ اور تمہاری وجہ سے کرسیٔ عدالت چھوڑ دی ہے۔

اس لئے خلیفہ ناراض ہو گیا ہے اور اس نے حکم دیا کہ تمہارے تمام دروازے سیل کر دیئے جائیں اور تم اس وقت تک باہر نہیں نکل سکتے، جب تک وہ حق ادا نہیں کر دیتے جو تم پر لازم ہے۔"

تب عیسیٰ کو اپنے جرم کی سنگینی کا احساس ہوا ـــــ اور اس پر منکشف ہو گیا کہ ظلم دنیا اور آخرت میں ایک اندھیرا نہیں کئی اندھیروں کا مجموعہ ہے ـــــ اور یہ کہ ظلم کی رسی خواہ کتنی ہی لمبی ہو جائے، اس کا انجام خوفناک ہے۔

اس کے حکم پر پانچ لاکھ درہم حاضر کر دیئے گئے ـــــ پھر اس نے حکم دیا کہ یہ دراہم مظلوم شخص کو دے دیے جائیں ـــــ اس سے معذرت کی جائے اور معافی بھی مانگی جائے ـــــ مدعی نے وہ دراہم لے لئے ـــــ خلیفہ کو اطلاع پہنچی کہ حق دار کو اس کا حق مل گیا ہے ـــــ تو اس نے حکم دیا کہ چونکہ صاحب حق کو اس کا حق مل گیا ہے، اس لئے عیسیٰ کے دروازے کھول دو ـــــ اسے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دو ـــ اور اسے بتا دو کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے ـــــ قاضی اور مخلوق خدا کے ساتھ اپنے رویئے اور معاملے کو درست کرے ـــــ اور ہرگز ہرگز کبھی بھی قاضی کے فیصلے کے آڑے نہ آئے۔

(ابن اثیر ـــــ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھا مخلص قاضیوں اور حکام کے ساتھ شاہانِ اسلام کا رویہ ـــــ اور یہ تھا قاضیوں کا امراء کے ساتھ انداز ـــــ جب امیر نے حق سے روگردانی کی اور ظلم کا راستہ اختیار کیا تو قاضی نے امیر کی پروانہ کی ـــــ اور جب دیکھا کہ حق کو نظر انداز اور ضائع کیا جا رہا ہے، تو اس نے امیر سے اپنا مشاہرہ تک نہ مانگا ـــــ بلکہ دنیا کو پس پشت ڈال دیا ـــــ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے طریقے پر ثابت قدم رہے۔

اس عادل اور محتاط خلیفہ پر بھی اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی ——اسے معلوم تھا کہ امراء کو زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر کس طرح عدل و انصاف کے اسباق سکھائے جا سکتے ہیں؟ ——اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حدیث شریف اور آزاد ضمیر کی اس آواز پر عمل کیا:

اللہ تعالیٰ اس گروہ کو گناہوں سے پاک نہ فرمائے جو طاقت ور کو جھنجھوڑ کر کمزور کا حق نہ دلائے۔

---

۱ عیسیٰ ابن جعفر بن منصور عباسی، بنو عباس کے امراء میں سے ایک قائد، ملکہ زبیدہ (ہارون الرشید کی بیوی) کا بھائی اور ہارون الرشید کا چچازاد بھائی تھا، ۱۸۵ھ میں اس کی وفات ہوئی -۱۲-۱۱ اعلام-

علم خود محافظ ہے
بشرطیکہ اس کی حفاظت کی جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم نے اسے نفع نہیں دیا۔''[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''اگر علماء، علم کی حفاظت کرتے اور اسے اس کے اہل کے سپرد کرتے تو اس کے ذریعے اپنے زمانے والوں کے سردار بن جاتے —— لیکن انہوں نے اسے دنیا والوں کے لئے صرف کیا تاکہ ان کی کچھ دنیا حاصل کریں —— نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا والوں کی نظر میں ان کا وزن کم ہو گیا —— میں نے تمہارے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے اپنے تمام غموں کو ایک غم، یعنی آخرت کا غم بنا دیا —— اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے غموں کے لئے کفایت کرے گا —— اور جس شخص کے تفکرات دنیا کے احوال میں بکھر گئے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ پروا نہیں فرمائے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو گیا؟''[2]

تبصرہ:

دور اول کے علماء اپنے علم کی بدولت دوسروں کے مال سے بے نیاز تھے —— چونکہ وہ دنیا اور آخرت میں علم کی فضیلت اور برتری کے قائل تھے، اس لئے وہ دنیا کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے۔

---

[1] دیکھئے جامع صحیح، امام سیوطی حدیث نمبر ۱۰۵۳

[2] اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے ''باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ'' میں روایت کیا، حدیث نمبر ۲۵۷۔

دنیاوالےان کے معزز علم میں دلچسپی رکھتے تھے ـــــــ اوران کا قرب حاصل کر کے عوام کی نظروں میں محترم بننا چاہتے تھے ـــــــ اس لئے علماء پراپنی دنیا خرچ کرتے تھے ـــــــ آج ہمارے زمانے کے بعض اہل علم دنیاوالوں کا دنیاوی تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنا علم صرف کرتے ہیں ـــــــ اس کا اثر یہ ہوا کہ علم میں دنیاوالوں کی دلچسپی ختم ہو گئی ـــــــ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ علم کوئی معزز اور محترم چیز ہوتی، تو یہ علماء اسے حقیر چیز (دنیا کے مال) کے حاصل کرنے کے لئے ہمارے سامنے صرف نہ کرتے ـــــــ لہذا انہوں نے علم کو بھی حقیر جانا اور علماء کو بھی ـــــــ رہے سلاطین اور امراء تو انہوں نے دنیا کو آخرت پر اور جہالت کو علم پر ترجیح دی ـــــــ اس طرح علماء اور امراء دونوں بگاڑ کی زد میں آگئے ـــــــ اور عوام کا تو وہی دین ہوتا ہے جو ارباب اقتدار کا ہوتا ہے۔

ماننا پڑے گا کہ پوری دنیا کے بگاڑ کا سبب وہ عالم ہے جو اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کرتا ـــــــ وہ علم کو اپنی دنیاوی خواہشات کے پورا کرنے اور آمدن کا ذریعہ بناتا ہے ـــــــ لہذا اس کا علم صرف اس کے لئے نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لئے وبال بن جاتا ہے ـــــــ

حضرت فضیل بن عیاض[3] فرماتے ہیں کہ عالم دو ہیں ـــــــ ایک دنیا کا عالم اور دوسرا آخرت کا ـــــــ پس دنیا کے عالم کا علم ظاہر ہے ـــــــ اور آخرت کے عالم کا علم مخفی ہے ـــــــ تم آخرت کے عالم کی پیروی کرو ـــــــ اور دنیا کے عالم سے بچو۔

قاضی علی بن عبدالعزیز جرجانی[4] نے کیا خوب کہا ہے؟:

''اگر علماء، علم کی حفاظت کرتے تو وہ ان کی حفاظت کرتا اور اگر وہ علم کی عظمت دلوں میں نقش کرتے تو اس کی تعظیم کی جاتی۔''

۳۔ ابوعلی فضیل بن عیاض بن مسعود تمیمی یربوعی، سمرقند میں ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے، ابی وَرْد میں نشوونما پائی، ابتداء میں بڑے ڈاکو تھے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اکابر اولیاء کرام میں سے

ہوئے، انہوں نے اپنے آپ کو عبادت اور علم کے لئے وقف کر دیا، ان کا لقب ''شیخ الحرم المکی'' ہوا، حدیث میں مستند تھے، ان سے بہت سی مخلوقِ خدا نے اکتساب فیض کیا، جن میں امام شافعی بھی تھے، ۱۸۷ھ میں مکۂ معظمہ میں ان کی رحلت ہوئی - ۱۲الاعلام (امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے - ۱۲- شرف قادری)

۴۔ قاضی جرجانی:

حضرت علی بن عبدالعزیز بن حسن جرجانی، ان کی کنیت ابوالحسن تھی، ادب کے بڑے عالم اور قاضی تھے، انہوں نے بہت سفر کئے، ان کے اشعار دل کش ہیں، جرجان میں پیدا ہوئے، پہلے جرجان، پھر رے کے قاضی بنائے گئے، اس کے بعد قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنائے گئے، ستر سال سے کم عمر میں نیشاپور میں فوت ہوئے، ان کا تابوت جرجان لے جایا گیا، ان کی تصانیف میں ''الوساطة بين المتبني وخصومه'' اور شعری دیوان ہے، ان کا خط ابن مقلہ کے خط سے ملتا جلتا تھا، ۳۹۲ھ میں فوت ہوئے - ۱۲الأعلام - ۴/۳۳۰ - کسی قدر تصرف کے ساتھ -

یقین کی کمزوری اور اختلاف سے بچو

یہ کلمات حضرت خالد بن ولید[1] نے اس وقت کہے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں عراق کے فتح کرنے کے لئے بھیجا —— پھر انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں رومی دھوکہ دے کر شام کی طرف مجاہدین کی واپسی کا راستہ بند نہ کر دیں —— اس لئے حضرت خالد بن ولید کو حکم بھیجا کہ شام کی طرف پلٹ جائیں —— انہوں نے لشکر کے کمانڈروں کو جمع کر کے حضرت فاروق اعظم کا نیا حکم سنایا —— کمانڈر پریشان ہو گئے —— انہوں نے سوچا کہ عراق اور شام کے درمیان خوفناک جنگلوں کو کس طرح عبور کریں گے؟ —— ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا —— اور وہ فوری طور پر کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔

حضرت خالد بن ولید نے ان کا اختلاف ختم کرنے کے لئے کھڑے ہو کر روح پرور خطاب کیا —— انہوں نے کانوں کو نہیں روحوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"تمہیں اختلاف کا شکار نہیں ہونا چاہیے —— اور نہ ہی تمہارا یقین متزلزل ہونا چاہیے —— اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق امداد دیتا ہے —— اور طلب ثواب کے مطابق ثواب دیتا ہے —— اللہ تعالیٰ کی امداد کے ہوتے ہوئے صاحب ایمان کو کسی چیز کی پروا نہیں کرنی چاہیے —— میرے پاس امیر المؤمنین کا تاکیدی حکم نامہ آیا ہے —— میں اس پر ہر صورت میں عمل کروں گا۔"

یہ اس دل کی آواز تھی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اعتماد سے لبریز تھا —— یہ گفتگو سن کر حاضرین پر ہیبت طاری ہو گئی —— انہیں یوں محسوس ہوا کہ ایک انجانی قوت نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا ہے —— انہوں نے بیک زبان کہا:

''ابوسلیمان! آپ ہمیں جہاں لے جانا چاہتے ہیں لے چلیں ——
اللہ کی قسم! آپ ایسی شخصیت ہیں جسے ہر بھلائی دے دی گئی ہے۔''

تمام مجاہدین حضرت خالد کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے —— راستے کی تمام دشواریاں اور گھاٹیاں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں —— مخلص اور غیرت مند قائد کی روح سے منتقل ہو کر اللہ تعالیٰ پر توکل کی روح ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ خالد بن ولید کے اخلاص اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق نے ان کے دلوں سے خوف و ہراس اور خطرات کا غبار دھو ڈالا —— ان کا خطاب زبان سے نہیں دل سے تھا —— ان کی گفتگو نے مجاہدین کے دلوں میں قوت، اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور غیر محدود امیدوں کی بجلیاں بھر دیں —— انہوں نے راستوں کی تکلیفوں اور صعوبتوں کے بارے میں سوال تک نہیں کیا —— کیونکہ سچا مومن بڑی سے بڑی مصیبتوں سے نہیں گھبراتا —— وہ ایمان کی مٹھاس اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی سعادت کے کیف سے سرشار ہو کر بڑی سے بڑی مشکلات کے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے —— وہ خوشدلی، صداقت اور اخلاص کے ساتھ آزمائشوں کو جھیل جاتا ہے —— کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ آزمائش صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے —— اور جو چیز محبوب کی طرف سے ہو وہ بھی محبوب ہوتی ہے —— بعض اوقات اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کے دل میں ایسے معارف اور حکمتیں القا فرما دیتا ہے جن کے سامنے مصیبت کی روح ہی فنا ہو جاتی ہے —— اور مصیبت بھی ایسی نعمت بن جاتی ہے جسے بیان کرنے سے بڑے سے بڑے علماء عاجز ہو جاتے ہیں۔

(الخلفاء الراشدون —— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھے زمانہ ماضی کے قائدین —— رعایا سے ان کی زبانیں نہیں، دل ہم کلام ہوا کرتے تھے —— چنانچہ رعایا ان کی زبانی گفتگو کے آگے نہیں، اثر انگیز دلوں کی زبان کے سامنے جھک جاتی تھی —— جو بات دل سے نکلتی ہے وہ براہ راست دلوں میں اتر جاتی ہے —— صرف زبان سے نکلنے والے کلمات دلوں میں جاگزیں نہیں ہوتے —— انہیں صرف کان ہی سنتے ہیں اور وہ کانوں ہی میں رہ جاتے ہیں۔

سچ ہے: ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

---

[1] خالد بن ولید: جلیل القدر صحابی، عظیم فاتح جرنیل، اللہ کی شمشیر برہنہ، حضرت خالد ابن ولید ابن مغیرہ مخزومی قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جاہلیت میں قریش کے معزز ترین افراد اور شہسواروں میں سے تھے، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور انہیں سواروں کا سرخیل بنادیا —— حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں شام میں مصروف جہاد لشکروں کا کمانڈر بنایا —— حضرت عمر فاروق نے انہیں معزول کر دیا، اس کے باوجود ان کے جوش اور جذبے میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ فرمایا: ''اس سے پہلے میں کمانڈر ہونے کی حیثیت سے جہاد کرتا تھا، اب ایک سپاہی کی حیثیت سے جہاد میں حصہ لوں گا، اور بطور سپاہی جہاد کرتے رہے۔'' فتوحات میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور توفیق ان کے شامل حال تھی، اکثر غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حاضر رہے، حضرت ابوبکر صدیق (بلکہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کیونکہ حضرت خالد بن ولید کی رحلت ان ہی کے دور میں ہوئی۔۱۲ ق) نے ان کے بارے میں فرمایا: ''عورتیں خالد ایسا جانباز جننے سے عاجز ہیں'' ۲۱ھ حمص میں ان کی رحلت ہوئی۔۱۱۲-اصابہ کچھ تصرف کے ساتھ۔

علماء کی خودداری
اور امراء کے لئے خیر خواہی

عثمان بن عطا خراسانی کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد، ہشام بن عبدالملک سے ملاقات کرنے کے لئے گئے —— جب ہم قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک معمر شخص سیاہ دراز گوش پر سوار ہیں —— ان کی قمیص پرانی، جبہ بوسیدہ، ٹوپی سر کے ساتھ چپکی ہوئی اور رکاب لکڑی کی تھی —— انہیں دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی —— میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ دیہاتی کون ہے؟ —— کہنے لگے کہ چپ رہ، یہ فقہاء حجاز کے بے تاج بادشاہ عطاء ابن ابی رباحؒ ہیں —— میں خاموش ہوگیا —— جب وہ ہمارے قریب آئے تو میرے والد خچر سے اور وہ دراز گوش سے اتر آئے —— دونوں نے معانقہ کیا اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی —— پھر دونوں سوار ہو کر چل پڑے اور ہشام بن عبدالملک کے دروازے پر پہنچ گئے —— ابھی بیٹھے ہی تھے کہ انہیں اندر بلالیا گیا —— جب میرے والد باہر آئے تو میں نے پوچھا کہ اندر آپ دونوں کی کیا بات چیت ہوئی؟ —— کاش کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔

کہنے لگے: جب ہشام بن عبدالملک کو اطلاع دی گئی کہ عطاء ابن ابی رباح دروازے پر تشریف فرما ہیں تو انہیں اسی وقت بلالیا گیا —— اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے ان ہی کی بدولت باریابی حاصل ہوئی ہے —— جب ہشام نے انہیں دیکھا، تو بڑے تپاک سے استقبال کیا —— اور کہنے لگا: خوش آمدید، خوش آمدید —— آگے آیئے، آگے آیئے —— انہیں قریب سے قریب تر بلاتا رہا، یہاں تک کہ انہیں اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا —— حالت یہ تھی کہ ان کے گھٹنے اس کے گھٹنوں کو چھو رہے تھے —— اس وقت بڑے بڑے لوگ ہشام کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے —— ہشام نے کہا:

''اے ابو محمد! کیسے تشریف لائے؟ ـــ کوئی کام ہے؟'' کہنے لگے:

اے امیر المؤمنین! کام یہ ہے کہ حرمین شریفین کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان اور رسول اللہ ﷺ کے پڑوسی ہیں ـــ آپ ان کے وظیفے اور مشاہرے جاری کر دیں۔''

ہشام نے ایک نوجوان کو حکم دیا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو ایک سال کے عطیات اور وظیفے دے دئے جائیں۔

پھر کہنے لگا: ابو محمد! کوئی اور کام ہے؟ ـــ کہنے لگے:

''ہاں، امیر المؤمنین! اہل حجاز بڑے بہادر ہیں ـــ وہ اصل عرب اور مسلمانوں کے قائدین ہیں ـــ آپ ان کے زائد صدقات انہیں لوٹا دیں۔

ہشام نے اسی نوجوان کو کہا: لکھو کہ اہل حجاز کے صدقات انہیں لوٹا دئے جائیں۔

پھر کہنے لگا: ابو محمد! کوئی اور کام؟ فرمایا:

ہاں۔ امیر المؤمنین! سرحدوں کے رہنے والے دشمنوں کا دفاع کرتے ہیں ـــ اور آپ کے دشمنوں سے سربکف رہتے ہیں ـــ آپ ان کو خوراک اور وظیفہ بھجوائیں ـــ کیونکہ اگر وہ ہلاک ہو گئے تو سرحدیں غیر محفوظ ہو جائیں گی ـــ ہشام نے حکم دیا کہ انہیں غلہ اور خوراک فوراً بھجوائی جائے۔''

ہشام، شیخ کے فقر اور ان کی ناداری سے واقف تھا ـــ وہ اس انتظار میں تھا کہ شیخ اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مال کی درخواست کریں گے ـــ لیکن اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا ـــ شیخ نے اپنی ذات کے لئے تو ملاقات کی ہی نہیں تھی ـــ انہوں نے صرف مسلمانوں کے مسائل کے لئے ملاقات کی تھی ـــ اس کے علاوہ ان کا کچھ مقصد نہ تھا ـــ ہشام نے پوچھا: کوئی اور کام؟ ـــ فرمایا:

ہاں۔ امیر المؤمنین! ذمیوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا جا رہا ہے ـــ آپ ان سے جو کچھ وصول کرتے ہیں وہ دشمنوں کے مقابل آپ کی امداد

ہے ـــــ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ان پر رحم کرتے۔

ہشام نے کہا: صحیح ہے ـــــ نوجوان! لکھو کہ ذمیوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔

پھر ہشام نے بھرپور توجہ سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ابو محمد! آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟ ـــــ حضرت عطا نے ہشام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے، اسے مخاطب کیا ـــــ اور ایسی بات کہی جسے تاریخ نے سنہری حروف میں لکھا ہے ـــــ ان کے دل سے وقت کے سلطان کا جاہ وجلال حرف غلط کی طرح مٹ چکا تھا۔

فرمایا:

ہشام! اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے ڈر ـــــ کیونکہ تو تنہا ہی پیدا ہوا تھا، تنہا ہی قبر کی آغوش میں اترے گا ـــــ اور حساب کے وقت بھی تو تنہا ہی ہوگا ـــــ اور یہ جو تیرے ارد گرد لوگ ہیں، ان میں سے کوئی بھی تجھے دکھائی نہ دے گا۔

ہشام سر جھکائے زمین کرید رہا تھا ـــــ اور ہچکیاں لے کر رو رہا تھا ـــــ اس کے سیاہ ماضی کی ریل اس کے سامنے چل رہی تھی ـــــ اسی حالت میں عطاء اٹھ کر چل دئے ـــــ جب دروازے کے پاس پہنچے تو ایک تھیلی لا کر انہیں پیش کی گئی ـــــ بیٹے! مجھے معلوم نہیں کہ اس میں کتنا مال تھا؟ ـــــ دربان نے کہا کہ امیر المومنین نے یہ تھیلی آپ کو پیش کی ہے ـــــ اس کا خیال تھا کہ عطاء اس عطیے پر خوشی اور شادمانی سے جھوم اٹھیں گے ـــــ لیکن حضرت عطاء نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

میں کلمۂ حق کہنے پر تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا ـــــ میرا ثواب تو اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔

اللہ کی قسم! شیخ نے ہشام کے پاس پانی کا ایک گھونٹ پیا اور نہ ہی اس سے کچھ حاصل کیا ـــــ اور جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آ گئے ـــــ ہاں! ان کے ذمہ جو پیغام تھا وہ انہوں نے پہنچا دیا ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے علماء سے جو تبلیغ اور حکمرانوں کی خیر خواہی کا

عہد و پیمان لیا ہے، اسے نبھایا اور خوب نبھایا۔ (حلیۃ الاولیاء، بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھے سلف صالحین علماء ـــــ جب وقت کے بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتے تھے تو سراپا خیر ہوتے تھے ـــــ وہ اپنی ذات کی بات نہیں کرتے تھے، بلکہ امت مسلمہ کے مفاد کی بات کرتے تھے ـــــ وہ شاہانِ وقت اور امراء کو نصیحت اور رشد و ہدایت کا پیغام دیتے تھے ـــــ اور اس پر کوئی معاوضہ اور نذرانہ وصول نہیں کرتے تھے ـــــ ان کا ظاہر و باطن مسلم اُمّہ کے لئے تھا ـــــ اس کے برعکس بہت سے لوگ ہیں جو حکمرانوں اور امراء سے ملتے ہیں ـــــ بظاہر امت مسلمہ کی اور پس پردہ اپنے اور اپنے حواریوں کے مفاد کے لئے کوشش کرتے ہیں (اور یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں جناب مجھے آپ سے ایک ذاتی کام ہے۔ ۱۲ق) ـــــ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم کے لوگوں کو بلند مرتبہ عطا فرمایا اور دوسری قسم کے لوگوں کا مقام پست فرمادیا ـــــ ہمارے رب کریم جَلّ جلالُہٗ نے سچ فرمایا:

اللہ خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔[2]

نبی اکرم ﷺ سے حدیث شریف مروی ہے:

بندہ جو راز بھی مخفی رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس راز کی چادر اعلانیہ پہنادیتا ہے، اگر راز اچھا ہے تو چادر بھی اچھی ہوگی اور اگر راز برا ہے تو چادر بھی بری ہوگی۔[3]

---

[1] عطاء بن ابی رباح ابن اسلم ابن صفوان: تابعی اور جلیل القدر فقیہ تھے، سیاہ فام غلام تھے، یمن میں پیدا ہوئے، مکہ معظمہ میں نشو و نما پائی، مکہ معظمہ کے مفتی اور محدث تھے ۲۷ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔ ۱۲، الاعلام۔

[2] سورۂ مومن: ۱۹/۴۰

[3] اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے ''الاخلاص'' میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، امام احمد وغیرہ نے حضرت سعید سے دوسرے لفظوں سے روایت کیا، اس کی سند حسن ہے، دیکھئے کشف الخفاء حدیث نمبر ۲۴۷۳

ادیبانہ جرأت

خلیفہ بغداد منصور کے پاس شکایت کی گئی کہ ایک شخص کے پاس بنوامیہ کی امانتیں ہیں ——— منصور کے حکم پر اس شخص کو لا کر حاضر کیا گیا۔

''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے پاس بنوامیہ کے اموال اور ان کی امانتیں ہیں ——— تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ لا کر ہمارے پاس حاضر کردو، ورنہ !

اس شخص نے کہا: ''امیر المؤمنین! کیا آپ بنوامیہ کے وارث ہیں؟'' ——— منصور نے کہا: ''نہیں'' ——— ''تو کیا آپ کو انہوں نے وصی بنایا ہے؟'' کہا ——— ''نہیں'' ——— کہنے لگا کہ ''پھر جو کچھ میرے پاس ہے، آپ اس کا مطالبہ کس بنیاد پر کرتے ہیں؟''

منصور نے کچھ دیر سر جھکائے رکھا، جیسے کچھ سوچ رہا ہو ——— پھر سر اٹھا کر کہنے لگا کہ: ''بنوامیہ نے مسلمانوں پر ظلم کر کے یہ اموال حاصل کئے ——— میں مسلمانوں کے حقوق کا وکیل ہوں ——— میں چاہتا ہوں کہ یہ اموال لے کر بیت المال میں داخل کر دوں۔

منصور کا خیال تھا کہ میں نے اس شخص کو لاجواب کر دیا ہے ——— اور یہ نہ چاہتے ہوئے بھی مال میرے حوالے کر دے گا ——— لیکن (اس کی سوچ کے برعکس) اس شخص نے کہا:

''امیر المؤمنین! اس بات پر باوثوق گواہ قائم کرنے ضروری ہیں کہ میرے پاس جو اموال ہیں وہ بنوامیہ کے ہیں ——— اور انہوں نے بطور ظلم مسلمانوں سے حاصل کئے تھے''

منصور نے پھر سر جھکالیا اور کچھ دیر زمین کی طرف دیکھتا رہا ——— پھر سر اٹھا کر ربیع کو حکم دیا کہ اس شخص پر تو ہمارے نزدیک کچھ بھی ثابت نہیں ہوا۔

پھر مسکراتے ہوئے اس شخص کی طرف دیکھا ——— اور کہنے لگا کہ ''کوئی کام ہو تو

بتاؤ، ہم پورا کردیں"——اس شخص نے کہا: "امیرالمؤمنین! ایک کام ہے"——منصور نے پوچھا: "وہ کیا ہے؟"——کہنے لگا:

"جس شخص نے میرے خلاف شکایت کی ہے، اسے میرے سامنے لایا جائے——اللہ کی قسم! میرے پاس بنوامیہ کی کوئی چیز نہیں ہے——نہ مال، نہ امانت——مجھے یہ بھی علم نہیں ہے کہ ان کی کوئی چیز کس کے پاس ہے——لیکن جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے خلاصی حاصل کرنے کے لئے یہی گفتگو مناسب معلوم ہوئی جو میں نے آپ کے سامنے کی ہے۔"

منصور نے ربیع[2] کو حکم دیا کہ شکایت کرنے والے کو حاضر کیا جائے——جب اس آدمی کو حاضر کیا گیا، تو اس شخص نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے، یہ میرے تین ہزار دینار چوری کر کے بھاگ گیا تھا——منصور نے یہ بات سنی تو حکم دیا کہ اس غلام کو سزا دی جائے——غلام نے اس شخص کی بات کی تصدیق کی——اور اقرار کیا کہ میں نے اس کے خلاف اس لئے شکایت کی تھی کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہو جائے——اور میں اس کے ہاتھ آنے سے بچ جاؤں——منصور نے کہا:

"میں چاہتا ہوں کہ اسے معاف کر دیں"

اس شخص نے کہا:

"امیرالمؤمنین! میں نے اس کا جرم معاف کیا——اور اسے مزید تین ہزار دینار دیتا ہوں۔"

منصور نے کہا: "اس سے زیادہ احسان کیا ہو سکتا ہے؟"——اس شخص نے کہا: "میں نے یہ سب اس لئے کیا کہ آپ نے مجھے شرف گفتگو سے نوازا اور درگزر فرمایا۔"

پھر کہنے لگا:

"امیرالمؤمنین! کیا یہ ممکن ہے؟ کہ آپ میری خیریت کی اطلاع شام میں

میرے گھر والوں کو پہنچا دیں ـــــــ تاکہ وہ میری سلامتی کے بارے میں مطمئن ہو جائیں ـــــــ مجھے آپ کے طلب کرنے پر وہ پریشان ہوں گے ـــــــ لیکن اطلاع مل جائے گی تو ان کے دل مطمئن ہو جائیں گے"

منصور نے ربیع کو حکم دیا کہ شام میں اس کی خیریت کی اطلاع بھجوا دو ـــــــ پھر وہ شخص اجازت لے کر واپس چلا گیا ـــــــ اور منصور اس شخص کی فصاحت، سخاوت اور حوصلے پر تعجب کرتا رہا۔

(قصص العرب ـــــــ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ بادشاہ کتنے اچھے تھے؟ ـــــــ جب وہ حق کو پہچان لیتے تھے تو انصاف کرتے تھے اور حق کی طرف ہی رجوع کرتے تھے ـــــــ سلطان کی عظمت حق کے آڑے نہیں آتی تھی ـــــــ اور حق والوں کو ان کا حق دینے سے نہیں روکتی تھی ـــــــ چاہے صاحب حق کتنا ہی معمولی آدمی ہوتا ـــــــ کیونکہ ان کا سرمایۂ زندگی عدل و انصاف تھا ـــــــ اور چونکہ عوام اپنے امراء سے امت مسلمہ کی بھلائی دیکھتے تھے، اسی لئے نہ صرف ان کی تعظیم کرتے تھے، بلکہ ان کی اطاعت بھی کرتے تھے۔

---

[1] المنصور: ابو جعفر عبداللہ ابن محمد بن علی بن عباس، بنو عباس کا دوسرا خلیفہ اور عربوں کا پہلا بادشاہ جس نے علوم و فنون کو اہمیت دی، فقہ اور ادب کا عالم اور فلسفہ و فلکیات کا ماہر تھا۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوا اور اپنے بھائی سفاح کی وفات کے بعد ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنا، ۱۴۵ھ میں اس نے شہر بغداد تعمیر کیا۔ وہ بڑا پختہ کار، بہادر اور لہو و لعب سے دور تھا، اس کی خلافت کی مدت بائیس سال تھی، ۱۵۸ھ میں مکہ معظمہ میں احرام کی حالت میں فوت ہوا۔

[2] ربیع ابن یونس بن محمد بن ابو فروہ کیسان، بنو عباس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا، اس کی کنیت ابو الفضل تھی، بڑا دانشور اور احتیاط پسند وزیر تھا، منصور عباسی نے پہلے اسے دربان بنایا پھر وزیر بنا دیا، وہ بارعب ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف امور کا اچھا منتظم بھی تھا، ۱۱۱ھ میں پیدا ہوا اور ۱۶۹ھ میں فوت ہوا۔ ۱۲-۱۱ الاعلام: ۱۵/۳۔

اگر تو میرا وکیل ہے تو میرے حکم پر عمل کر

یہ وہ کلمات ہیں جو خراسان کے نادر زمانہ عالم، عبداللہ ابن مبارک[1] نے اپنے وکیل مالیات کو کہے —— جب انہوں نے اپنے وکیل کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو سات ہزار درہم دے دو، تا کہ وہ اپنا سات سو درہم کا قرض ادا کرے —— وکیل نے ان کا مکتوب کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ فلاں شخص کو سات ہزار درہم دے دو —— وکیل نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہیں کتنی رقم کی ضرورت ہے؟ —— اس نے کہا:

''میں مقروض ہوں اور قرض کی ادائیگی سے عاجز —— میں نے اس سلسلے میں ابن مبارک سے رجوع کیا تھا''

وکیل نے پوچھا: ''قرض کتنا ہے؟'' —— اس نے کہا: ''یہی کوئی سات سو درہم ہوں گے'' —— وکیل نے مکتوب کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

''عبداللہ ابن مبارک کی طرف سے وکیل کے نام —— جب میرا یہ مکتوب تمہیں پہنچے اور تم اسے پڑھ لو —— تو حاملِ مکتوب کو سات ہزار درہم دے دینا''

وکیل نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید لکھنے والے نے غلطی سے سات سو کی بجائے سات ہزار لکھ دئے ہیں —— وکیل نے اس شخص کو کہا: ''تم تھوڑا انتظار کرو —— میں اپنے مؤکل ابن مبارک پوچھ لوں —— وہ جتنی رقم کہیں گے، تمہیں پیش کردوں گا'' -

وکیل نے ایک مکتوب ابن مبارک کے نام لکھا، اور اس میں تحریر کیا:

''آپ کا مکتوب مجھے موصول ہوا —— میں نے اسے پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا —— میں نے مکتوب لانے والے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس نے سات سو درہم قرض کے بارے میں آپ کو درخواست دی ہے ——

لیکن آپ کے مکتوب میں سات ہزار درہم لکھے ہوئے ہیں ——— اگر یہ لکھنے والے کی غلطی ہے تو مجھے اطلاع دیں ——— تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں''

عبداللہ ابن مبارک نے اپنے وکیل کو لکھا:

''جب میرا یہ مکتوب تمہارے پاس پہنچے اور تم اسے پڑھ کر اس کا مضمون سمجھ لو ——— تو حامل مکتوب کو چودہ ہزار درہم دے دینا ——— اور اس سے کچھ بھی کم نہ کرنا'' ——— وکیل نے یہ مکتوب پڑھا تو حیران رہ گیا ——— کہ جس شخص کو سات سو درہم کی ضرورت ہے اسے چودہ ہزار درہم دئے جارہے ہیں۔''

اس نے پھر ابن مبارک کو لکھا:

''اگر آپ اسی روش پر چلتے رہے تو آپ بہت جلد اپنی جائداد فروخت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ——— اور چند دنوں میں کنگال ہو جائیں گے۔''

لیکن ابن مبارک مال اور جائداد کی پروا کرنے والوں میں سے نہیں تھے ———. بلکہ وہ تو غنی اور وہاب اللہ پر بھروسہ کرنے والے تھے ——— وہ فقر و فاقہ سے ڈر کر حساب کتاب نہیں کرتے تھے ——— ان کا عمل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر تھا:

''تم جو چیز بھی خرچ کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ عطا فرمائے گا''

ابن مبارک نے اپنے وکیل کو درج ذیل مکتوب ارسال کیا ——— ان کے مکتوب کے ایک ایک لفظ سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کی روح جھلک رہی ہے ——— انہوں نے تحریر کیا:

''اگر تم میرے وکیل ہو تو میرے حکم پر عمل کرو ——— اور اگر میں تمہارا وکیل ہوں تو آکر میری جگہ سنبھال لو ——— میں تمہاری جگہ لے لوں گا ——— اور جو کچھ تم حکم دو گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس

شخص نے کسی مومن کی دنیاوی پریشانی دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی پریشانی دور فرمائے گا۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ اس فقیر اور مقروض شخص کو فوری طور پر دوہری مسرت فراہم کروں ـــــــ ہوسکتا ہے اس بنا پر اللہ تعالیٰ میری بخشش فرمادے۔''

چنانچہ وکیل نے اس شخص کو سات سو درہم کی جگہ چودہ ہزار درہم ادا کر دیئے۔

(وفیات الاعیان۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھا اسلافِ امت کا اللہ تعالیٰ پر اعتماد ـــــــ وہ ایسے اعمال کی طرف پیش قدمی کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے ہوں ـــــــ دنیا ان کے دلوں میں گھر نہیں بنا سکی تھی ـــــــ دنیا تو ان کے قدموں میں تھی اور ڈھلتے ہوئے سائے کی حیثیت رکھتی تھی ـــــــ اسی لئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور اس کی رضا کے لئے دولت کا خرچ کرنا آسان تھا۔

---

[1] عبداللہ ابن مبارک: ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک تمیمی مروزی، حافظ الحدیث، شیخ الاسلام، مجاہد، تاجر اور صاحب تصانیف تھے، انہوں نے بہت سے سفر کئے، تمام عمر حج اور جہاد کے لئے سفروں میں صرف کر دی، وہ محدث بھی تھے، فقیہ بھی اور ادب عربی کے ماہر بھی تھے، اس کے ساتھ ساتھ بہادر اور سخی بھی تھے، ۱۱۸ھ میں خراسان میں پیدا ہوئے، روم کے جہاد سے واپسی پر فرات کے کنارے ''ھیت'' میں وفات پائی، انہوں نے جہاد کے موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی، اور یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے-۱۲، الاعلام: ۱۱۵/۲

(عبداللہ ابن مبارک امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد بھی ہیں-۱۲-شرف قادری)

یہ کام ہمارے حج سے بہتر ہے

ابن کثیر قاری[1] کہتے ہیں کہ ایک سال عبداللہ ابن مبارک حج کے لئے روانہ ہوئے — ایک شہر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ قافلے والوں کا ایک پرندہ مر گیا — اسے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا — ابن مبارک کے ساتھی روانہ ہو گئے اور وہ پیچھے رہ گئے — آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکی قریبی گھر سے نکلی اور اس مرے ہوئے پرندے کو اٹھا کر جلدی سے گھر میں داخل ہو گئی — ابن مبارک نے اس لڑکی سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ اور اس سے مردہ پرندہ لے لیا — پہلے تو وہ شرمائی، پھر کہنے لگی:

''اس گھر میں، میں ہوں یا میری والدہ — ہمارے پاس اس تہبند کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے — اور ہماری خوراک صرف وہ چیزیں ہوتی ہیں جو لوگ اس ڈھیر پر پھینک جاتے ہیں — ہمارے والد بڑے مال دار تھے، کسی وجہ سے انہیں قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا گیا — ہمارے پاس کوئی چیز باقی نہیں رہی جسے ہم کھا کر گزر بسر کر سکیں''۔

عبداللہ ابن مبارک نے یہ گفتگو سنی تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں — حکم دیا کہ ہمارا تمام ساز و سامان اور حج کے اخراجات اونٹوں سے اتار دیئے جائیں — اپنے ملازم سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟ — اس نے کہا: ''ایک ہزار دینار۔'' فرمایا:

''ہمارے لئے بیس دینار رکھ لو، ہماری واپسی کے لئے اتنے ہی کافی ہوں گے — باقی اس مصیبت زدہ عورت کو دے دو — اللہ کی قسم! اس کی مصیبت نے ہمارا دل دکھا دیا ہے — اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کام ہمارے

اس سال کے حج سے افضل ہے''۔

اور حج کئے بغیر واپس لوٹ گئے ——— ان کی رائے میں یہ صدقہ حج مبرور اور سعی مشکور سے افضل واعلیٰ تھا۔

(المحاسن والمساوی، امام بیہقی، کچھ تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

ایک شخص نے حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ میرے پاس دوسو درہم ہیں ——— میں ان کے ساتھ حج کروں، یا صدقہ کردوں؟ ——— آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے فرض حج ادا کرلیا ہے؟'' ——— اس نے کہا: ''ہاں'' ——— آپ نے فرمایا:

''اگر تو یہ دراہم دس محتاج عورتوں میں تقسیم کردے ——— اور ہر ایک کو دس، دس درہم دے دے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے نفلی حج سے بہتر ہے ——— اگر تو چاہے تو میری بات مان لے۔''

اس نے یہ بات مان لی اور تمام مال صدقہ کردیا۔

ابن مبارک نے بھی یہ راز پالیا تھا ——— چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو راضی کرنے کے لئے نفلی حج پر صدقے کو ترجیح دی۔

ابن مبارک اور ان جیسے دوسرے اکابر قرآن کریم اور وحیِ رسالت کے سرچشمے سے سیراب ہوئے تھے ——— اس لئے انہوں نے اپنی جبینِ نیاز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکادی ——— اور اسلام کی بتائی ہوئی سیدھی اور صحیح شاہراہ پر گامزن ہونے کو ترجیح دی ——— اور وہ یہ کہ تسلیم ورضا کا طریقہ اختیار کیا جائے، دل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا دیا جائے اور اسی پر بھروسہ کیا جائے ——— تاریخ اسلام کی ان عظیم شخصیات کا مطالعہ کرکے ہمیں صحیح راستے پر اس انداز میں چلنے کی زیادہ ضرورت ہے ——— دل کے خلوص اور اللہ تعالیٰ پر

اعتماد سے پیدا ہونے والا ان کا صحیح ٹارگٹ اپنانے کے ہم زیادہ محتاج ہیں۔

ذہبی[۲] ''العبر'' میں ابن مبارک کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے فقہ، زہد اور دلوں میں گداز پیدا کرنے کے ابواب مرتب کئے —— حدیث میں وہ امیر المؤمنین کے درجے پر فائز تھے —— امام مالک سے علم فقہ پڑھا اور ان سے مؤطا کی روایت کی —— فضیل بن عیاض، سفیان ثوری، امام مالک اور امام ابوحنیفہ سے عشق کی حد تک محبت و عقیدت رکھتے تھے —— وہ علم اور زہد کے جامع تھے —— ۱۱۸ھ میں مرو میں پیدا ہوئے —— رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۔ ابن کثیر قاری: عبداللہ بن کثیر داری مکی، سات قاریوں میں سے ایک قاری، مکہ معظمہ کے قاضی، فارسی الاصل اور عطر کا کاروبار کرتے تھے، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۲۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ۱۲۰۱ - ۱۱ اعلام: ۴/۱۱۵ -

۲۔ الذہبی: شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی، حافظ الحدیث، مؤرخ، علامہ اور محقق تھے، اصل کے اعتبار سے ترکمانی تھے، دمشق میں ۶۷۳ھ میں پیدا ہوئے، ان کی ضخیم تصانیف ایک سو کے قریب ہیں، آخری دور میں ان کی بینائی جاتی رہی، ۷۴۸ھ میں دمشق میں وفات ہوئی - ۱۲، ۱۱ اعلام: ۵/۳۲۶ -

خدمتِ خلق کی انوکھی مثال

وہ سخت ٹھٹھرتی ہوئی رات تھی ——— جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حسب معمول مدینہ منورہ کا راؤنڈ لگانے نکلے ——— انہوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کے باہر ایک معمولی سا خیمہ لگا ہوا ہے ——— اس کے دروازے پر ایک معمر اور باوقار بوڑھا بیٹھا ہوا ہے ——— اس پر سفر کی مشقت کے آثار دکھائی دے رہے ہیں ——— آپ نے اسے سلام کیا جس کا اس نے جواب دیا ——— آپ نے خیمے کے اندر سے عورت کے کراہنے کی آواز سنی، جس سے اندازہ ہوا کہ اسے بچہ پیدا ہونے والا ہے ——— حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''چچا! تمہارے پاس کون ہے؟'' ——— کہنے لگا: ''میری بیوی ہے'' ——— آپ نے فرمایا: ''اس کے پاس کون ہے؟'' ——— کہنے لگا: ''اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے'' ——— آپ کو اس بزرگ کے اللہ تعالیٰ پر توکل اور مصیبت کے برداشت کرنے پر خوشگوار تعجب ہوا۔

آپ واپس ہولئے اور مختصر راستے پر چلتے ہوئے اپنے گھر پہنچے ——— اپنی اہلیہ محترمہ اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے ——— اور فرمایا: ''بے مثال غنیمت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' ——— انہوں نے پوچھا: ''امیر المؤمنین! وہ کیا ہے؟'' ——— آپ نے فرمایا:

''ایک عورت زچگی کی حالت میں ہے ——— اس کا شوہر ایک بوڑھا شخص ہے ——— اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے ——— آپ کپڑے اور ضروری چیزیں جمع کریں جن کی بچے کی پیدائش کے وقت ضرورت ہوتی ہے ——— میں انکے کھانے کے لئے روٹی اور سالن کا انتظام کرتا ہوں۔''

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زچہ اور بچے کی ضرورت کی چیزیں اکٹھی

گئیں —— حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روٹی اور کھانے کی چیزیں اٹھائیں، اور دونوں چل دیئے —— آدھی رات بیت چکی ہے، یخ بستہ ہوائیں چل رہی ہیں اور موسلا دھار بارش ہو رہی ہے —— اسی حالت میں خیمے کے پاس پہنچ گئے، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا خیمے کے اندر چلی گئیں —— حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بزرگ کے ساتھ دروازے پر بیٹھ گئے —— آپ نے آگ جلا کر اس پر ہنڈیا چڑھادی اور کھانا تیار کرنے لگے —— دھواں بے تحاشا اٹھ رہا تھا اور آپ کی داڑھی میں داخل ہو رہا تھا —— اس کے باوجود آپ مصروف رہے، یہاں تک کہ کھانا پک گیا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا کام نمٹا دیا، زچہ کی امداد کی —— اور بچے کو کپڑے پہنا دیئے —— انہوں نے دروازے پر آ کر کہا: ''امیر المؤمنین! اس بزرگ کو بیٹے کی مبارکباد دیجئے!'' —— اس بزرگ نے جب یہ سنا کہ آپ کو امیر المؤمنین کے لقب سے پکارا جا رہا ہے تو وہ دہشت زدہ ہو گیا —— اور سراپا تعجب بن کر پوچھنے لگا:

''کیا واقعی آپ امیر المؤمنین ہیں اور یہ آپ کی اہلیہ محترمہ ہیں؟؟؟ —— کیا واقعی...... ؟؟؟ —— اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے'' —— انہیں کھانا ڈال کر دیا اور فرمایا: ''اسے اپنی بیوی کے پاس لے جاؤ'' —— اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے کہ آپ کل میرے پاس آئیں —— حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ واپس جاتے ہوئے ان کی سماعت سے وہ دعائیں ٹکرائیں، جو وہ بزرگ اور ان کی اہلیہ مسرت و فرحت سے سرشار ہو کر انہیں دے رہے تھے۔

جب گھر پہنچے تو آپ نے فرمایا:

''ام کلثوم! یہ واقعہ کیسا رہا؟'' انہوں نے فرمایا: ''امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے ـــــ آیندہ بھی کبھی ایسی صورت حال ہو تو مجھے ضرور یاد فرمائیں ـــــ اللہ کی قسم! میں ایسی خدمتِ خلق کے لئے سراپا اشتیاق ہوں اور ہر وقت تیار ـــــ یہ تو بہت بڑی غنیمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔''

دوسرے دن وہ بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ـــــ فاروق اعظم اور ان کی اہلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارِ احسان سے ان کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ شرمسار دکھائی دے رہے تھے ـــــ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فرمایا کہ آپ بوجھ محسوس نہ کریں ـــــ ان کی عزت افزائی کی اور ان کے کنبے کے لئے مناسب وظیفہ مقرر کیا ـــــ اور فرمایا: ''آپ دونوں میاں بیوی میرے لئے دعا کریں''

(عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ - ابن جوزی - کچھ تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھے ماضی کے حکمران، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی خدمت ہم پر اور ہمارے اہل و عیال پر فرض اور لازم ہے ـــــ وہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے راتوں کو جاگتے تھے ـــــ اور خوشی سے ان کا حق واجب ادا کرتے تھے ـــــ وہ خدمتِ خلق کو حاصل ہونے والی غنیمت جانتے تھے ـــــ اس میں بیوی بچوں کو بھی شریک کرتے تھے ـــــ یہی وجہ تھی کہ عوام ان کے فرمانبردار تھے ـــــ حکمرانوں اور عوام میں معمولی سا اختلاف بھی نہیں تھا۔

سلطانِ جابر کے سامنے کلمۂ حق

[اگر تم نے سلام کا جواب نہیں دیا تو تم فاسق اور معزول ہو]

یہ کلمات امام صالح، متقی اور زاہد شیخ شمس الدین الدروطی[1] نے مصر اور شام کے بادشاہ، سلطان قانصود غوری[2] کو کہے —— ہوا یہ کہ سلطان نے انہیں طلب کیا —— جب شیخ سلطان کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کہا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' —— سلطان کسی وجہ سے شیخ سے ناراض تھا، اس نے سلام کا جواب نہ دیا —— سلام کا جواب نہ دینے پر شیخ جلال میں آ گئے —— اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے غیر اللہ کا خوف ختم کر دیا —— اور ان کی نگاہوں سے سلطان کا جاہ وجلال غائب ہو گیا —— انہوں نے اپنا سر بلند کرتے ہوئے سلطان کو کہا کہ:

''اے قانصوہ! اگر تو نے سلام کا جواب نہ دیا تو تو فاسق اور معزول ہے''

سلطان کو ایک انجانی طاقت نے اپنی گرفت میں لے لیا —— شریعت کی ہیبت اس پہ چھا گئی —— اور اس کا غیظ وغضب کافور ہو گیا —— اس نے کہا: ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' —— لیکن آواز اتنی دھیمی تھی کہ پاس والوں نے بھی بہ مشکل سنی ہو گی۔

تب شیخ نے سلطان کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

''آپ ہمیں کس لئے جہاد پر ابھارتے ہیں؟ —— حالانکہ ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں، جن پر سوار ہو کر ہم جہاد کریں''

سلطان نے کہا: ''آپ کے پاس بہت مال ہے، جس سے آپ گزر بسر کر رہے ہیں —— اس کے بعد ان کی آپس میں طویل گفتگو ہوئی —— شیخ نے سلطان کو اس کی سابقہ اور موجودہ حالت یاد دلائی —— اور یہی علماء کی شان ہے، وہ نصیحت سے کام لیتے

ہیں اور بھولی ہوئی باتیں یاد دلاتے ہیں ——— انہوں نے فرمایا:

''اے قانصوہ! تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو بھلا چکا ہے جو اس نے تجھے عطا کی ہیں اور تو نے ان کا مقابلہ نافرمانی سے کیا ہے ——— کیا تجھے وہ وقت یاد ہے جب تو عیسائی تھا؟ ——— پھر مجاہدین اسلام نے تجھے قیدی بنالیا اور بیچ دیا ——— تو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل ہوتا رہا ——— پھر اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا اور تجھے آزادی اور اسلام کی عظیم نعمت عطا فرمائی ——— پھر تجھے یہاں تک احسانات سے نوازا کہ تو مخلوق کا بادشاہ بن گیا ——— عنقریب تجھے لاعلاج مرض لاحق ہوگا ——— پھر تو مر جائے گا ——— تجھے کفن پہنایا جائے گا ——— اور تیرے لئے اندھیری قبر کھودی جائے گی ——— پھر تیری ناک اس مٹی میں دفن کی جائے گی ——— پھر تو ننگا، بھوکا اور پیاسا اٹھایا جائے گا ——— پھر تجھے اس عادل حاکم کے سامنے کھڑا کیا جائے گا جو ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا ——— پھر منادی اعلان کرے گا کہ جس کا غوری پر حق ہے اور جس پر اس نے ظلم کیا ہے وہ حاضر ہو جائے ——— تو اتنے لوگ حاضر ہوں گے جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ——— وہ تجھ سے اپنا حق اس طرح مانگیں گے، جس طرح مظلوم ظالم سے اپنا حق مانگتا ہے''۔

غوری نے شیخ کی گفتگو اور مخلصانہ نصیحت سنی ——— تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا، چہرے پر سیاہی چھا گئی ——— اور اس پر خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو گئی ——— کیونکہ اس نے ایسا کلام سنا تھا جو مومن کے دل میں راسخ قوت ایمانی سے برآمد ہوا تھا ——— سلطان کے ایک محرم راز اور حاشیہ نشین نے گفتگو میں مداخلت کی ——— وہ چاہتا تھا کہ اس خوفناک ماحول کا رنگ ڈھنگ بدل جائے ——— اکثر سلاطین اور حکمرانوں کے اس قسم کے بُرے درباری ہوتے ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ——— اُس نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا: ''جناب شیخ! فاتحہ پڑھیے'' ——— انہیں اس بات کا ڈر پیدا ہو گیا کہ

کہیں شدت خوف کی بناء پر سلطان عقل نہ کھو بیٹھے —— شیخ اٹھے اور سلطان کو خود فراموشی کی حالت میں چھوڑ کر چل دیے —— انہوں نے سلطان سے اجازت لی نہ کسی حاشیہ بردار سے —— جب شیخ چلے گئے اور سلطان کی محویت ٹوٹی، تو کہنے لگا: ''شیخ کو میرے پاس بلاؤ'' —— اور انہیں دس ہزار دینار پیش کرو، تاکہ دمیاط میں برج کی تعمیر کیلئے کام میں لائیں —— اس کا خیال تھا کہ شیخ کو راضی کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے —— شیخ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ:

میں بحمدہٖ تعالیٰ دولت مند ہوں اور کسی کی امداد کا محتاج نہیں ہوں —— ہاں اگر تمہیں ضرورت ہو تو قرض دے سکتا ہوں اور صبر کی ہمت بھی رکھتا ہوں۔

یہ کہا اور اس حالت میں باہر نکل گئے کہ ان کے سر پر عزت کا پرچم لہرا رہا تھا۔

(النجوم الزاھرۃ۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

حقیقت یہ ہے کہ اس مجلس میں شیخ سے زیادہ عزت والا اور سلطان سے زیادہ ذلیل کوئی نہ تھا —— عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور ذلت اس کی نافرمانی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مخلص عالم ربانی پر رحمتیں نازل فرمائے جن پر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت حاوی نہ ہوسکی —— یہاں تک کہ انہوں نے سلطانِ وقت کی پروا نہ کی اور اس کے منہ پر کہہ دیا کہ تو فاسق ہوگیا ہے اور معزول ہے —— انہوں نے اس بات کی بھی پروا نہ کی کہ اس گفتگو کا انجام کیا ہوگا؟ —— اگر ان کی دنیا جاتی ہے تو جاتی رہے —— اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر، آزمائش نازل ہوتی ہے تو ہوتی رہے ——

ہر چہ بادا باد

---

[1] شمس الدین دروطی (دال پر زبر، راء پر پیش) مصری خطیب اور زاہد تھے، سلطان قانصوہ غوری کے دور میں جامع ازہر شریف کے خطیب تھے، سلطان کے سامنے بے باکی سے کلمۂ حق کہتے تھے، اس کے

عطیات قبول نہیں کرتے تھے، تجارت پر گزر بسر کرتے تھے، دروط، مصر کے رہنے والے تھے، دمیاط میں فوت ہوئے، ان کی تصانیف میں القاموس فقہ میں اور امام نووی کی منہاج کی شرح ہے، ۹۲۱ھ میں فوت ہوئے-۱۲، الأعلام-

۲ قانصوہ غوری: ابوالنصر سیف الدین، شاہ مصر، اس کا لقب الملک الاشرف تھا، اصل کے اعتبار سے جرکسی اور عجمی تھا، ۸۵۰ھ میں پیدا ہوا، اس نے بڑی بڑی یادگاریں تعمیر کیں، اسے موسیقی، ادب اور شعر سے بہت لگاؤ تھا، حیرت انگیز حد تک بہادر تھا، علماء کی ہم نشینی کا دلدادہ تھا، حلب کے معرکہ ''مرج دابق'' میں ۹۲۲ھ میں سلطان سلیم عثمانی سے شکست کھائی اور قتل ہوا- الاعلام: ۵/۱۸۷-

اللہ تعالیٰ پر توکّل

علامہ جلال الدین سیوطی[1] نے ''حسن المحاضرۃ'' میں بیان کیا کہ تین پیکر خلوص علماء نے اپنی جانیں تبلیغ اسلام کے لئے وقف کردیں ——— فتنے اور باطل کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے بادشاہ کی ملازمت اختیار نہ کی:

(۱) محمد بن نصر[2] (۲) محمد بن جریر[3] (۳) محمد بن منذر۔

یہ تینوں مصر کے ایک مکان میں بیٹھ کر حدیث شریف لکھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کا خرچہ ختم ہوگیا ——— اور کھانے کے لئے بھی کچھ نہ بچا ——— انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان میں سے کوئی ایک کوشش کرکے اس دن کے گزارے کے لئے کچھ حاصل کرے ——— لیکن سراپا اخلاص عالم باعمل کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مانگنا بہت مشکل کام تھا ——— انہوں نے فیصلہ کیا کہ قرعہ اندازی کی جائے اور جس کے نام قرعہ نکلے، وہی جاکر کچھ مانگ لائے ——— چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اور ایک عالم کے نام قرعہ نکل آیا۔

وہ عالم اٹھے اور پہلے نماز قضائے حاجت پڑھی ——— اور یہی سنت طریقہ ہے ——— نماز کے بعد کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے ——— یہ دوپہر کا وقت تھا، جب لوگ آرام کیا کرتے ہیں ——— اچانک سنا کہ دروازہ کھٹکھٹایا جارہا ہے ——— اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ کیا یہاں تین محمد رہتے ہیں؟ ——— اسے بتایا گیا کہ ہاں رہتے ہیں تو اس نے کہا:

یہ ایک ہزار دینار لے لیجئے! ——— یہ شاہ مصر کے نائب نے بھیجے ہیں ——— اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اسے فرما رہے ہیں کہ تم یہاں سوئے ہوئے ہو اور تین محمد لوگوں کے سامنے دستِ سوال پھیلانے پر مجبور ہوچکے

ہیں ـــــــ وہ پریشان ہو کر اٹھا اور تمہارے بارے میں تفتیش کی تو اسے تمہاری نشاندہی کی گئی ـــــــ اس نے ایک ہزار دینار بھیجے ہیں اور آپ سے دعا کی درخواست کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے طالب علم کے لئے اس بات کا ذمہ لیا ہے کہ اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے توقع بھی نہیں ہوگی۔[۴]

تبصرہ:

یہ تھا پُر خلوص علماء کا اللہ تعالیٰ پر توکل ـــــــ وہ ماسوی اللہ کو چھوڑ کر اسی سے سب کچھ مانگتے تھے ـــــــ وہ فقر و فاقہ پر صبر کرتے تھے ـــــــ کھانے پینے اور حقیر مادی منفعت کے لئے سلاطین کے درباروں کے چکر نہیں لگاتے تھے ـــــــ اور اگر جاتے بھی تھے تو ذاتی فائدے کے لئے نہیں، بلکہ امت مسلمہ کی خدمت کے لئے جاتے تھے ـــــــ اسی لئے وہ سلاطین اور امراء سے دور رہنے اور فقر کو ترجیح دیتے تھے ـــــــ ان کے قرب کو آتشِ سوزاں قرار دیتے تھے ـــــــ وہ غناءِ نفس کے پیکر تھے، روکھی سوکھی کھا کر خوش رہتے تھے ـــــــ بعض وہ تھے جو محنت مزدوری کر کے اپنا وقت گزار لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے بے نیاز رہتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوگا ـــــــ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی بنا دے گا ـــــــ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اس کا خوف کم ہو جائے گا۔[۵]

۱۔ جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر خضیری سیوطی، امام، حافظ الحدیث، مؤرخ، ادیب اور مصنف تھے، اپنے دوستوں سے الگ تھلگ رہتے تھے، سلطان نے انہیں کئی دفعہ طلب کیا، لیکن وہ حاضر نہیں

اچانک خلیفۂ وقت کے کارندے پہنچ گئے ——— اور کہنے لگے کہ خلیفہ نے سنا ہے کہ طبیب نے مردہ زندہ کر دیا ہے، اس لئے وہ آپ کو یاد کر رہے ہیں ——— ثابت ان کے ساتھ چلے گئے ——— عوام حیران و پریشان کہہ رہے تھے کہ:

طبیب نے مردے کو زندہ کر دیا ——— طبیب نے مردے کو زندہ کر دیا۔

ہر آدمی اس باکمال طبیب کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھا ——— یہاں تک کہ ثابت شاہی محل میں داخل ہو گئے ——— جب خلیفہ کے سامنے پہنچے تو اس نے کہا: ثابت یہ کیا مسیحائی ہے؟ جس کی ہمیں اطلاع پہنچی ہے ——— ثابت نے کہا:

جناب عالی! کچھ بھی نہیں ——— میں اس قصاب کا پڑوسی ہوں ——— میں اس کی دوکان کے پاس سے گزرتا تو دیکھتا تھا کہ یہ کلیجی چیر کر اس پر نمک چھڑکتا تھا اور اسے کھا جاتا تھا ——— پہلے تو مجھے اس انداز سے گھن آتی تھی ——— پھر میرے دل میں یہ بات آئی کہ عنقریب اسے سکتۂ قلب واقع ہو گا (یعنی اس کا دل کام کرنا چھوڑ دے گا) اور اس کی ہلاکت کا باعث بنے گا ——— چنانچہ میں اس کی نگرانی کیا کرتا تھا اور اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہتا تھا ——— جب مجھے اس کے انجام کی اطلاع ہوئی تو میں نے گھر جا کر دل کے سکتہ کی دوا تیار کی ——— میں وہ دوا ہر دن اپنے پاس رکھتا تھا ——— آج میں نے اس کے گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں سنیں تو میں نے پوچھا: کیا قصاب مر گیا ہے؟ ——— مجھے بتایا گیا کہ وہ رات اچانک فوت ہو گیا ہے ——— مجھے معلوم ہو گیا کہ اسے سکتہ ہو گیا ہے ——— میں نے جا کر اسے چیک کیا تو اس کی نبض کی حرکت بند ہو چکی تھی ——— میں نے اس کے ہاتھوں پر ضربیں لگوائیں تو اس کی نبض چلنے لگی ——— پھر میں نے اسے دوا پلائی تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر کھانا کھایا ——— آج رات ان شاء اللہ تعالیٰ تیتر کے گوشت کے ساتھ روٹی کھائے گا ——— کل گھر سے باہر نکلنے لگے گا۔ (اخبار العلماء ——— ابن قفطی ——— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

1۔ ثابت قرون اولیٰ کے علماء میں سے تھے جو علم کے لئے علم میں مصروف ہوئے، کئی پہلوؤں سے عبقری (جینئس) تھے، طب، فلکیات، ریاضیات اور فلسفہ وغیرہ میں کمال دستگاہ رکھتے تھے، ان کی بہت سی تالیفات ہیں، بغداد میں ۲۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۲۸۸ھ میں وفات پائی۔

ہارون الرشید کو نصیحت

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ[1] نے اپنی تصنیف ''کتاب الخراج'' کے آغاز میں ہارون الرشید کو نصیحت کی ـــــ گفتگو سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہوئے فرمایا:

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو عظیم ذمہ داری سونپی ہے ـــــ اس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے اور عذاب بھی بہت بڑا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کی زمام اقتدار عطا کی ہے ـــــ آپ صبح و شام بہت سی مخلوق کے لئے تعمیرات بنواتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ نے ان کی نگہبانی آپؐ کے سپرد کی ہے، آپ کو ان کا امین بنایا ہے ـــــ ان کے ذریعے آپ کو آزمائش میں ڈالا ہے اور ان کا اقتدار آپ کے سپرد کیا ہے ـــــ وہ عمارتیں دیرپا نہیں ہوتیں جن کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو ـــــ اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا اور انہیں بنیادوں سے اکھیڑ کر بنانے اور تعاون کرنے والوں پر گرا دے گا ـــــ آپ اس امت اور رعایا کے اقتدار کو ہرگز ضائع نہ کریں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے ـــــ بے شک اللہ تعالیٰ کے اذن سے قوت عمل میں ہے۔

آج کا کام کل پر نہ ٹالیں ـــــ آپ نے ایسا کیا تو یوں سمجھیں کہ اسے ضائع کر دیا ـــــ دنیا سے رخصت ہونے کا وقت امید کی مسافت سے پہلے ہے ـــــ وقتِ مقرر کے آنے سے پہلے عمل کیجئے! ـــــ کیونکہ جب وہ وقت آئے گا تو عمل نہیں ہو سکے گا ـــــ بے شک حکمران اپنے رب کے سامنے وہی کچھ پیش کرتے ہیں جو چرواہا اپنے مالک کے سامنے پیش کرتا ہے ـــــ آپ خداداد اختیار و اقتدار کے دور میں حق قائم کیجئے! اگرچہ دن کی ایک ساعت میں ہو ـــــ کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں سب سے زیادہ خوش بخت حکمران وہ ہوگا جس کے ذریعے رعایا خوش حال ہوگی ـــــ آپ کج روی اختیار نہ کریں آپ کی رعایا گمراہ ہو جائے گی ـــــ آپ غیظ و غضب کو نہ اپنائیں اور خواہش نفس کے تحت حکم نہ دیں ـــــ جب آپ کو دو کام نظر آئیں، جن میں سے ایک آخرت کے لئے اور دوسرا دنیا کے لئے ہو، تو آپ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دیں ـــــ کیونکہ آخرت باقی رہے گی اور دنیا فنا ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ہر قدم احتیاط کے ساتھ اٹھائیں ـــــ اللہ تعالیٰ کے حکم کے معاملے میں قریب اور بعید لوگوں کو برابر کا درجہ دیں ـــــ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں ـــــ عاقبت اندیشی سے کام لیں اور یاد رکھیں کہ ڈر زبان پر نہیں دل میں ہوتا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں، تقویٰ گناہوں سے بچنے کا نام ہے ـــــ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے ـــــ معین مدت، چالو گزرگاہ، ماخوذ طریقے، محفوظ عمل اور اس سرچشمے کے لئے عمل کریں جہاں مخلوقِ خدا حاضر ہوگی ـــــ وہ حاضری کی برحق اور عظیم جگہ ہے جہاں دل اُڑ جائیں گے ـــــ اس جگہ مالک الملک کے غلبے کے آگے سب دلیلیں بے کار ہو جائیں گی جس کی عظمت کے سامنے سب بے بس ہیں ـــــ تمام مخلوق اس کے آگے حقیر ہوگی ـــــ سب اس کے فیصلے کا انتظار کریں گے ـــــ اور اس کے عذاب سے اس طرح ڈریں گے گویا وہ واقع ہو چکا ہے ـــــ جس شخص نے علم کے باوجود عمل نہ کیا، اس کے لئے اس دن اور اس میدان میں حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہ ہوگا ـــــ اس دن قدم پھسل جائیں گے ـــــ رنگ فق ہو جائیں گے ـــــ طویل عرصے تک کھڑے رہنا پڑے گا ـــــ اور حساب سخت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے:

بے شک ایک دن آپ کے رب کے نزدیک ہزار سال کی طرح ہے،

تمہارے دنوں کی گنتی سے ہے۔[2]

کہیں ارشاد فرمایا:

یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کر دیا۔[3]

کہیں ارشاد ہوتا ہے:

جب اس عذاب کو دیکھیں گے جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے تو (یوں محسوس کریں گے کہ وہ) دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔[4]

ہائے! اس لغزش کا کیا حال ہوگا؟ جس کا ازالہ نہیں ہو سکے گا ـــــ اور وہ ندامت کیسی ہوگی؟ جو فائدہ نہیں دے گی ـــــ گردش لیل و نہار ہر نئی چیز کو پرانا کر دیتی ہے، ہر بعید کو قریب کر دیتی ہے اور ہر اس چیز کو حاضر کر دیتی ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی کمائی کی جزا دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

امیر المؤمنین! اللہ سے ڈریئے! ـــــ اللہ سے ڈریئے! ـــــ کیونکہ زندگی بہت مختصر اور معاملہ بہت بڑا ہے ـــــ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب فنا ہونے والا ہے ـــــ آخرت ہی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے ـــــ آپ کل اس حال میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوں کہ آپ ظالموں میں سے ہوں ـــــ کیونکہ قیامت کے دن جزا دینے والا بندوں کو ان کے مراتب کے مطابق نہیں بلکہ ان کے اعمال کے حساب سے جزا دے گا ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ڈر سنا دیا ہے، اس سے ڈریئے! ـــــ آپ کو بیکار پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی کھلا آزاد چھوڑ دیا گیا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھے گا کہ آپ کس حال میں تھے؟ اور کیا عمل کیا؟ ـــــ ابھی سے جواب سوچ لیجئے!

---

[2] سورۃ الحج: ۲۲/۴۷

[3] المرسلت: ۷۷/۳۸

[4] الاحقاف: ۴۶/۳۵

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بندے کے پاؤں سوال کے بعد ہی حرکت کر سکیں گے ــــــ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن بندے کے پاؤں چار سوالوں کے بعد ہی اٹھ سکیں گے: ــــــ (۱) اس نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ ــــــ (۲) اپنی زندگی کن کاموں میں صرف کی؟ ــــــ (۳) مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟ ــــــ (۴) اپنا جسم کن کاموں میں کمزور کیا؟ ۵

امیر المؤمنین! ان سوالات کے جوابات تیار رکھئے ــــ اگر آپ نے ثابت قدمی سے عمل کیا تو وہ کل آپ کے لئے ذخیرہ ہوگا ــــ آپ سب کے سامنے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ اٹھنے کا منظر ذہن میں رکھئے!۔

امیر المؤمنین! میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی نگہبانی آپ کے سپرد کی ہے، ان کی نگرانی کریں ــــــ جن چیزوں کی حفاظت آپ کے ذمے لگائی ہے، ان کی حفاظت کریں ــــــ اس سلسلے میں آپ کی نظر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہیے ــــــ اگر ایسا نہ کیا تو آپ ہدایت کی آسانی کھو بیٹھیں گے ــــــ ہدایت کے نشانات آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں گے ــــــ ہدایت کی وسعت تنگ ہو جائے گی ــــــ اور آپ ہدایت کی اس بات کا انکار کریں گے جسے پہچانتے ہیں اور جس چیز کا انکار کرتے ہیں اسے پہچاننے لگیں گے ــــــ پس آپ اپنے نفس سے اس شخص کی طرح جھگڑا کریں جو نفس کے نقصان کا نہیں بلکہ فائدے کا ارادہ کرتا ہے ــــــ کیونکہ اگر نگران کسی چیز کو ہلاکت کے مواقع سے اللہ تعالیٰ کے اذن سے بچا سکتا ہو اور اسے زندگی اور نجات کے مقامات پر لے جا سکتا ہو، اس کے باوجود اسے ضائع کر دے تو وہ ذمہ دار ہوتا ہے ــــــ جب اس نے بچانے کی کوشش ہی نہیں کی تو اسے ضائع کر دیا ــــــ

---

۵ اس حدیث کو امام ترمذی نے ''باب القیامۃ'' میں روایت کیا۔

اور اگر وہ اسے بچانے کی بجائے کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہو گیا تو نہ صرف یہ کہ یہ عمل اس کے لئے نقصان دہ ہو گا بلکہ جلد ہلاکت کا شکار ہو جائے گا ——— اور جب اصلاح کرے گا تو اس بنا پر وہ بہت خوش قسمت ہو گا ——— اور جو کچھ اس نے اللہ کی راہ میں دیا اللہ تعالیٰ اسے اس سے کئی گنا زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔

اپنی رعایا کو ضائع کرنے سے گریز کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ سے اس کا حق طلب فرمائے گا ——— اور آپ نے اپنا اجر ضائع کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع کرے گا ——— اللہ تعالیٰ نے جس امت کا اقتدار آپ کو بخشا ہے اسی کے لئے کیا ہوا عمل آپ کے لئے فائدہ مند رہے گا ——— اور اس کی حق تلفی آپ کے لئے نقصان دہ ہو گی ——— اللہ تعالیٰ نے جس امت کے امور کا آپ کو والی بنایا ہے اس کی فلاح و بہبود کو فراموش نہ کریں، آپ کو بھی فراموش نہیں کیا جائے گا ——— آپ انہیں اور ان کی اصلاح کو نظر انداز نہ کریں، آپ کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا ——— اور ان دنوں اور راتوں میں آپ کا دنیاوی حصہ ضائع نہیں کیا جائے گا ——— آپ بکثرت ذکر الٰہی، تسبیح، کلمۂ طیبہ کے ورد اور حمد میں اپنی زبان کو مصروف رکھیں ——— اور نبی رحمت، امام ہدایت، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وعنایت سے حکمرانوں کو اپنی زمین میں خلیفہ بنایا ہے ——— اور ان کو ایسا نور عطا فرمایا ہے جو ان کی مخفی اور مشتبہ ذمہ داریوں کو اجاگر کرتا ہے ——— حکمرانوں کے نور کی روشنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم کریں اور حق داروں کو ان کے حقوق تحقیق اور دیانت داری سے فراہم کریں ——— نیک لوگوں کے جاری کردہ طریقوں کو زندہ کرنا بڑی وقعت رکھتا ہے ——— اچھے طریقوں کو زندہ کرنا زندہ و پایندہ ہوتا ہے ——— حکمران کا ظلم رعایا کی ہلاکت ہے ——— ناقابل اعتماد اور بھلائی سے محروم لوگوں سے مدد لینا عوام کی تباہی ہے۔

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں انہیں اچھی طرح

استعمال کر کے ان کی تکمیل کریں ـــــ اور ان کا شکر ادا کر کے ان میں اضافے کے طلبگار بنیں ـــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز، فرقان حمید میں فرمایا ہے:

''اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ عطا کروں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔''[6]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلاح سے زیادہ محبوب اور فساد سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے ـــــ گناہوں کا ارتکاب نعمتوں کی ناشکری ہے ـــــ جو قوم نعمت کی ناشکری کر کے فوراً توبہ نہیں کرتی، اس کی عزت چھین لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے۔

امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اقتدار کے ساتھ اپنی معرفت بھی عطا فرمائی ہے ـــــ میں اس کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ کسی بھی معاملے میں آپ کو آپ کے نفس کے سپرد نہ فرمائے ـــــ اور آپ کی اسی طرح سرپرستی فرمائے جس طرح اپنے اولیاء اور محبوب ہستیوں کی سرپرستی فرماتا ہے ـــــ بے شک وہ سرفرازی عطا فرمانے کا مالک ہے اور اسی کی بارگاہ میں سربلندی کی درخواست کی جاتی ہے۔

آپ نے جس چیز کی فرمائش کی تھی، میں نے وہ شرح وبسط سے لکھ دی ہے ـــــ آپ اس پر غور کریں، اسے سمجھیں اور بار بار پڑھیں یہاں تک کہ آپ کو یاد ہو جائے ـــــ میں نے اس سلسلے میں بھرپور کوشش کی ہے ـــــ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کی بنا پر آپ کو اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں کوئی کمی نہیں کی ـــــ مجھے قوی امید ہے کہ اگر آپ نے اس بیان پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو کثیر خراج عطا فرمائے گا، اور آپ کو کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم بھی نہیں کرنا پڑے گا ـــــ نیز اللہ تعالیٰ آپ کی رعایا کی اصلاح بھی فرمادے گا ـــــ عوام کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان پر شرعی حدیں قائم کی جائیں ـــــ ان کو ظلم سے نجات دلائی جائے

اور مشتبہ حقوق کے سلسلے میں انہیں ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے روکا جائے۔

میں نے آپ کی فرمائش پر اچھی اچھی باتیں لکھ دی ہیں، جن پر آپ عمل کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا —— اللہ تعالیٰ آپ کو ان کاموں کی توفیق عطا فرمائے جو رب کریم کو آپ سے راضی کر دیں —— اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اور آپ کے ہاتھوں پر امت مسلمہ کی اصلاح فرمائے۔ آمین!

(کتاب الخراج، امام ابو یوسف، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

ہاں! جب حکام اور امراء کے کان علماء کی طرف متوجہ ہوں تو ان پر لازم ہے کہ انہیں حکیمانہ اور ناصحانہ انداز میں ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں —— کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تبلیغ کا وعدہ لیا ہوا ہے —— ان سے یہ عہد نہیں لیا کہ امراء کی اطاعت اور ان کے تقرب کے ذریعے مادی منفعت حاصل کریں اور اپنی خواہشات کی تکمیل کریں —— ایسے علماء کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی فرمان ہے:

''اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی، کہ تم اسے ضرور لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے حقیر معاوضہ وصول کیا۔''[۷]

---

[۶] ابراھیم: ۱۴/۷

[۷] آل عمران: ۳/۱۸۷

[۱] امام ابو یوسف: امام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری، کوفی، بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اکابر شاگردوں میں سے تھے، سب سے پہلے انہوں نے امام اعظم کا مذہب پھیلایا، فقیہ بھی تھے اور حافظ الحدیث بھی ۱۱۳ھ کوفہ میں پیدا ہوئے، بغداد شریف میں قاضی بنائے گئے، سب سے پہلے انہیں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کہا گیا، سب سے پہلے انہوں نے فقہ حنفی کے اصول مرتب کیے، ان کی کئی تصانیف ہیں، ہارون الرشید کے دور خلافت میں ۱۸۲ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔ ۱۲۔ الأعلام: ۸/۱۹۳۔

امام ابو حنیفہ کی شاگردوں کو نصیحت

مشائخ کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو نصیحت اور ہدایت کرتے رہتے تھے ——— امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں فرمایا:

استاذ پر واجب ہے کہ اپنے شاگردوں کی دیکھ بھال کرتا رہے اور انہیں نصیحت سے محروم نہ رکھے ——— کیونکہ نصیحت اس کے پاس امانت ہے۔

اس لئے امام اعظم ابو حنیفہ[1] نے اپنے تمام شاگردوں کو ایسی نصیحت فرمائی جو دنیا اور آخرت میں مفید ہے۔

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بارش ہو رہی تھی ——— ہم امام اعظم کے چند شاگردوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ——— آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے ——— یوں معلوم ہو رہا تھا کہ زبان سے پہلے آپ کو چہرہ بول رہا ہے ——— آپ یوں گویا ہوئے: تم میرے دل کے پھل اور میرے جسم کی تازگی ہو ——— میں نے تمہارے لئے فقہ کو مدوّن اور آسان کر دیا ہے ——— میں نے عوام کو اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے کہ وہ تمہارے نقش قدم پر چلیں گے اور تمہارے الفاظ کے متلاشی ہوں گے ——— تم میں سے ہر ایک قاضی (جج) بننے کی صلاحیت رکھتا ہے ——— میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی دی ہوئی جلالت علمی کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ فقہ کو ضائع نہ کرنا ——— اگر تم میں سے کوئی ایک قاضی (جج) بنائے جانے میں مبتلا ہو جائے اور اسے اپنی کوئی کمزوری معلوم ہو جسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں سے چھپا رکھا ہے، تو اس کے لئے قاضی بننا جائز نہیں اور نہ ہی وظیفہ لینا درست ہے ——— اور اگر بامر مجبوری قاضی (جج) بننا پڑے تو عوام اور اپنے درمیان فاصلہ حائل نہ رکھے ——— اسے چاہیے کہ پانچوں نمازیں مسجد میں

پڑھے ——— اور ہر نماز کے وقت اعلان کرے:

کسی کو کوئی کام ہے؟ ——— کسی کی کوئی حاجت ہے؟

جب عشاء کی نماز پڑھے تو تین دفعہ اعلان کرے:

کسی کو کوئی کام ہے؟

پھر اپنے گھر چلا جائے ——— اور جب کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے کہ بیٹھ نہ سکے تو جتنے دن بیماری کی وجہ سے غیر حاضر رہے، اتنے دن کی تنخواہ واپس کر دے ——— جو امام مسلمانوں کے مال میں خیانت کرے یا فیصلے میں ظلم کرے تو اس کی امامت باطل ہو جائے گی اور اس کا فیصلہ ناجائز ہوگا ——— اور اگر قاضی رشوت لے تو وہ معزول ہو جائے گا، اگرچہ اسے معزول نہ کیا جائے۔

(الذھبی ——— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ خلوص بھرے دل سے نکلی ہوئی نصیحت ہے ——— امام اعظم نے اپنے شاگردوں کی کامل اخلاص کی طرف راہنمائی فرمائی ——— اور اعلیٰ ترین فضائل تک پہنچنے میں ان کی دستگیری فرمائی ——— امام نے انہیں یاد دلایا کہ عوام کا حکمران پر کیا حق ہے؟ ——— اس کی حکمرانی کب باطل ہوتی ہے؟ اور کب اس کا فیصلہ ناجائز ہوتا ہے؟ ——— خصوصاً قاضی (جج) جب رشوت لے تو وہ خود بخود معزول ہو جاتا ہے، اگرچہ اسے معزول نہ کیا جائے۔

امام اعظم نے مستقبل میں قاضی (جج) بننے والے شاگردوں کو قیمتی نصیحتیں ارشاد فرمائیں ——— تاکہ ان میں سے ایک ایسی جماعت تشکیل کر دیں جو سلف صالحین کے طریقے پر عمل پیرا ہو ——— اس طرح حکمران بھی ان سے فائدہ حاصل کریں اور عوام بھی

——اور حکومت اور دین کا معاملہ منظم رہے۔

امام اعظم نے شاگردوں، حکمرانوں اور قاضیوں (ججوں) کو مشترکہ طور پر ایک نصیحت فرمائی—— ان کے سامنے حق کو بے نقاب کر دیا اور انہیں راہِ راست کی تلقین فرمائی—— انہیں خوف تھا کہ کہیں وہ حکمرانی اور قضا کی رسوائیوں میں واقع نہ ہو جائیں —— موجودہ دور کے حکمران اور قاضی (جج) حضرات اس نصیحت کے زیادہ حاجت مند ہیں—— حکمران اور جج کو معلوم ہونا چاہیے کہ کتنی بھاری ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے؟—— اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ امت مسلمہ کی کتنی ذمہ داریاں حکام اور ججوں کے ذمہ ہیں؟—— ممکن ہے کہ یہ حضرات اس بات کو یاد کریں اور ایسی نصیحت سے نفع حاصل کریں—— نتیجہ یہ ہوگا کہ حکمرانوں اور عوام کے معاملات درست ہو جائیں گے۔

---

۱ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

نعمان بن ثابت، ولاء کے اعتبار سے تیمی، جائے پیدائش کے لحاظ سے کوفی، مذہب حنفی کے امام، فقیہ، مجتہد، محقق اور چار اماموں میں سے ایک تھے ۸۰ھ کوفہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، جوانی کے دور میں طلب علم کے ساتھ کاروبار تجارت بھی کرتے تھے، آپ کا انتقال جیل میں ہوا، کیونکہ خلیفہ منصور عباسی نے آپ کو منصب قضا (جج کا عہدہ) پیش کیا جسے آپ نے مسترد کر دیا، آپ کریم النفس اور سخی تھے، آپ کے دلائل قوی ہیں، امام شافعی نے آپ کے بارے میں فرمایا: ''تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں''، ۱۵۰ھ بغداد شریف میں آپ کی رحلت ہوئی -۱۲، الاعلام: ۳۶/۸۔
امام اعظم ابو حنیفہ کا عظیم الشان مزار شریف بغداد شریف میں ہے اور اس محلے کا نام اعظمیہ ہے -۱۲- شرف قادری۔

حضرت عمر بن خطاب کا مکتوب
حضرت ابوموسیٰ اشعری کے نام

حکمران کی ذمہ داری یہ ہے کہ عوام کی دیکھ بھال کرتا رہے ـــــ ان کے لئے فائدہ مند کارروائی کرتا رہے اور ان کی غلطیوں کی اصلاح کرتا رہے ـــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ[1] نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ[2] کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا:

''عمر بن خطاب امیرالمؤمنین کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کے نام''

السلام علیک! ـــــ اما بعد!

لوگ اپنے سلطان سے نفرت رکھتے ہیں ـــــ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ مجھے اور آپ کو نامعلوم گمراہی اور سینوں میں اٹھائے ہوئے کینے لاحق ہوں ـــــ اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم کیجئے! اگرچہ دن کی ایک ساعت میں ہو ـــــ جب آپ کے سامنے دو کام آئیں، ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، اور دوسرا دنیا کے لیے ہو، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنے حصے کو اختیار کریں، کیونکہ دنیا ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی ـــــ فاسقوں کو ڈراؤ اور انہیں ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک پاؤں والا بنادو (یعنی چوروں کا ہاتھ کاٹ دو، دوبارہ چوری کریں تو ان کا پاؤں کاٹ دو) ـــــ مسلمانوں کے بیماروں کی عیادت کرو اور ان کے جنازوں میں حاضری دو ـــــ ان کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھو ـــــ ان کے معاملات خود حل کرو ـــــ آپ ان میں سے ایک مرد ہیں ـــــ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر ذمہ داری کا بوجھ زیادہ ڈالا ہے ـــــ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے اہل خانہ میں کھانے، پہننے اور سواری کا وہ انداز ہے جو عام مسلمانوں کا نہیں ہے۔

اے عبداللہ! اس بات سے گریز کر کہ تو اس چارپائے کی طرح ہو جائے جو

سرسبز وادی میں گزرا اور اس کی تمام تر توجہ موٹاپے کی طرف ہو —— حالانکہ موٹاپے میں اس کی موت ہے —— یاد رکھئے کہ جب حاکم گمراہ ہو جائے تو اس کی رعایا بھی گمراہ ہو جاتی ہے —— اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے جس کی وجہ سے رعایا بدبخت ہو۔

(نہایۃ الارب —— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھے تاریخ اسلام کے دور اول کے مخلص حکمران —— وہ عوام کے بارے میں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھتے تھے —— وہ ان میں ایمانی روح پھونکتے تھے، تاکہ ان کا ایمان قوی اور حال درست ہو جائے —— اور وہ صحیح اور سیدھے راستے پر چلنے لگیں —— کیونکہ جب حاکم درست ہوگا تو عوام بھی درست ہو جائیں گے —— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گورنروں کی حالت، ان کی زندگی اور خوشحالی کی کڑی نگرانی کا اہتمام کیا کرتے تھے —— انہیں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں یہ دنیا میں محو ہو کر آخرت سے غافل نہ ہو جائیں —— وہ چاہتے تھے کہ یہ مقتدا ہوں اور دوسرے ان کی پیروی کریں —— اس طرح حکام عوام کی نگاہوں میں محترم ہو جائیں گے —— اور نفرت و خوف کے ساتھ نہیں، بلکہ خوش دلی سے ان کی اطاعت کریں گے۔

---

[1] عمر بن خطاب بن نفیل قریشی عدوی رضی اللہ عنہ آپ کی کنیت ابوحفص ہے، ہجرت سے چالیس پہلے پیدا ہوئے، دوسرے خلیفۂ راشد ہیں، سب سے پہلے آپ کو "امیر المؤمنین" کا لقب دیا گیا، جلیل القدر صحابی، شجاعت وعدالت اور احتیاط کے پیکر تھے، آپ کا عدل وانصاف ضرب المثل ہے، آپ کے دور سعید میں اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہوا، قریش کے دلاور اور معزز افراد میں سے تھے، ہجرت سے پانچ سال پہلے اسلام لائے، ۱۳ھ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی، پہلے پہل آپ ہی نے تاریخ ہجری کو رواج دیا، آپ وہ پہلے خلیفہ ہیں جس نے تاریخ اسلام میں حساب کتاب کے رجسٹر رائج

کیے، فارس کے رہنے والے "ابولؤلؤۃ فیروز" نے دھوکے سے ۲۳ھ میں آپ کو شہید کیا، جب کہ آپ نماز فجر پڑھا رہے تھے۔۱۲، الأعلام: ۴۵/۵۔

۲؎ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ عبداللہ بن قیس ہیں، آپ کی کنیت ابوموسیٰ ہے، آپ قحطان کے قبیلہ بنوالاشعر سے تعلق رکھتے ہیں، جلیل القدر صحابی، نامور نبرد آزما، فاتح اور حکمران تھے، ہجرت سے اکیس سال پہلے یمن کے شہر زبید میں پیدا ہوئے، جنگ صفین کے بعد حضرت علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ نے جو دو حکم منظور کیے تھے، ان میں سے ایک حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے، ہجرت کر کے حبشہ گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زبید اور یمن کا گورنر مقرر فرمایا— حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو ۱۷ھ میں بصرہ کا گورنر مقرر کیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، وہیں ۲۷ھ میں وفات پائی۔۱۲، الأعلام: ۱۱۴/۴۔

مہمان نوازی کا عظیم اجر

حضرت عبداللہ ابن مبارک کے گھر دس علماء مہمان آئے ——— اتفاق کی بات کہ اس وقت ان کے پاس مہمانی کے لئے کچھ نہیں تھا ——— صرف ایک گھوڑا تھا جس پر حج کے لئے جایا کرتے تھے ——— آپ نے وہی گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت پکا کر مہمانوں کو پیش کر دیا ——— آپ کی اہلیہ نے کہا:

سبحان اللہ! آپ کے پاس اس گھوڑے کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی، آپ نے اسے کیوں ذبح کر دیا؟

آپ جلدی سے اپنے گھر میں داخل ہوئے ——— اور گھر کے سامان میں سے اس کے مہر کے برابر مال نکالا اور اسی وقت اسے طلاق دے دی ——— اور فرمایا:

''جو عورت مہمانوں کی آمد کو مکروہ جانے، وہ ہمارے لائق نہیں ہے۔''

کچھ دنوں کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

اے امام المسلمین! میری ایک بیٹی ہے، جس کی والدہ فوت ہوگئی ہے ——— وہ ہر دن اس صدمے اور رنج میں اپنے کپڑے پھاڑ دیتی ہے ——— آج وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہونا چاہتی ہے ——— آپ اسے تسلی دینے کے لئے کچھ کلمات ارشاد فرمائیں تاکہ اس کا صدمہ کم ہو جائے ——— ممکن ہے اس کا دل مطمئن ہو جائے۔

جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ایسی گفتگو کی کہ واقعی اس کے صدمے میں افاقہ ہوا اور والدہ کی وفات کا غم کم ہو گیا ——— جب وہ گھر گئی تو اس نے کہا:

ابا جان! میں توبہ کرتی ہوں اور آئندہ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کروں گی ——— لیکن میری ایک درخواست ہے ——— اس شخص نے کہا: کیا چاہتی ہو؟ ——— اس نے کہا آپ ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ مالدار اور دنیادار تجھے طلب کرتے ہیں

اور تیرے بارے میں نکاح کا پیغام دیتے ہیں ــــــ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ آپ میرا نکاح عبداللہ ابن مبارک کے سوا کسی سے نہ کریں ــــــ اگر ان کے پاس دنیا نہیں ہے تو نہ سہی، ہمارے پاس تو ہے۔

اس شخص نے یہ بات سنی تو خوشی سے نہال ہو گیا ــــــ اور اسے احساس ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیٹی کو خیر کی بھرپور توفیق عطا فرمادی ہے ــــــ اور یہ کہ اس کا رنج والم جاتا رہے گا ــــــ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عبداللہ ابن مبارک سے کر دیا ــــــ جہیز میں بیش بہا مال دیا ــــــ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے دس گھوڑے پیش کئے ــــــ ایک رات حضرت عبداللہ ابن مبارک نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

اگر تم نے ہمارے لئے ایک بڑھیا کو طلاق دی تو ہم نے تمہیں نوخیز دوشیزہ عطا کر دی ــــــ اور اگر تم نے ایک گھوڑا ذبح کیا تھا تو ہم نے اس کے بدلے تمہیں دس گھوڑے عطا کر دئے ہیں ــــــ تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ ہم ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتے ہیں ــــــ اور ہم نیکوکاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے ــــــ جو شخص ہمارے ساتھ معاملہ کرتا ہے وہ نقصان میں نہیں رہتا اور آئندہ بھی نقصان میں نہیں رہے گا۔

(نہایۃ الارب۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ نتیجہ ہے سچائی، اللہ تعالیٰ پر توکل اور مہمان نوازی ایسی سنت پر عمل کرنے کا ــــــ جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے دس گنا زیادہ اجر دنیا میں عطا فرمادیا ــــــ اور انہیں نیک اور نوجوان بیوی عطا فرمادی ــــــ یہ اس حدیث شریف کی تصدیق ہے:

''جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے ــــــ جس نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا ــــــ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا اس کا مخلوقِ خدا سے خوف کم ہو جائے گا۔''

علماء کی جرأت اور بے نیازی

''جواد! اللہ سے ڈر —— جواد! خدا کا خوف کر
—— جواد! مظلوم کی دعا سے ڈر''

یہ وہ الفاظ ہیں جو عالم باعمل، پیکر زہد و تقویٰ، شیخ عبدالحکیم افغانی[1] نے ترکی حکومت کی پانچویں پلاٹون کے کمانڈر، مشیر جواد پاشا کو کہے —— جب جواد پاشا، دمشق کے خطیب شیخ ابونصر[2] کے ساتھ شیخ عبدالحکیم کی زیارت کرنے دارالحدیث میں گیا۔

جب مشیر جواد پاشا ترکی سے شام گیا —— اور دمشق میں داخل ہوا تو علماء اور سرکردہ لوگوں کے وفد اس کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے —— پاشا چونکہ فطری طور پر علماء سے محبت رکھتا تھا اور ان سے مانوس تھا، اس لئے اس نے خندہ پیشانی سے ان کا پرتپاک استقبال کیا —— ان ملاقاتوں سے فارغ ہو کر پاشا نے اپنے رفیق خاص ابونصر خطیب سے پوچھا: کیا کوئی ایسا عالم بھی ہے جو ہماری ملاقات کے لئے نہیں آیا؟ ——

خطیب نے کہا: ہاں، شیخ عبدالحکیم افغانی ایسے عالم ہیں جو نہیں آئے —— پاشا نے پوچھا:

''وہ کیوں نہیں آئے؟ —— کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ بڑے بڑے لوگ ہمارے پاس کھنچے چلے آرہے ہیں؟ —— اور ان کی قیادت اکابر علماء نے کی ہے۔''

شیخ ابونصر خطیب نے کہا:

''اس عالم کا اپنا مزاج ہے —— یہ سلاطین اور امراء کے پاس نہیں جاتے اور نہ ہی کسی محفل میں شریک ہوتے ہیں —— یہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر طلباء کو علوم دینیہ پڑھاتے ہیں، لوگوں کو فقیہ بناتے ہیں اور انہیں دینی مسائل کی تعلیم دیتے ہیں، اور بس! —— البتہ جو شخص جامع دارالحدیث سے متصل ان کے

کمرے میں جا کر ان کی زیارت کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے۔"

پاشا کے دل میں ان کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا ــــ کہنے لگا:

چلیں ان کی زیارت کرتے ہیں ــــ اور اس نادر شخصیت کا دیدار کرتے ہیں، جن کی مثال آپ کے کہنے کے مطابق مشکل ہی سے ملے گی۔

دونوں دارالحدیث گئے مسجد میں داخل ہو کر سیڑھیاں طے کر کے شیخ عبدالحکیم کے کمرے میں داخل ہوئے ــــ یہ دونوں پہنچے تو شیخ فقہ کا سبق پڑھا رہے تھے ــــ ان کے سامنے طلباء بیٹھے ہوئے تھے ــــ وہ کتابیں کھولے ہوئے ہمہ تن گوش ہو کر شیخ کی گفتگو سن رہے تھے ــــ پاشا اور خطیب ابونصر کی آمد کا انہوں نے نوٹس تک نہ لیا اور پورے انہماک کے ساتھ شیخ کی طرف متوجہ رہے ــــ شیخ شروح اور مفید حواشی سے جو کچھ بیان کر رہے تھے، اس کے لئے سب طلباء سراپا گوش تھے ــــ پاشا اور خطیب کی آمد پر نہ تو شیخ نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور نہ طلباء نے ــــ پاشاؤں کا لباس دیکھ کر بھی وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

خطیب ابونصر کو پاشا کے بٹھانے کے لئے کمرے میں کوئی چیز نہ ملی ــــ چٹائی پر بکری کی کھال بچھی ہوئی تھی، جس پر شیخ بیٹھے ہوئے تھے ــــ انہیں کمرے کے ایک کونے میں پرانی سی گول چوکی دکھائی دی ــــ جب شیخ کھال کو خشک کرنے کے لئے دھوپ میں ڈالتے تھے تو اس چوکی پر بیٹھتے تھے ــــ خطیب نے پاشا کو اسی پر بٹھا دیا ــــ اتنے میں شیخ نے سبق ختم کر دیا ــــ اور طلباء شیخ کو درازیٔ عمر اور عافیت کی دعائیں دیتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے ــــ پاشا دل ہی دل میں اس زیارت پر پشیمان ہو رہا تھا ــــ اور سوچ رہا تھا کہ کاش وہ دارالحدیث میں نہ آتا ــــ تاہم اس نے صبر کیا تاکہ نتیجہ سامنے آ جائے۔

اب شیخ عبدالحکیم شیخ ابونصر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: ابونصر آپ کو تو ہم پہچانتے ہیں، یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ —— گویا انہوں نے پاشا کا لباس دیکھا ہی نہیں، جو بتا رہا تھا کہ یہ پاشا اور مشیر ہے —— میرا گمان یہ ہے کہ اس کی پہچان کی نفی اور ناشناسائی کا اظہار کر کے شیخ اسے پاشائیت سے نکال کر لباس بندگی پہنانا چاہتے تھے —— اور یہ بھی چاہتے تھے کہ اس کی روح عالم ملکوت کی بلندیوں تک پہنچ جائے تو حکمت و دانش اور خالص نصیحت کی جو بات ممکن ہو، اس تک پہنچائیں —— اور اس میں مخلصانہ نصیحت کے قبول کرنے کی صلاحیت بھی پیدا ہو جائے۔

پاشا نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا:

مولانا! میں امیر المؤمنین کے لشکر کا ایک سپاہی ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی حکومت سلامت رکھے۔

خطیب ابونصر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:

مولانا! یوں تو ہم سب امیر المؤمنین کے سپاہی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عظمتوں کو چار چاند لگائے —— یہ جو آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں یہ صدر اعظم مشیر جواد پاشا ہیں۔

خطیب ابونصر اور پاشا کا خیال تھا کہ اس خوش قسمتی والی ملاقات پر شیخ عبدالحکیم فرط مسرت سے جھوم جائیں گے —— جب انہیں یہ معلوم ہوگا کہ ان کے سامنے سلطنت عثمانیہ کے صدر اعظم، مشیر اور ناظم الامور بنفس نفیس جلوہ گر ہیں —— لیکن ان کی فکر کا تیر رائیگاں گیا اور ان کا گمان غلط ثابت ہوا —— کیونکہ شیخ پرانی طرز کے عالم تھے، ایسا عالم انہوں نے کہاں دیکھا ہوگا؟۔

اب شیخ پاشا کی طرف متوجہ ہوئے اور براہِ راست اسے مخاطب کرتے ہوئے

پورے جلال کے ساتھ فرمانے لگے:

''اے جواد! اللہ تعالیٰ سے ڈر ـــــ اے جواد! خدا کا خوف کر ـــــ میں تجھے دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں ـــــ جواد! مظلوم کی دعا سے ڈر ـــــ کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے ـــــ جواد! اس دن تو کیا جواب دے گا؟ جب رب العالمین تجھ سے فرمائے گا کہ میں نے اپنے بندے بطور امانت تیرے سپرد کئے تھے ـــــ تو تو نے ان بندوں کو ضائع کر دیا اور شہروں کو برباد کر دیا ـــــ جواد! اللہ سے ڈر ـــ جواد! ذرا سوچ کہ قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا، اس دن تیرا رخ کدھر ہوگا؟''

جواد نے شیخ کی گفتگو سنی تو یوں معلوم ہوا کہ پہلا پاشا غائب ہوگیا اور اس کی جگہ نیا پاشا آ گیا ہے ـــــ پاشا یک دم چھوٹا، بہت ہی چھوٹا ہو گیا ـــــ جیسے وہ عظیم مربی اور مرشد کے سامنے چھوٹا سا بچہ ہو اور شیخ اسے جدھر چاہے متوجہ کر دے ـــــ پاشا پر شدید گریہ طاری ہو گیا ـــــ اس کے دونوں رخساروں پر آنسو بہنے لگے ـــــ وہ زمانۂ ماضی میں کئے ہوئے گناہوں پر شرمسار تھا ـــــ وہ شیخ کے ہاتھوں پر جھک گیا، انہیں بوسہ دینے اور اپنے چہرے پر ملنے لگا ـــــ وہ کہہ رہا تھا:

میرے آقا! میرے لئے دعا کیجئے۔

شیخ اٹھ کر چلے گئے اور پاشا اور خطیب ابونصر کو سلگتے ہوئے انگاروں پر بیٹھا ہوا چھوڑ گئے ـــــ جو کچھ انہوں نے سنا تھا، اس کی بنا پر ان پر دہشت طاری تھی ـــــ اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں؟ وہ جس روح کے ساتھ داخل ہوئے تھے اس کی بجائے ایک نئی روح کے ساتھ باہر نکلے ـــــ وہ دونوں اس حال میں باہر نکلے کہ بوریائے بندگی پر بیٹھ چکے تھے ـــــ ان کی نگاہوں میں دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہ گئی

تھی ـــــ ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کی کوتاہیوں کا محاسبہ کر رہا تھا ـــــ دونوں ندامت میں ڈوبے ہوئے تھے ـــــ چلتے چلتے دمشق کی سرائے (ریسٹ ہاؤس) پہنچ گئے، جہاں ان کا قیام تھا۔

شیخ کی ملاقات کے دوسرے دن پاشا نے کمانڈروں، فوجیوں، سرکاری ملازموں اور ان کے آفیسروں کو حکم دیا کہ ظہر کی نماز کے بعد دارالحکومت میں جمع ہو جائیں ـــــ لوگ دارالحکومت میں یہ جاننے کے لئے جمع ہو گئے کہ پاشا انہیں کیا حکم دینا چاہتے ہیں؟ ـــــ ان پر خوف و ہراس طاری تھا کہ نہ جانے کیا ہو؟

پاشا اس حال میں آیا کہ وہ حزن و ملال میں ڈوبا ہوا تھا ـــــ اس کے ساتھ اس کے کچھ دوست بھی تھے ـــــ اس کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے ـــــ وہ لوگوں کے دائرے کے درمیان ٹھہر گیا ـــــ کمانڈر اور فوجی اس کے اردگرد تھے ـــــ اس کے آنسو داڑھی اور سینے پر گر رہے تھے ـــــ اس حالت نے حاضرین کو بھی متاثر کیا، وہ بھی رونے لگے ـــــ حالانکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ رونے کا سبب کیا ہے؟ ـــــ انہوں نے خیال کیا کہ شاید پاشا کا کوئی عزیز، باپ، بیٹا یا کوئی دوست فوت ہو گیا ہے ـــــ اچانک پاشا نے روتے ہوئے، اونچی آواز میں کہنا شروع کیا:

> ''جواد کو معاف کر دو ـــــ جواد کو معاف کر دو ـــــ جواد سے تم سب کے بارے میں باز پرس ہوگی ـــــ اگر تم نے اسے معاف نہ کیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا ـــــ اگر تم نے اسے معاف نہ کیا تو جواد کے لئے تباہی ہے ـــــ جس پر میں نے ظلم کیا ہے، وہ بیان کر دے۔''

وہ بری طرح رو رہا تھا ـــــ پھر اس نے ہر کمانڈر کو سونے کا لیرہ (ایک سکہ) دیا ـــــ ہر فوجی کو ایک مجیدی[2] (چاندی کا سکہ) دیا ـــــ پھر سب کو رخصت کر دیا اور چلا گیا ـــــ وہ اس شدت سے رو رہا تھا جیسے وہ روتے روتے ہلاک ہو جائے گا۔

اس کے بعد پاشا کا طرز عمل

اس کے بعد پاشا نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ شیخ فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں، ان کا ذریعۂ معاش کیا ہے؟ ان کی کچھ خدمت کی جانی چاہیے —— اس نے خطیب ابونصر کو بلا کر کہا کہ اس تھیلی میں چار سو عثمانی لیرے (سونے کے سکے) ہیں —— یہ لے جا کر دارالحدیث میں ہمارے شیخ کو پیش کر دو —— وہ بھلائی کی طرف ہماری راہنمائی کا سبب بنے ہیں —— اور انہیں گزارش کریں:

کہ آپ کا بیٹا جواد آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے اور آپ کی دعا کا طلب گار ہے —— نبی اکرم ﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا ہے —— آپ بھی یہ ہدیہ قبول فرمالیں —— اللہ کی قسم! یہ ہدیہ حکومت کے مال میں سے نہیں، بلکہ اس کے ذاتی مال سے ہے —— یہ ہدیہ اس زمین کی پیداوار ہے جو اسے باپ کی وراثت سے ملی تھی —— تم سے ان کی جتنی خوشامد ہو سکے کرنا —— اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امید ہے کہ وہ قبول کرلیں گے۔

ابونصر، شیخ کی دنیا سے بے رغبتی اور بیزاری جانتے تھے، اس لئے انہیں اس کام کے کرنے میں تردد ہوا —— لیکن پاشا کے اصرار کو دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی اس کام کے لئے تیار ہو گئے۔

چنانچہ شیخ عبدالحکیم کے پاس پہنچ گئے اور جہاں تک ہو سکا ان سے عقیدت و محبت کی باتیں کیں، پھر ان کے سامنے ایک سوال پیش کیا، جیسے ان سے فتویٰ لینا چاہتے ہوں:

مولانا! ہدیہ کے بارے میں شرعاً آپ کیا کہتے ہیں؟ —— کیا نبی اکرم ﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا ہے؟ —— شیخ نے فرمایا: ہاں نبی اکرم ﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا اور بدلے میں ہدیہ بھی دیا —— شریعت میں ہدیہ کا قبول کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:۔

(۱) بطور رشوت نہ ہو۔

(۲) ہدیئے کی صورت میں صدقہ کسی مالدار، غیر محتاج شخص کو نہ دیا جائے۔

ابو نصر نے تھیلی نکالی اور کہنے لگا:

مولانا! یہ مال آپ کے بیٹے جواد نے بطور ہدیہ آپ کو پیش کیا ہے—— اور انہوں نے اللہ عظیم کی قسم کھا کر کہا ہے کہ یہ حکومت کا مال نہیں، بلکہ میرا ذاتی مال ہے—— یہ مجھے والد کی وراثت میں ملنے والی زمین کی پیداوار ہے—— اور ان کی گزارش یہ ہے کہ آپ اسے جہاں چاہیں صرف فرمائیں—— یہ کہہ کر وہ جواب کا انتظار کرنے لگے۔

انہیں یقین تھا کہ شیخ ہرگز ہرگز قبول نہیں کریں گے —— شیخ نے غصے کے ساتھ ابو نصر کی طرف دیکھا اور ہدیہ واپس کر دیا—— ابو نصر نے بڑا اصرار کیا، مگر شیخ کسی طرح بھی ہدیہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے—— فرمایا: اس الماری میں دیکھو—— غالباً انہوں نے ایسے ہی موقع کے لئے اپنے ہاتھ کی کمائی سے نصاب کے برابر مال جمع کیا ہوا تھا—— پھر کہنے لگے:

پاشا سے کہہ دو کہ تمہارا ہدیہ، صدقہ ہے اور میرے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے—— اگر تم چاہو تو اس شخص کو دے دو جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج ہے —— ہم رشد و ہدایت اور نصیحت کا معاوضہ نہ تو مال کی صورت میں لیتے ہیں اور نہ کسی دوسری صورت میں—— ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کھانا پیش کرتے ہیں، تم سے نہ تو جزا کے طالب ہیں اور نہ ہی شکریہ کے۔

یہ واقعہ میں نے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ بیان کیا ہے—— مجھے میرے بیٹے شیخ محمد عبداللطیف نے بیان کیا—— انہوں نے یہ واقعہ الحاج صادق اسطوانی سے ان کے گھر میں ان کی وفات سے کچھ پہلے سنا—— وہ عینی شاہد اور معاصر ہیں، انہوں نے اسے محفوظ کیا، پھر بیان بھی کیا۔

تبصرہ:

یہ تھے فقہاء! اور یہ تھے امت مسلمہ کے حکمران! جو مخلص علماء کی نصیحت سنتے تھے اور ان کی اطاعت کرتے تھے ——— وہ خطا کی اصلاح کرتے تھے اور عدل و انصاف کی دلیل کی پیروی کرتے تھے ——— وہ اپنے آپ کو خطا کار قرار دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے خوش دلی سے خالص حق کی طرف رجوع کرتے تھے ——— اسی لئے مسلم امہ اپنے پیکر اخلاص علماء اور ایماندار حکمرانوں سے فائدہ حاصل کرتی تھی۔

یہ عابد اور پرہیز گار عالم کیا خوب تھے؟ جن کے سامنے وزراء اور امراء شاگردوں کی حیثیت رکھتے تھے ——— دنیا اور اس کی چمک دمک سے الگ رہنے والے اس شیخ کی طیب و طاہر روح ان لوگوں پر حاوی تھی ——— سلاطین اور ان کے معاونین ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے دین و دنیا کے فائدے کی باتیں سیکھتے تھے ——— میں نے اس متقی عالم باعمل کی حیات کا مطالعہ کیا تو اسے سلف صالحین کے طریقے پر پایا ——— میں نے ان کی حیات اور علم و زہد پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے ——— اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسے شائع کیا جائے گا۔

۱ شیخ عبدالحکیم افغانی قندھار میں پیدا ہوئے، تحصیل علم کے شوق میں مختلف ملکوں میں گئے، ہندوستان گئے، وہاں کے علماء سے علوم دینیہ اور خاص طور پر فقہ پڑھی، پھر حرمین شریفین گئے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے، پھر بیت المقدس گئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا، آخر میں دمشق گئے اور وہیں مقیم ہو گئے اور دار الحدیث کو مرکز بنا کر تا حیات علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف رہے، ۱۲۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۲ ابونصر خطیب: محمد بن عبدالقادر خطیب شافعی محدث تھے، ۱۲۵۳ھ دمشق میں پیدا ہوئے، حجاز اور مصر کا سفر کیا، بعض علاقوں کے قاضی بھی رہے، جامع بنی امیہ کے خطباء اور مدرسین میں سے تھے، ۱۳۲۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۳ یہ چاندی کا ترکی سکہ تھا، پہلی دفعہ سلطان عبدالمجید خان کے دور میں بنایا گیا، تقریباً پانچ مجیدی سونے کے عثمانی لیرے کے برابر تھے۔

امام غزالی کا ایک دینی بھائی کے نام
رقت انگیز مکتوب

مجھے بعض معتبر حضرات کی زبانی جناب شیخ، زہد و ریاضت کے پیکر امام کے حالات معلوم ہوئے —— جن کی بنا پر انہیں دینی بھائی بنانے کا شدید شوق پیدا ہو گیا —— اس ثواب کی امید کرتے ہوئے جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے ان بندوں کے لئے فرمایا ہے جو صرف رضائے الٰہی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں —— یہ اخوت اخلاص کی آنکھوں سے دیکھنے اور جسمانی قرب کا تقاضا نہیں کرتی —— اس کا تقاضا صرف یہ ہے کہ دل قریب ہوں اور ارواح آپس میں متعارف ہوں —— روحیں تو جمع کئے ہوئے لشکر ہیں —— جب روحیں متعارف ہوں تو آپس کی محبت قدرتی امر ہے —— سنئے! میں اس عالم ربانی کو رضائے الٰہی کے لئے بھائی بناتا ہوں —— اور ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تنہائی کے لمحات میں مجھے اپنی دعاؤں سے محروم نہ رکھیں —— اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے حق کو حق دکھائے اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے —— اور باطل کو باطل دکھائے اور اس سے بچنے کی ہمت بخشے۔ آمین!

پھر مجھے یہ بھی اطلاع ملی کہ انہوں نے مجھ سے وعظ و نصیحت کے سلسلے میں گفتگو کی فرمائش کی ہے —— اور مطالبہ کیا ہے کہ میں مختصر طور پر دین کے وہ قواعد بیان کروں جن پر عقیدہ رکھنا ہر مکلف پر واجب ہے —— جہاں تک وعظ و نصیحت کا تعلق ہے تو میں اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں سمجھتا —— کیونکہ وعظ تو نصیحت حاصل کرنے کے نصاب کی زکوٰۃ ہے —— جس کے پاس نصاب ہی نہ ہو وہ زکوٰۃ کیسے نکالے گا؟ —— جو خود روشنی سے خالی ہو، وہ دوسرے کو روشنی کیسے دے گا؟ —— جب لکڑی ٹیڑھی ہو تو اس کا

سایہ کیسے سیدھا ہو سکتا ہے؟ ——— اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے آپ کو نصیحت کیجئے! ——— اگر آپ خود نصیحت حاصل کر لیں تو لوگوں کو نصیحت کریں ——— ورنہ مجھ سے شرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہم نے تم میں دو واعظ چھوڑے ہیں: ایک ناطق اور دوسرا خاموش ——— پس بولنے والا واعظ قرآن پاک ہے اور خاموش واعظ موت ہے۔''

یہ دونوں نصیحتیں حاصل کرنے والے کے لئے کافی ہیں ——— جو ان دونوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتا وہ دوسرے کو کیسے نصیحت کر سکتا ہے؟ ——— میں نے ان دونوں کے ساتھ اپنے نفس کو وعظ کیا ہے، اس نے زبانی اور عقلی طور پر تصدیق کی اور قبول کیا ہے۔

میں نے اپنے نفس کو کہا کہ کیا تو اس بات کی تصدیق نہیں کرتا؟ کہ قرآن کریم بولنے والا اور سچا واعظ ہے ——— یہ تو اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا وہ کلام ہے جس کے پاس باطل نہ آگے سے آ سکتا ہے، نہ پیچھے سے ——— اس نے کہا: ہاں یہ سچ ہے ——— میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتے ہیں ہم انہیں دنیا ہی میں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے دیں گے، اور اس میں انہیں کچھ کم نہیں دیا جائے گا ——— یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے علاوہ کچھ نہیں ——— اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا وہ برباد گیا، اور جو کچھ وہ کرتے تھے سب بے کار ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ارادہ کرنے پر تجھے آگ کی خوفناک وعید سنائی ہے ——— اور ہر وہ چیز جو موت کے بعد تیرا ساتھ نہیں دے گی وہ دنیا ہے ——— کیا تو نے دنیا اور

---

[1] سورۂ ہود: ۱۱/۱۵۔

اس کی محبت کی چاہت سے دامن چھڑا لیا ہے؟ ـــــ اگر عیسائی ڈاکٹر تجھے کہے کہ تو نے فلاں پسندیدہ اور لذیذ ترین چیز کھائی تو تیری موت واقع ہو جائے گی یا تو خوفناک مرض میں مبتلا ہو جائے گا تو تو اس چیز کو چھوڑ دے گا ـــــ کیا تیرے نزدیک عیسائی ڈاکٹر اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے؟ ـــــ اگر تیرے نزدیک وہ زیادہ سچا ہے تو تجھ سے بڑا کافر کون ہو سکتا ہے؟ ـــــ اور اگر تیرے نزدیک بیماری آگ سے زیادہ سخت ہے تو تو کتنا جاہل ہے؟ ـــــ میرے نفس نے اس کی تصدیق کی، لیکن فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں کیا ـــــ بلکہ دنیا کی محبت پر اصرار کیا اور اس کا یہ اصرار جاری رہا۔

پھر میں نے اپنے نفس کو خاموش واعظ کے ذریعے وعظ کیا ـــــ میں نے کہا کہ بولنے والے واعظ (قرآن پاک) نے خاموش واعظ کے بارے میں خبر دی ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"بے شک جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (ہر صورت میں) تم سے ملاقات کرنے والی ہے ـــــ پھر تمہیں ہر غیب اور شہادت کے جاننے والے کی طرف لوٹایا جائے گا ـــــ پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟"[2]

میں نے اسے کہا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تو دنیا کی طرف مائل ہے ـــــ کیا تو اس بات کی تصدیق نہیں کرتا؟ کہ موت یقیناً آنے والی ہے ـــــ ہر اس چیز کو تجھ سے جدا کر دے گی جسے تو پکڑے ہوئے ہے ـــــ اور تیری ہر دلچسپی کی چیز کو چھین لے گی ـــــ یاد رکھ کہ ہر وہ چیز قریب ہے جو آنے والی ہے اور دور صرف وہی ہے جو آنے والی نہیں ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"کیا آپ نے دیکھا کہ اگر ہم انہیں کئی سالوں تک فائدہ اٹھانے کی مہلت دیں ـــــ پھر ان پر وہی عذاب آجائے جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا ـــــ تو وہ

---

[2] سورۂ جمعہ: ۶۲/۸۔

سامان ان کے کس کام آئے گا؟ جس سے انہیں فائدہ اٹھانے کی مہلت دی گئی تھی۔[۳]

کیا تو اسے اپنی مصروفیات سے نکال باہر کرے گا؟ —— کیا آزاد، عقل مند دنیا سے خالی ہاتھ، حسرت کی تصویر بنا ہوا جائے گا؟ —— اس نے کہا کہ میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ سب صحیح ہے —— لیکن یہ اس کا صرف زبانی جمع خرچ تھا —— حاصل کچھ بھی نہیں کیا —— کیونکہ:

☆ جس طرح دنیا کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس طرح اس نے سامان آخرت تیار کرنے کی بالکل کوشش نہیں کی۔

☆ جس طرح اپنی من پسند چیزوں، بلکہ مخلوق کی رضا کی طلب میں کوشش کرتا ہے اتنی کوشش بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں کی۔

☆ جتنا مخلوق میں سے کسی سے شرماتا ہے، اتنا بھی اللہ تعالیٰ سے کبھی نہ شرمایا۔

☆ جتنی تیاری وہ گرمیوں میں کرتا ہے، اتنی بھی آخرت کے لئے نہ کی —— سردیوں کے شروع ہوتے ہی جب تک ضرورت کی تمام چیزیں فراہم نہیں کر لیتا، اسے اطمینان نہیں ہوتا —— حالانکہ سردی اچانک نہیں آتی، اور موت بعض اوقات اچانک آجاتی ہے۔

آخرت یقینی ہے اور اس کا اجر و ثواب اچانک حاصل نہیں کیا جا سکتا —— میں نے اسے کہا کیا تو موسم گرما کی لمبائی کے مطابق تیاری نہیں کرتا؟ —— اور کیا تو جس قدر گرمی برداشت کر سکتا ہے اسی قدر گرمی کے آلات (لباس، پنکھا وغیرہ) فراہم نہیں کرتا؟ —— اس نے کہا: جی ہاں —— میں نے کہا:

پھر اللہ تعالیٰ کی اتنی ہی نافرمانی کر جس قدر تو آگ برداشت کر سکتا ہے —— اور آخرت کے لئے اتنی ہی تیار کر جتنی دیر تجھے آخرت میں رہنا ہے۔

---

[۳] سورۃ الشعراء: ۲۶/۷-۲۰۵۔

اس نے کہا: یہ ضروری ہے، اور کوئی بے وقوف ہی اسے ترک کرنے کی اجازت دے سکتا ہے —— اس کے باوجود وہ اپنی عادت پر برقرار رہا —— میں نے اپنے آپ کو بعض حکماء کے قول کے مطابق پایا —— انہوں نے کہا کہ بعض لوگوں کا آدھا جسم فالج کا شکار ہو جاتا ہے، پھر بھی باقی آدھا جسم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا —— میرا خیال ہے کہ میں بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ہوں۔

میں نے جب دیکھا کہ میرا نفس سرکشی میں بڑھتا ہی جا رہا ہے، موت اور قرآن کے وعظ سے بھی نفع حاصل نہیں کرتا —— تو مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اہم بات یہ ہے کہ اس کے اعتراف اور تصدیق کے باوجود اس کی سرکشی کے اضافے کے سبب کی تحقیق کی جائے —— کیونکہ یہ تو بہت ہی عجیب صورت حال ہے —— میں عرصۂ دراز تک اس بات کی تحقیق کرتا رہا —— یہاں تک کہ میں اس کے سبب سے آگاہ ہو گیا —— اس وقت میں غمگین ہوں اور اپنے نفس کو اس سبب سے دور رہنے کا مشورہ دیتا ہوں —— یہ ایک پیچیدہ بیماری ہے —— اور یہی بے کاری اور فریب خوردہ ہونے کا سبب ہے —— اور وہ یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ موت کا وقت بہت دور ہے —— اور اس نے کونسا اچانک آ جانا ہے؟ —— اگر اسے کوئی سچا اور قابل یقین آدمی دن کی روشنی میں یہ خبر دے کہ وہ آج رات مر جائے گا —— یا ایک ہفتے یا ایک مہینے بعد اس کی موت واقع ہو جائے گی —— تو وہ سیدھا ہو جائے گا اور راہِ راست پر گامزن ہو جائے گا —— وہ چیزیں تو الگ رہیں جن کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہیں، ان تمام کاموں کو بھی چھوڑ دے گا جن کے بارے میں اس کا گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کر رہا ہے اور اس کے باوجود ان کے فریب میں مبتلا ہے۔

تحقیق سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ شام کی امید رکھتا ہو —— یا اس حال میں شام کرے کہ وہ صبح کی امید رکھتا ہو، وہ سستی اور ٹال مٹول کا شکار ہو جائے گا —— اور اگر اس نے آخرت کے لئے کوشش کی بھی تو معمولی

سی ہوگی ـــــ میں اپنے دوست کو اور اپنے آپ کو وہی نصیحت کرتا ہوں، جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے ـــــ آپ نے ارشاد فرمایا:

''تم اس طرح نماز پڑھو، جیسے یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہو۔'' [۱۲]

نبی اکرم ﷺ کو جوامع الکلم (مختصر الفاظ جن میں معانی کا ایک جہان پنہاں ہو) اور حق و باطل میں فرق کرنے والی گفتگو عطا کی گئی تھی ـــــ آپ ہی کے ارشادات کے وعظ سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے ـــــ جس شخص کے دل پر ہر نماز میں یہ تصور غالب ہو کہ یہ میری آخری نماز ہے تو اسے نماز میں حضورِ قلب حاصل ہو گا ـــــ اور نماز سے آخرت کے لئے تیاری آسان ہو گی ـــــ اور جو ایسا نہ کر سکے وہ دائمی غفلت، مسلسل دھوکے اور امروز و فردا کے چکر میں رہے گا ـــــ یہاں تک کہ اسے موت آ جائے گی اور یہ افسوس ساتھ لے جائے گا کہ میں کچھ نہ کر سکا۔

میری اس عالم سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ مجھے یہ مقام عطا فرمائے ـــــ کیونکہ میں اس مقام کا طالب ہوں اور تا حال اس کے حاصل کرنے سے قاصر ہوں ـــــ میری انہیں وصیت ہے کہ وہ اپنے لئے بھی اسی مقام کو پسند کریں ـــــ اور فریب نفس کے مقامات سے بچیں ـــــ اور جب نفس اس کا وعدہ کرے تو اس سے حلف لیں ـــــ کیونکہ نفس کے مکر پر ارباب دانش ہی قابو پا سکتے ہیں۔

(التبر المسبوک - امام غزالی۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

---

[۱۲] اس حدیث کو امام ابو محمد ابراہیمی نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن نجار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ امام سیوطی نے اشارہ کیا کہ یہ حدیث حسن ہے، حافظ مناوی نے اس کی شرح میں فرمایا: امام طبرانی نے اسے معجم اوسط میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا، اس کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کچھ ارشاد فرمائیں، تو نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا، دیکھئے جامع صغیر اور اس کی شرح از علامہ مناوی، نیز البیان والتعریف از علامہ حمزاوی: ۸۱/۲۔

سچ کی خوبیاں

بعض حکماء نے سچ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے کہا: تو سچ کو لازم پکڑ —— کیونکہ کسی دلاور مرد کے ہاتھ میں شمشیر بُراں سچائی سے زیادہ طاقت ور نہیں ہے —— سچائی عزت ہے، اگر چہ اس سلسلے میں ناپسندیدہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑے —— اور جھوٹ ذلت ہے، اگر چہ اس سے فائدہ حاصل ہو —— جو شخص جھوٹا مشہور ہو جائے، اس کے سچ کا اعتبار نہیں کیا جاتا —— کہا گیا ہے کہ سچ اللہ تعالیٰ کا وہ ترازو ہے جس پر عدل وانصاف کا دارومدار ہے —— اور جھوٹ شیطان کا وہ پیمانہ ہے جس کے گرد ظلم گردش کرتا ہے۔

بعض دانشوروں نے کہا کہ اگر عقل مند مروت اور وقار کے پیش نظر ہی جھوٹ کو ترک کرے تو اس کے شایانِ شان ہے —— مزید برآں یہ کہ یہ گناہ بھی ہے —— ابن السماک[1] فرماتے ہیں کہ مجھے گمان نہیں کہ مجھے جھوٹ کے ترک کرنے پر ثواب ملے۔ —— کیونکہ میں اسے اس لئے ترک کرتا ہوں کہ مجھے اس سے طبعی طور پر نفرت ہے —— جو حضرات صداقت میں معروف ہیں ان میں نمایاں شخصیت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ[2] کی ہے —— نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

آسمان کی چھت کے نیچے اور زمین کی دھرتی کے اوپر ابوذر سے زیادہ سچے لہجے والا کوئی نہیں ہے۔[3]

ایک سچی خبر:۔

کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ[4]، خلیفہ منصور کے پاس گئے، تو منصور نے انہیں کہا: ابوالمنذر! آپ کو یاد ہے؟ کہ میں اور میرا بھائی آپ کے پاس گئے تھے —— اس وقت آپ قصبہ راع میں ستو پی رہے تھے —— اور جب ہم آپ کے پاس سے

رخصت ہوئے تو ہمارے والد نے کہا کہ میں تمہیں اس شیخ کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتا ہوں — ان کی فضیلت پہچانو — تمہاری قوم میں اس وقت تک بھلائی باقی رہے گی، جب تک یہ باقی رہیں گے — ہشام نے کہا: امیر المومنین! مجھے تو یاد نہیں ہے — انہوں نے خلیفۂ وقت سے شرم و حیا کی بنا پر جھوٹ نہیں بولا — بلکہ سچ اختیار کیا — خلیفہ کی ہیبت انہیں سچ سے برگشتہ نہ کر سکی اور نہ ہی ان کی بنیاد میں تبدیلی آئی — انہوں نے سچی بات کہہ دی اور انجام کی پروا نہیں کی — ان کے بعض متعلقین نے انہیں ملامت کرتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین آپ کو اپنے تعلق کی خبر دیتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں — کہنے لگے: واقعی مجھے یاد نہیں — اللہ تعالیٰ نے سچائی میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں رکھا۔

اسی طرح ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ حق اور سچ بات کہے — اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ ہو۔

---

۱ ابن السماک کا نام عبد بن احمد ابوذر انصاری ہروی ہے، حدیث کے عالم اور مالکی حفاظ و فقہاء میں سے تھے، ہرات کے رہنے والے تھے اور وہیں ۴۳۴ھ میں وفات پائی - رحمہ اللہ تعالیٰ -

۲ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت جندب بن جنادہ بنو غفار میں سے تھے، آپ قدیم الاسلام اور اکابر صحابہ میں سے، سچائی میں ضرب المثل تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں ہجرت کرکے شام کے ایک گاؤں میں چلے گئے، وہیں مقیم رہے، زاہد تھے، اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، اپنے گھر میں بقدر کفایت بھی مال نہیں رکھتے تھے، فقراء کی امداد کیا کرتے تھے، مالداروں کے اموال کے بارے میں ان کا خاص نقطہ نظر تھا، مدینہ منورہ میں ان کی رحلت ہوئی -۱۲، حیاۃ الصحابہ کچھ تصرف کے ساتھ۔

۳ یہ حدیث حسن ہے، اسے امام احمد، ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا، امام ترمذی نے اسے کئی مقامات پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، دیکھئے جامع الاصول اور جامع صغیر امام سیوطی، حدیث نمبر ۱۲۵ -

۴ ہشام بن عروہ ابن زبیر بن عوام قریشی اسدی، ان کی کنیت ابو منذر ہے، جلیل القدر تابعی، مدینہ طیبہ کے علماء اور ائمہ حدیث میں سے ہیں، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، پھر بغداد شریف گئے اور خلیفہ منصور سے ملے، اور اس کے خواص میں شامل ہوئے ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۶ھ میں وفات پائی - ۱۲، الاعلام للزرکلی بتصرف۔

عربوں کی حسین روایات

وفا اور بہادروں کی قدر کرنا عربوں کی سرشت میں داخل ہے، اگرچہ وہ ان کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں ـــــ کہتے ہیں کہ ذرید ابن الصمۃ قبیلہ جشم کے سواروں کی ایک جماعت میں نکلا ـــــ دور جاہلیت میں عربوں کی عادت کے مطابق ان کا پروگرام لوٹ مار اور جنگ کا تھا ـــــ ایک گھر میں تھے کہ درید کی نظر ایک کجاوہ نشین عورت پر پڑی، جس کے ساتھ ایک شہسوار بھی تھا ـــــ درید نے اپنے ایک سوار کو کہا: اس شخص کو للکار اور اسے کہہ کہ اس عورت کو چھوڑ دے اور اپنی جان بچا کر بھاگ جا ـــــ اس سوار نے جا کر اس شخص کو یہی بات کہی ـــــ اس گھوڑے سوار نے للکارنے والے پر حملہ کر دیا اور چند لمحوں میں اسے قتل کر دیا ـــــ اور اس کا گھوڑا عورت کے حوالے کر دیا ـــــ تھوڑی دیر بعد درید نے دوسرے سوار کو بھیجا کہ جا کر دیکھے کہ پہلا سوار واپس کیوں نہیں آیا؟ ـــــ وہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کا ساتھی زمین پر مردہ پڑا ہے ـــــ اس نے بھی خاتون کے ساتھی کو چیلنج کیا کہ عورت کو چھوڑ دے اور اپنی جان بچا ـــــ اس شخص نے اونٹنی کی نکیل عورت کی طرف اچھال دی اور اس سوار پر حملہ کر دیا ـــــ چشم زدن میں وہ بھی خاک و خون میں تڑپ رہا تھا۔

جب بہت دیر ہوگئی تو درید نے تیسرے سوار کو بھیجا اور کہا دیکھو پہلے دو سواروں نے کیا کیا؟ ـــــ وہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کے دونوں ساتھی قتل ہو چکے ہیں ـــــ اور کجاوہ نشین عورت کا ساتھی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے نیزے سے زمین پر لکیر کھینچتے ہوئے فخر اور تکبر کے ساتھ جا رہا ہے ـــــ اس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا کہ عورت کو چھوڑ دے، ورنہ مارا جائے گا ـــــ ربیعہ نے عورت کو کہا تو آبادی میں چلی جا ـــــ اور خود

اس سوار پر حملہ کر دیا، اور اس قوت سے نیزہ مارا کہ اس سوار کے جسم کے پار ہو گیا——
اسے بھی قتل کر کے زمین پر گرا دیا، لیکن اس کا نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔

دُرید پریشان ہو گیا، اس کا خیال تھا کہ میرے ساتھیوں نے اس شخص کو قتل کر کے عورت کو قبضے میں لے لیا ہو گا——وہ خود ان کے پیچھے گیا—— کیا دیکھتا ہے کہ گھوڑا سوار ربیعہ ابن مکدم صحیح سالم ہے، لیکن اس کے پاس نیزہ نہیں ہے——اور وہ اپنے قبیلے کے پاس پہنچ چکا ہے——درید نے بچشم حیرت دیکھا کہ اس کے تینوں ساتھی قتل کئے جا چکے ہیں——درید کو خطرہ محسوس ہوا کہ ربیعہ ایسا شیر بہادر شہسوار قتل کر دیا جائے گا——اس نے کہا:

اے شہسوار! اگرچہ تو نے ہمارے تین ساتھی قتل کر دئے ہیں، تاہم تجھ جیسے آدمی کو قتل نہیں ہونا چاہیے——میں نہیں چاہتا کہ تجھ جیسا نبرد آزما قتل کیا جائے——اسی لئے میں یہ کارروائی کر رہا ہوں۔

پھر اس نے ایسی بات کہی جو انسانی عظمت، بلندیٔ اخلاق اور قابل قدر چشم پوشی کی دلیل ہے۔

میرا یہ نیزہ لے لے، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تو جرأت اور بہادری کے باوجود قتل کر دیا جائے گا—— گھوڑے اپنے سواروں سمیت روانہ ہو چکے ہیں——میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے پاس نیزہ نہیں ہے، تو نوجوان ہے، یہ نیزہ لے لے——میں اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہا ہوں——میں انہیں غلط راستے پر لگا دوں گا، تاکہ تیری جان بچ جائے۔

درید نے اپنا نیزہ دے دیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا——انہیں بتایا کہ کجاوہ نشین عورت کا ساتھی اس کی حفاظت میں کامیاب رہا ہے——وہ بڑا اکھاڑ قسم کا

شہسوار ہے، اس نے تمہارے تینوں ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے اور میرا نیزہ بھی چھین لیا ہے ——— میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے قابو نہیں آئے گا ——— چنانچہ وہ لوگ ناکام و نامراد واپس اپنی قوم کے پاس چلے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ربیعہ ابن مکدم کی قوم بنو مالک بن کنانہ نے درید کے قبیلے بنو جشم پر حملہ کر دیا ——— کچھ لوگوں کو قتل کیا، کچھ کو قیدی بنایا اور کچھ کو معاف کر دیا ——— درید بھی قیدیوں میں تھا، لیکن اس نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا ——— وہ ان کے پاس ہی تھا کہ کچھ عورتیں ایک دوسری کو ہدیہ دینے کے لئے آئیں ——— انہوں نے جب درید کو دیکھا تو ان میں سے ایک عورت دوسری عورتوں سے الگ ہوئی اور اس نے بلند آواز سے اعلان کیا:

اللہ کی قسم! تم خود بھی ہلاک ہو گئے اور تم نے دوسروں کو بھی ہلاک کر دیا ——— ہماری قوم نے ہمیں کیسی عار سے دوچار کر دیا ہے؟ ——— اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ وہ شخص ہے جس نے کجاوہ نشین عورت کی حفاظت کے دن ربیعہ کو اپنا نیزہ دے دیا تھا۔

پھر اس نے اپنا کپڑا درید پر ڈال دیا اور کہنے لگی:

میں اسے پناہ دیتی ہوں ——— یہ وہی شخص ہے جس نے کجاوہ نشین عورت کی حفاظت کے دن وادی میں ہماری امداد کی تھی۔

عورت کے ساتھیوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ ——— کہنے لگا: میں درید بن الصمہ ہوں، ربیعہ ابن مکدم کا کیا حال ہے؟ ——— انہوں نے بتایا: اسے بنو سلیم نے قتل کر دیا ہے ——— پوچھا کہ اس کے ساتھ کجاوے میں سوار عورت کون تھی؟ ——— عورت نے بتایا:

''اس کا نام ریطہ بنت جذل ہے، اور وہ میں ہی ہوں۔''

اس کے ساتھیوں نے کہا کہ:

ہم درید کے احسان کو فراموش نہیں کر سکتے —— یہ ہماری نظر میں درید کا یادگار واقعہ ہے —— نیز یہ بھی کہا کہ ہم اس شخص کو پورے اعزاز اور احترام سے رخصت کریں گے۔

صبح ہوئی تو ان لوگوں نے بالاتفاق اسے آزاد کر دیا اور عزت و آبرو کے ساتھ رخصت کیا —— ریطہ نے اسے کپڑے دیئے اور جو کچھ ممکن تھا اسے ساز و سامان دیا —— اس طرح درید اپنی قوم کے پاس پہنچا —— اور اس کے بعد اس نے زندگی بھر بنو فراس سے جنگ نہیں کی۔

(قصص العرب —— بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھی اسلام سے پہلے عربوں کی مروت —— اسلام نے آکر اسے تہذیب و ترقی عطا کی —— تو عرب دشمنوں تک کے ساتھ سچائی اور وفا کے راستے پر چلتے تھے —— عربوں کے نزدیک یہ اعلیٰ اور عظیم فضائل میں سے ہے۔

---

[1] درید بن الصمہ جشمی بکری، قبیلۂ ہوازن سے تھا، دورِ جاہلیت میں معمر بہادروں میں سے تھا، بنو جشم کا سردار، شہسوار، قائد اور شاعر تھا، اس نے تقریباً ایک سو جنگوں میں حصہ لیا، زمانۂ اسلام پایا، مگر اسلام نہ لایا، حنین کے دن قتل ہوا، اپنی قوم کا قائد تھا، مگر قوم نے اس کی اطاعت نہ کی -۱۲، الاعلام: ۳۳۹/۲۔

[2] ربیعہ ابن مکدم بنو کنانہ سے تھا، دورِ جاہلیت میں مضر کے گنے چنے شہسواروں میں سے تھا، عرب کے بڑے اور مشہور بہادروں میں سے تھا، اس کے بہت سے واقعات ہیں، مشہور ترین واقعہ کجاوہ نشین عورت کی حفاظت کا ہے، اس کی موت کے بعد بھی یہ واقعہ مشہور رہا - بنو اسلم نے اسے قتل کیا (متن میں ہے کہ اسے بنو سلیم نے قتل کیا ۱۲ ق) ۱۲، الأعلام: ۱۷/۳۔

غیر مسلم ذمیوں کی رعایت

——— ''جزیہ کی وصولی کے لئے ایک چابک بھی نہ مارنا'' ———

یہ وہ کلمات ہیں جو امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلۂ ثقیف کے ایک شخص کو کہے ——— جسے آپ نے جزیہ وصول کرنے کے لئے نیشاپور بھیجا تھا ——— باب مدینۃ العلم نے ارشاد فرمایا:

ایک درہم کی وصولی کے لئے ایک چابک بھی نہ مارنا ——— ان کی سردیوں اور گرمیوں کی روزی اور پوشاک ہرگز فروخت نہ کرنا ——— اور نہ وہ جانور بیچنا جس پر وہ کام کرتے ہیں ——— اور ایک درہم کے مطالبے کے لئے بھی کسی شخص کو دھوپ میں ہرگز کھڑا نہ کرنا۔

رحمت اور ایمان سے معمور دل سے صادر ہونے والے نادر زمانہ اور مخلصانہ یہ کلمات امیر المومنین کی طرف سے جزیہ وصول کرنے والے ثقفی کو پہنچے ——— تو وہ حیران رہ گئے کہ کیا کریں؟ ——— اگر امیر المومنین کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو کچھ بھی جزیہ وصول نہیں ہوگا ——— انہوں نے عریضہ ارسال کیا اور اس میں لکھا:

''امیر المومنین! اگر آپ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے تو مجھے اجازت دیں کہ میں جس طرح گیا تھا، اسی طرح جزیہ کا مال وصول کئے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔''

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب لکھا ——— مال اور جزیئے کی پروا نہیں کی، جیسے بہت سے حکمرانوں کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال ملنا چاہیے، اگرچہ حرام اور مکروہ ہی کیوں نہ ہو ——— آپ کا دل خوفِ خدا سے آباد تھا ——— آپ نے جواب میں جزیہ وصول کرنے والے کو بتایا کہ اسلام کس طرح ذمیوں کے ساتھ رواداری

سے پیش آتا ہے؟ ——— اور وہ بنیادی قواعد تحریر کئے جن پر اسلام کی بنیاد ہے ——— آپ نے انہیں لکھا:

''تم جس طرح گئے تھے، اسی طرح خالی ہاتھ واپس آ جاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے ——— بندۂ خدا! ہمیں ان سے صرف زائد مال لینے کا حق ہے۔''

یعنی جو ہمارا حق نہیں ہے، وہ لے کر ہم ان پر ظلم نہیں کریں گے ——— یہ وہ عظیم تعلیم ہے جو آپ نے بعد والے حکمرانوں کو دی ——— رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جس نے غیر مسلم ذمی پر ظلم کیا ——— یا اس کا حق مارا ——— یا اسے اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی ——— یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو ہم قیامت کے دن اس کے خلاف دعویدار ہوں گے۔[2]

تبصرہ:

یہی وہ عظیم اخلاق ہیں جن کی بنیاد پر مسلمانوں نے بڑے بڑے ممالک فتح کئے اور غیر مسلموں کی حکومتیں اُلٹ دیں ——— مختلف قوموں نے ان کی اطاعت قبول کی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں ——— اسی لئے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ عفو اور درگزر کا رویہ اختیار کرتے تھے ——— ذمیوں کو کسی بھی قسم کی ایذا پہنچانے سے گریز کرتے رہے ——— چنانچہ اسلام کا قانون یہ ہے کہ کسی ذمی کو جزیہ وصول کرنے کے لئے عذاب نہیں دیا جائے گا ——— جزیہ ادا نہ کرنے کی بنا پر دھوپ میں کھڑا نہیں کیا جائے گا ——— بلکہ واجب ہے کہ ان کے ذمہ جو جزیہ لازم ہے اس کی ادائی کے لئے ممکن حد تک مہلت اور سہولت دی جائے ——— اور چشم پوشی سے کام لیا جائے۔

جن حضرات نے غیر مسلم ذمیوں کو جزیہ وصول کرنے کے سلسلے میں رعایت اور سہولت دی ہے، ان میں سے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں ——— جب آپ

ملک شام گئے تو آپ کا گزر دھوپ میں کھڑے ہوئے ذمیوں کے پاس سے ہوا ——— آپ نے پوچھا: انہیں دھوپ میں کیوں کھڑا کیا گیا ہے؟ ——— بتایا گیا کہ انہوں نے جزیہ ادا کرنے میں تاخیر کی ہے ——— ہم نے انہیں جزیہ ادا کرنے تک دھوپ میں کھڑا کر دیا ہے ——— آپ نے اس بات کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا:

یہ کس چیز پر قادر ہیں؟ ——— یہ کس چیز کی طاقت رکھتے ہیں؟

بتایا گیا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جزیہ ادا کرنے کے لئے مال نہیں ہے ——— آپ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو اور انہیں اس کام کا پابند نہ کرو جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے ——— آپ کے حکم پر انہیں رہا کر دیا گیا۔

صرف جزیہ کی وصولی میں نہیں بلکہ خراج وصول کرنے میں بھی ان سے مہربانی اور درگزر کا سلوک کیا گیا۔

حضرت فاروق اعظم نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو لکھا کہ مصر کا خراج جلد بھجوائیں ——— انہیں تاخیر کرنے پر ملامت کی ——— کیونکہ انہیں علم تھا کہ حجاز مقدس میں مسلمانوں کو مال کی سخت حاجت ہے ——— انہیں تاکید کی کہ خراج جلد ارسال کریں ——— حضرت عمرو نے جواب میں وہ بات لکھی جسے شریعت اسلامیہ ذمیوں کے حق میں پسند کرتی ہے، یعنی ان کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے ——— انہوں نے لکھا کہ مصر والوں نے مجھ سے غلوں کے پک جانے تک مہلت مانگی ہے ——— اور اگر میں ان سے جلدی کا مطالبہ کروں گا تو وہ اپنی ضرورت کی چیزیں فروخت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ——— امیر المومنین! یہ وجہ ہے جس کی بنا پر تاخیر ہوئی ——— حضرت فاروق اعظم نے ان کی معذرت قبول کی اور ان کی تائید کی ——— اگرچہ آپ کو مال کی شدید حاجت تھی تاہم آپ نے ذمیوں کی رعایت کو مسلمانوں کی حاجت پر مقدم رکھا۔

اسلام نے جو سہولت اور آسانی فراہم کی ہے، اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ اسلام نے جزیہ، خراج اور عشر (دسواں حصہ) ان کمزور اور فقیر لوگوں کو معاف کر دیا ہے جو ادا

کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۱-مسکینوں، فقیروں اور غلاموں کو معاف کر دیا، کیونکہ ان کی ملکیت میں ادا کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا۔

۲-عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مستثنیٰ کیا ہے، کیونکہ وہ ہتھیار نہیں اٹھا سکتے اور ان کے خلاف اعلانِ جنگ بھی نہیں کیا جاتا۔

۳-نابینا، فقیر اور اپاہج بھی پابند نہیں ہیں کیونکہ یہ کمانے اور کام کرنے سے عاجز ہیں۔

۴-بچوں اور پاگلوں کو پابند نہیں کیا، کیونکہ اسلام نے انہیں عبادت تک کا مکلف نہیں کیا۔

۵-اہل کتاب کے دینی پیشوا اور عبادت گزار جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت کے لئے وقف کر رکھا ہے، ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔

(کتاب الخراج۔امام ابو یوسف۔سماحۃ الاسلام۔بتصرف)

تبصرہ:

یہ ہے غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ اسلام کی رحمت اور مہربانی —— اتنی فراخ دلی کا مظاہرہ خود ان کے دین والے نہیں کرتے تھے —— عوام ٹیکسوں کی بھرمار سے تنگ تھے —— اسلام آیا تو وہ دوڑ کر آئے اور فرداً فرداً اور جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہو گئے —— کیونکہ انہیں اسلام میں عدل وانصاف ملا، رحمت او فراخ دلی ملی۔

---

۱ سیدنا علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہاشمی قریشی ﷺ... آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، آپ چوتھے خلیفہ راشد، امیر المومنین، اور ان دس حضرات میں سے ایک ہیں، جنہیں جنت کی بشارت دی گئی، نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں، شہرۂ آفاق بہادر، عظیم خطیب، عالم اور فقیہ ہیں، حضرت خدیجہ کے بعد (بچوں میں سے) سب سے پہلے اسلام لائے، ہجرت سے ۲۳ سال پہلے مکہ معظمہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، حضور نبی اکرم ﷺ کے زیر سایہ پرورش پائی، اکثر جنگوں میں جھنڈا آپ کے پاس تھا، کوفہ میں وفات پائی، عبداللہ ابن ملجم مرادی نے ۴۰ھ میں آپ کو شہید کیا-۱۲، الاصابہ، کسی قدر تصرف کے ساتھ-

۲ حافظ عجلونی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں: "اسے امام ابوداؤد نے سند حسن سے روایت کیا"

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''مقاصد حسنہ میں ہے اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' پھر فرماتے ہیں: ''لیکن امام احمد بن حنبل نے فرمایا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔'' ممکن ہے ان کا یہ مطلب ہو کہ یہ حدیث جن الفاظ کے ساتھ زبانوں پر مشہور ہے ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور وہ یہ الفاظ ہیں ''(ترجمہ) جس نے ذمی کو ایذا دی ہم قیامت کے دن اس کے خلاف مدعی ہوں گے'' —— خوب غور و فکر کیجئے۔ دیکھئے کشف الخفاء حدیث نمبر: ۲۳۴۱۔

۳ے حضرت عمرو بن عاص بن وائل سہمی قریشی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، فاتح مصر، عرب کے عظیم سپوت، دانشور اور صاحب فکر و احتیاط تھے، حدیبیہ کی صلح کے عرصہ میں ایمان لائے۔ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی لشکروں کے کمانڈروں میں سے تھے، آپ نے انہیں پہلے فلسطین پھر مصر کا گورنر بنایا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دور میں معزول کر دیا، ہجرت سے پچاس سال پہلے پیدا ہوئے ۴۳ھ قاہرہ میں رحلت ہوئی، کتب حدیث میں آپ کی ۳۹ حدیثیں مروی ہیں۔ ۱۲، الاعلام: ۷۹/۵۔ اور اصابہ کسی قدر تصرف کے ساتھ۔

نظام مصطفیٰ نظام رحمت

یہ انصاف نہیں کہ تم اس کی جوانی سے فائدہ اٹھاؤ اور بڑھاپے میں اسے بے یارومددگار چھوڑ دو

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو راستے میں لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا ـــــ آپ نے اسے فرمایا: تمہیں کس چیز نے بھیک مانگنے پر مجبور کیا؟ ـــ اس نے کہا جزیئے، بڑھاپے اور حاجت نے ـــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کس قوم سے ہو؟ ـــ اس نے کہا: یہودی ہوں ـــــ آپ اسے عزت کے ساتھ اپنے گھر لے گئے، مال عطا کیا اور اس کا جزیہ معاف کر دیا ـــ اور اپنے عامل کو لکھا:

"اسے اور اس جیسے ضعیف افراد کو دیکھو ـــــ یہ انصاف نہیں ہے کہ اس کی جوانی کی کمائی حاصل کرو اور بڑھاپے میں اسے بے یارو مددگار چھوڑ دو۔"

حضرت فاروق اعظم نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کے لئے کافی وظیفہ بھی بیت المال سے مقرر کر دیا ـــــ یعنی زکوٰۃ سے نہیں بلکہ صدقات وغیرہ سے۔

اسلام نے غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ کمال رواداری کا سلوک کیا ـــــ اس کا عظیم نمونہ یہ تھا کہ غیر مسلم ذمیوں نے اسلام کے قواعد، مقاصد اور انسانیت نواز انداز دیکھے ـــــ وہ اپنے بادشاہوں اور حکام کے معاملات سے تنگ تھے ـــــ انہوں نے اسلام کا وہ ہمدردانہ رویہ دیکھا جو انہیں اپنے حکمرانوں سے دیکھنے کو نہیں ملا تھا ـــــ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جبر اور خوف کے بغیر خوشی خوشی حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے ـــــ خصوصاً جب انہوں نے دیکھا کہ ٹیکسوں میں انہیں بہت چھوٹ اور رعایت دی جا رہی ہے ـــــ اس طرح

اسلام نے انسانیت کے لئے رحمت و شفقت کے دروازے کھول دئے ـــــ خصوصا کمزوروں ، فقیروں، بوڑھوں، عورتوں، بچوں اور معذوروں کو مراعات سے نوازا ـــــ انہوں نے ردمیوں، فارسیوں اور دوسری قوموں کی نسبت اسلام کے زیرِ سایہ دنیاوی زندگی آسان پائی ـــــ چنانچہ مختلف قومیں برضا و رغبت اسلام میں داخل ہوگئیں۔

اسلام کے بلند اخلاق کی ایک قابلِ ذکر مثال یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عراق میں حیرہ کے باشندوں سے یہ معاہدہ کیا ـــــ کہ:

☆ جب کوئی شخص کمائی کے قابل نہ رہے۔

☆ یا وہ کسی آفت کا شکار ہو جائے۔

☆ یا مالدار فقیر ہو جائے ـــــ اور

☆ وہ ایسا بھکاری بن جائے کہ اس کے دین والے اسے صدقہ دینے لگیں۔

اسے جزیہ معاف ہے اور نہ صرف اسے، بلکہ اس کے کنبے کو بھی مسلمانوں کے بیت المال سے وظیفہ دیا جائے گا ـــــ یہاں تک کہ وہ مالی طور پر مستحکم ہو جائے۔

اس سے بھی بڑی مثال یہ ہے کہ جب شاہ روم ہرقل نے اسلامی لشکروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بہت بڑا لشکر تیار کیا ـــــ اس وقت عساکرِ اسلام کے مرکز مختلف جگہوں پر تھے ـــــ مسلمانوں کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ اپنی تمام قوتیں اس معرکے پر مرکوز کر دیں ـــــ یہ صورت حال اسلامی لشکروں کے کمانڈر ان چیف حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی ـــــ تو انہوں نے شام کے فتح کئے ہوئے شہروں کے گورنروں کو لکھا کہ ان شہروں کے باشندوں سے جو جزیہ تم نے وصول کیا ہے، انہیں واپس کر دو ـــــ اور ان شہروں کے باشندوں کو لکھا کہ:

ہم نے تمہارے مال تمہیں واپس کر دئے ہیں ـــــ کیونکہ ہمیں اطلاع مل چکی

ہے کہ ہمارے مقابل بہت سارے لشکر جمع کئے گئے ہیں — تمہارے ساتھ ہماری شرط یہ تھی کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے —— لیکن اس وقت ہم تمہاری حفاظت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں —— ہم اپنی اسی شرط پر قائم ہیں۔

چنانچہ حکومت کے خزانے سے بہت سارے اموال ان شہروں کے باشندوں کو واپس کردئے گئے۔

ان شہروں کے غیر مسلم باشندے مسلمانوں کے کمانڈروں کے لئے نصرت و برکت کی دعائیں مانگتے تھے —— اور کہتے تھے کہ:

اللہ تعالیٰ آپ کو جلد ہمارے پاس واپس لائے —— اور آپ کو روم اور اس کے حکمرانوں پر فتح عطا فرمائے۔

جب رومیوں نے مسلمانوں کو شام اور فلسطین سے نکال دیا تو وہاں عیسائی باشندوں نے رومیوں کے اقتدار پر مسلمانوں کے اقتدار کو ترجیح دی —— اور جب اسلامی لشکر وادیٔ اردن پہنچا اور وہاں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کی صف بندی کی تو ان شہروں کے عیسائیوں نے آپ کو لکھا:

مسلمانو! رومی اگرچہ ہمارے دین پر ہیں، لیکن تم ہمیں ان سے زیادہ محبوب ہو — تم ہمارے حقوق بہتر ادا کرتے ہو —— تم ہم پر زیادہ مہربان ہو — ہم پر ظلم کرنے سے گریز کرتے ہو اس لئے تمہاری حکومت بہتر ہے — لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ رومی ہمارے اقتدار اور ہمارے گھروں پر مسلط ہو چکے ہیں۔

(کتاب الخراج، امام ابو یوسف۔ فتوح البلدان، بلاذری، احکام سلطانیہ، ماوردی، بتصرف)

تبصرہ:

یہ ہے اسلام کی فراخ دلی ذمیوں اور دوسرے لوگوں کے لئے ——— جب کہ ہمیں بیسویں صدی میں تہذیب اور کمزوروں کی امداد کے لمبے چوڑے دعوے کرنے والی مہذب قوموں میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا ——— یہی وجہ تھی کہ اسلام تھوڑی سی مدت میں کرۂ ارض پر چھا گیا ——— اور اس کے انوار لوگوں کے دلوں میں جگمگا اٹھے ——— اور لوگ خوش دلی سے حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

اکیسویں صدی عیسوی کا آغاز مسلمانوں کے لہو سے خوں رنگ ہے۔ ظلم کی طاغوتی قوتوں کے منہ کو بے شک مسلمانوں کا خون لگ چکا ہے ——— لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ظلم سے دنیا بھر کے دلوں کو نفرت کی آماجگاہ تو بنایا جا سکتا ہے انہیں محبت سے معمور نہیں کیا جا سکتا ——— نیز اللہ واحد قہار کا قانون قدرت ہے کہ جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے، تو مٹ جاتا ہے۔

۱۲۔ شرف قادری

حاضر جوابی اور بے باکی

ایک دن نامور محدث، فقیہ اور پیکر ورع وتقویٰ امام سفیان بن عیینہ[1] رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں حاضر ہونے والے طلباء اور سوال وجواب کرنے والوں سے دل برداشتہ تھے —— کہنے لگے:

کیا یہ بدقسمتی نہیں ہے؟ کہ میں حمزہ ابن سعید[2] کی مجلس میں حاضر ہوا —— اور وہ ابو سعید خدری[3] کی مجلس میں حاضر ہوئے —— میں نے زانوئے تلمذ عمرو بن دینار[4] کے سامنے اور انہوں نے عبداللہ ابن عمر[5] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے طے کیا —— میں نے زہری[6] کی اور انہوں نے انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کی —— یہاں تک کہ ارباب علم کی ایک جماعت کا شمار کیا۔

پھر ٹھنڈی سانس لے کر کہنے لگے: اور آج میں تمہارے ساتھ بیٹھتا ہوں —— مجلس پر سناٹا چھا گیا اور کسی نے بھی بولنے کی جرأت نہ کی —— مجلس میں سے ایک نوجوان اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ابو محمد! کیا آپ انصاف فرمائیں گے؟ —— امام سفیان ابن عیینہ نے فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ —— نوجوان نے حیرت انگیز ادیبانہ جرأت کا مظاہرہ کیا، جسے تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا —— کہنے لگا:

ابو محمد! اللہ کی قسم! آپ کا ہمارے پاس بیٹھنا اتنی ناگوار بات نہیں ہے، جتنا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا آپ کے پاس بیٹھنا ناگوار ہے —— (یعنی ہمارے اور آپ کے درمیان مرتبے کا جو فرق ہے، اس سے کہیں زیادہ آپ کے اور صحابہ کرام کے درمیان فرق ہے)۔

امام سفیان نے اپنا سر جھکا لیا — انہیں اس نوجوان کی صاف گوئی اور بے باکی

نے حیران کر دیا —— اس کی بات کو تسلیم کیا اور اپنی جگہ شرمندہ ہو کر رہ گئے —— اور زبان خاموشی سے ابونواس[8] کا وہ شعر پڑھا:

مُتْ بِدَاءِ الصَّمْتِ خَیْرٌ لَکَ مِنْ دَاءِ الْکَلَامِ

اِنَّمَا السَّالِمُ مَنْ اَلْجَمَ فَاهُ بِلِجَامِ

خاموشی کی موت مرنا، تیرے لئے گفتگو کی بیماری سے بہتر ہے۔

سلامتی والا وہ ہے جو اپنے منہ کو لگام دے کر رکھے۔

حاضرین اس نوجوان کے ذہن کی تیزی پر انگشت بدنداں رہ گئے —— حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لڑکا تو سلاطین کی مجلس کے لائق ہے —— اور آپ کی فراست سچی ثابت ہوئی —— یہ لڑکا یحییٰ ابن اکثم تمیمی[9] تھا، جو بعد میں کوفہ کا قاضی بنا —— اور اتنی ترقی کی کہ مامون[10] نے اسے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) اور امور مملکت کا ناظم (وزیراعظم) بنا دیا۔

(تاریخ بغداد۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

---

[1] سفیان بن عیینہ ابن میمون ہلالی، کوفی، حرم مکی کے محدث تھے، ان کی کنیت ابو محمد تھی، کوفہ میں پیدا ہوئے، مکہ معظمہ میں رہے اور وہیں وفات پائی، حافظ الحدیث اور وسیع علم کے مالک تھے، امام شافعی نے فرمایا:

''اگر سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو جاتا۔''

ستر حج کئے، ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں وفات پائی -۱۲، الاعلام: ۱۰۷/۳-

[2] حمزہ ابن سعید مروزی کی کنیت ابو سعید تھی، وہ تام ضبط رکھنے والے حافظ الحدیث تھے، انہوں نے ابن عیینہ، حفص بن غیاث وغیرہم سے روایت کی، ابن حبان نے ان کا ذکر مستند محدثین میں کیا ہے -۱۲، تہذیب التہذیب: ۳۰/۳-

[3] ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک انصاری خزرجی ہے، آپ کنیت کے ساتھ مشہور ہیں، احد کے موقع پر انہیں کم عمر قرار دیا گیا (اور جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دی گئی) آپ کے والد اس غزوہ میں شہید ہوئے، آپ اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر حدیثیں روایت کیں، آپ نو عمر صحابہ کرام میں زیادہ فقیہ اور فضیلت والے تھے -۶۴ھ میں فوت ہوئے -۱۲، اصابہ۔

[4] عمرو بن دینار جمحی کی کنیت ابو محمد تھی، فارسی الاصل تھے، مکہ معظمہ کے مفتی اور فقیہ تھے، ۱۲۶ھ میں فوت ہوئے۔

پیدا ہوئے، شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ حدیث کو یاد کرنے والا نہیں دیکھا، مستند اور پختہ کار محدث تھے، مکہ معظمہ ۱۲۶ھ میں وفات ہوئی -۱۲، تہذیب الکمال بتصرف-

۵ابن عمر: عبداللہ ابن عمر بن خطاب قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد ماجد کے ہمراہ ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہی ہجرت کی، بکثرت احادیث کے راوی ہیں، صحابہ کرام کے فقہاء اور اتقیاء میں سے تھے، جب آپ کی وفات ہوئی تو لوگوں میں آپ جیسا کوئی نہ تھا، بدر میں حاضر ہوئے، بعثت کے تیسرے سال پیدا ہوئے اور ۸۷ سال کی عمر میں آپ کی رحلت ہوئی -۱۲، الاصابہ-

۶الزھری: محمد بن مسلم بن عبداللہ زہری قریشی، اکابر حفاظِ حدیث اور فقہاء میں سے تھے، آپ ہی نے سب سے پہلے حدیث مدون کی، تابعی ہیں-۵۸ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے انہیں دو ہزار دو سو حدیثیں یاد تھیں-شام میں قیام پذیر ہوئے-شغب شہر میں ۱۲۴ھ میں انتقال ہوا -۱۲، الاعلام: ۹۷/۷

۷حضرت انس بن مالک بن نضر انصاری خزرجی، رسول اللہ ﷺ کے خادم اور بکثرت احادیث روایت کرنے والے صحابی ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا یہ آپ کا خادم ہے، نبی اکرم ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی، بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے، اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی -۱۲، اصابہ-

۸ابونواس حسن بن ھانی، اپنے دور میں شاعر عراق تھا، ۱۴۶ھ اہواز میں پیدا ہوا، بصرہ میں پلا بڑھا، پھر بغداد شریف گیا اور بنوعباس کے خلفاء کے ساتھ وابستہ ہو گیا اور ان میں سے بعض کی مدح و ثنا کی، ۱۹۸ھ بغداد شریف میں فوت ہوا، امام شافعی نے اس کے بارے میں فرمایا:

''اگر ابونواس کی فحش گوئی نہ ہوتی تو میں اس سے علم حاصل کرتا'' ۱۲، الاعلام: ۲/ ۲۲۵-

۹یحییٰ ابن اکثم بن محمد تمیمی مروزی، ان کی کنیت ابومحمد تھی، مشہور اور بلند مرتبہ قاضی اور عالی فکر فقیہ تھے، ۱۵۹ھ مرو میں پیدا ہوئے، مامون نے انہیں بغداد میں قاضی القضاۃ مقرر کیا، یہ مامون کے دل پر چھائے ہوئے تھے، انہوں نے کئی جنگوں اور حملوں میں حصہ لیا، مامون کی وفات کے بعد معتصم نے انہیں معزول کر دیا، چنانچہ یہ اپنے گھر بیٹھ گئے، پھر متوکل نے انہیں قاضی مقرر کیا، بعد ازاں اس نے بھی معزول کر دیا، کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں رہے، اپنے وطن واپس آ رہے تھے، ۲۴۲ھ میں فوت ہو گئے -۱۲، الاعلام: ۱۳۸/۸-

۱۰ابوالعباس عبداللہ ابن ہارون الرشید، عراق میں بنوعباس کا ساتواں خلیفہ تھا، اپنی سیرت، علم اور ملک کی وسعت کے اعتبار سے بڑا بادشاہ تھا، اس نے علماء کو قریب کیا اور انہیں احترام دیا، بہت سے یونانی اور فارسی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کروایا، ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا اور ۲۱۸ھ میں فوت ہوا -۱۲، الاعلام: ۱۴۲/۴-

صدیق اکبر کی ہدایات

رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر کو جھنڈا باندھ کر دیا، اس کے بعد آپ رحلت فرما گئے ——— حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کرتے وقت جو وصیت فرمائی وہ گوش دل سے سننے کے لائق ہے ——— کیونکہ اس میں ایسی اسلامی تعلیمات ہیں جو تمام جہان کے لئے رحمت اور برکت ہیں ——— ان کا مقابلہ تہذیب و ثقافت کی دعویدار موجودہ بیسویں صدی سے کیجئے ——— پوری دنیا کے مقابلے میں اسلام کی عظمت ظاہر ہو جائے گی۔

حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا:

لوگو! ٹھہر جاؤ، میں تمہیں دس باتوں کی تاکید کرتا ہوں، انہیں مجھ سے یاد رکھنا۔

☆ خیانت نہ کرنا

☆ مال غنیمت میں سے کچھ نہ چھپانا

☆ معاہدے کی خلاف ورزی نہ کرنا

☆ کسی جان دار کے اعضاء نہ کاٹنا

☆ کسی بچے، بوڑھے ضعیف اور عورت کو قتل نہ کرنا

☆ کسی کھجور کو کاٹنا، نہ ہی جلانا

☆ پھل دار درخت کو نہ کاٹنا

☆ کھانے کی ضرورت کے بغیر کسی بکری، گائے یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا

☆ تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں کے لئے وقف کر دیا ہے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا

☆ تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو تمہارے پاس برتنوں میں رنگا رنگ کھانے لائیں گے ـــــ جب تم ان میں سے کچھ کھاؤ تو اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا

اب اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔

(الخلفاء الراشدون ـ للنجار ـ بتصرف)

تبصرہ:

اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو اور ان پر رحم فرمائے ـــــ انہوں نے صرف ان مجاہدین اور مسلم اُمّہ کو نصیحت نہیں کی، بلکہ دنیا بھر کے لوگوں کو ایک اہم نصیحت سے روشناس کرایا ہے ـــــ مسلمان مجاہدین نے ان کی نصیحت کی روح پر عمل کیا اور دشمنوں پر فتح پائی ـــــ یہ اسلام کی بنیادی اور عمدہ ترین تعلیمات ہیں جنہیں عقل سلیم قبول کرتی ہے۔

ہمیں اسلام کی تعلیم اور فراخ دلی پر غور کرنا چاہیے جو پوری عظمت کے ساتھ ان ہدایات میں جلوہ گر ہے ـــــ نیز علم، تہذیب و تمدن اور روشنی کے دعویدار ممالک کے کرتوتوں اور اسلام کی جنگ اور فتح کے درمیان موازنہ کرنا چاہیے ـــــ ترقی اور تہذیب کے دعویدار یہ ممالک جنگوں اور فتوحات میں اچانک اور اذیت ناک حملے کو کامیابی قرار دیتے ہیں ـــــ ان کے نزدیک کسی بچے، بوڑھے، عورت یا فقیر کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے ـــــ پھر یہ اپنے مخفی عزائم کو دھوکے اور فریب سے پورا کرنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے ـــــ اور ایسے حربے استعمال کرتے ہیں جن کی اجازت نہ تو شرافت دیتی ہے اور نہ ہی صحیح دین۔

افغانستان میں کیا ہوا؟ دنیا کی طاقتور ترین قوت دنیا کے کمزور ترین ملک پر بغیر کسی ثبوت جرم کے چڑھ دوڑتی ہے اور قیدیوں کو کیوبا کے پنجروں میں بند کر دیتی ہے، انہیں وکیل تک کی سہولت فراہم نہیں کی جاتی، یہ جنگل کا قانون نہیں ہے تو کیا ہے؟ قادری

احساس ذمہ داری

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ تیرا گناہ نہیں، بلکہ میری ذمہ داری ہے

یہ وہ کلمات ہیں جو امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نصر بن حجاج کو کہے۔۔۔ یہ ایک نوجوان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے دل فریب حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔۔۔ اور عورتیں راتوں کو اس کے نام کے گیت گاتی تھیں۔

اس کا سبب یہ تھا کہ خلیفۃ المسلمین عمر بن خطاب نے لوگوں کی جانوں، عزتوں اور مالوں کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔۔۔۔ ایک رات گشت کر رہے تھے کہ ایک عورت کے گانے کی آواز ان کے کان پر میں پڑی۔۔۔۔ وہ کہہ رہی تھی:

هَلْ مِنْ سَبِيْلٍ اِلٰى خَمْرٍ فَاَشْرَبُهَا

اَمْ هَلْ سَبِيْلٌ اِلٰى نَصْرِبْنِ حَجَّاجِ

کیا مجھے پینے کے لئے شراب مل سکتی ہے؟۔۔۔۔ یا نصر بن حجاج تک پہنچنے کا راستہ مل سکتا ہے؟

حضرت فاروق اعظم نے دل میں سوچا کہ یہ نصر بن حجاج کون ہے؟ جس کے بارے میں پردہ نشین خواتین گیت گاتی ہیں۔۔۔۔ کیا عمر کے دور میں ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ صبح ہوئی تو اس کے بارے میں دریافت کیا۔۔۔۔ آپ کو بتایا گیا کہ وہ بنو سلیم میں سے ہے۔۔۔۔ آپ نے اسے طلب کیا، جب وہ آیا تو دیکھا کہ وہ تو واقعی حسن و جمال کا پیکر مجسم ہے۔۔۔۔ وہ تو عورتوں کے لئے آئیڈیل بلکہ فتنہ ہے۔۔۔۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ سر کے بال استرے سے منڈوا دے۔۔۔۔ حکم کی تعمیل کی گئی تو اس کا حسن مزید دوبالا ہو گیا۔۔۔۔ تب آپ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تو

اس خطۂ زمین پر نہیں رہے گا، جہاں میں موجود ہوں۔

اسے ضرورت کا ساز و سامان دے کر بصرہ کے ایک گاؤں میں بھیج دیا۔

اسی طرح ایک رات گشت پر نکلے تو کچھ عورتوں کو آپس میں گفتگو کرتے ہوئے سنا ——— ایک عورت نے پوچھا: مدینہ منورہ کا حسین ترین نوجوان کونسا ہے؟ ——— دوسری عورت نے کہا: ابوذئب، میں نے اس سے زیادہ خوبصورت آج تک نہیں دیکھا ——— صبح ہوئی تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا اور اسے طلب کیا ——— جب اسے دیکھا تو وہ سچ مچ انسانوں کے درمیان چلتا پھرتا فتنہ دکھائی دیا ——— آپ کو محسوس ہوا کہ یہ تو مسلمانوں کی عزتوں کے لئے خطرہ ہے ——— آپ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! تو بھیڑیا ہے ——— اللہ تعالیٰ کی قسم! تو تو عورتوں کا بھیڑیا ہے

——— پھر فرمایا: میری جان کے مالک کی قسم! میں اور تم ایک آبادی میں نہیں رہ سکتے۔

اسے ضرورت کی چیزیں فراہم کیں اور اسے بصرہ بھیج دیا ——— اور اس طرح اس کا شر اور فتنہ دور کر دیا۔

یہ تھا حضرت فاروق اعظم کو بڑی باز پرس کا احساس ——— آپ فرمایا کرتے تھے:

مجھ سے قیامت کے دن مسلمانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا ———

مجھ ہی سے آخرت میں مسلمانوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کے سبب اس بھاری ذمہ داری کے شعور نے انہیں امتِ مسلمہ کا پاسبان بنا دیا تھا ——— جو حاکم خیانت، فریب اور غداری کا مرتکب ہو اس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

نصر بن حجاج کی ماں حضرت فاروق اعظم کے پاس حاضر ہوئی ——— اور کہنے لگی:

آپ کے بیٹے عبداللہ کی ماں تو اپنے بیٹے سے پیار کرتی ہے اور اسے دیکھ کر راحت حاصل کرتی ہے ——— آپ نے میرے بیٹے کو جلاوطن کر کے بصرہ بھیج دیا ہے ——— اور مجھے درد و غم میں مبتلا کر دیا ہے۔

فاروق اعظم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر نوخیز لڑکیاں میرے بیٹے عبداللہ کا ذکر اس رومانوی انداز میں کریں جس طرح تیرے بیٹے نصر بن حجاج کا کرتی ہیں تو میں اپنے بیٹے کو بھی اس کے پاس بھیج دوں گا ——— لیکن ان دونوں میں فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروق پر رحمت و رضوان کی برکھا برسائے ——— وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کی جان، عزت اور مال کا محافظ سمجھتے تھے ——— اسی لئے آپ نے لشکروں کے کمانڈروں کو حکم دے رکھا تھا کہ شادی شدہ افراد کو چار ماہ میں پندرہ دن کے لئے ان کے اہل و عیال کے پاس بھیج دیا کریں ——— تا کہ ان کی پاک دامنی محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا عمل اپنایا جا سکے۔

خلیفۂ وقت

اور ایک عام آدمی عدالت میں

مامون الرشید کے پاس ایک شخص حاضر ہوا ـــــ اس کے پاس ایک پرچہ تھا جس میں امیر المؤمنین کے ظلم کی شکایت کی گئی تھی ـــــ مامون کو تعجب ہوا کہ یہ شخص میرے ظلم کی شکایت کر رہا ہے اور مجھے اس کا علم ہی نہیں ہے ـــــ اس شخص سے پوچھا کہ میرا ظلم کیا ہے؟ ـــــ وہ کہنے لگا کہ امیر المؤمنین! کیا میں آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے بات کر رہا ہوں؟ ـــــ مامون اس کی بات سن کر حیران رہ گیا ـــــ کہنے لگا: تجھ پر کیا ظلم کیا گیا ہے؟ ـــــ کہنے لگا کہ:

آپ کے وکیل سعید نے مجھ سے تیس ہزار دینار کے جواہر خریدے ہیں۔

مامون نے کہا کہ:

اس نے تجھ سے جواہر خریدے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ـــــ تو میرے پاس میرے ظلم کی شکایت کرنے حاضر ہوا ہے۔

اس نے کہا:

جی ہاں! امیر المؤمنین! جب آپ کا اسے وکیل بنانا درست ہے تو زیادتی بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہوگی۔

مامون نے کہا:

ہوسکتا ہے سعید نے تم سے جواہر خریدے ہوں اور ان کی رقم ادا کر دی ہو ـــــ یا اس نے اپنے لئے جواہر خریدے ہوں ـــــ ان دونوں صورتوں میں تمہارا حق لازم نہیں آئے گا ـــــ اور میری طرف سے تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

مامون نے گمان کیا کہ اس کا ذمہ بری ہو گیا ہے اور ظلم کی شکایت بھی ختم ہو گئی ہے ——— اور معقول دلیل سے اسے لاجواب کر دیا ہے ——— لیکن وہ شخص مامون کی بات سے مطمئن نہیں ہوا ——— اور کہنے لگا:

امیر المؤمنین! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وصیت میں آیا ہے کہ گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور منکر کے ذمہ قسم ہے۔

مامون نے کہا:

تمہارے پاس گواہ نہیں ہیں ——— لہذا میرے ذمہ یہ ہے کہ میں تمہارے لئے قسم کھاؤں ——— اور اگر میں قسم کھاؤں تو میں سچا ہوں گا ——— کیونکہ مجھے علم نہیں ہے کہ تمہارا کوئی حق میرے ذمہ لازم ہے۔

اس شخص نے کہا:

مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو اس قاضی کے پاس بلاؤں جسے آپ نے رعایا کے لئے مقرر کیا ہے۔

مامون نے کہا: ٹھیک ہے ——— وہ اس بات پر راضی ہو گیا کہ ایک عام آدمی کے ساتھ قاضی کے سامنے حاضر ہو ——— اس نے نہ تو تکبر کیا اور نہ ہی عار محسوس کی ——— مامون نے کہا: میرے پاس قاضی یحییٰ ابن اکثم کو بلایا جائے ——— قاضی صاحب آ گئے تو مامون نے کہا: ہمارے درمیان فیصلہ کیجئے ——— قاضی نے کہا: مقدمے کا فیصلہ کرنا ہے؟ مامون نے کہا: ہاں ——— قاضی نے کہا:

آپ نے یہ مقدمہ مجلس قضا (عدالت) میں پیش نہیں کیا۔

مامون نے کہا:

میں یہ مقدمہ عدالت کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

مامون نے قاضی (جج) کے حکم کی تعمیل کی ——— لوگ مامون کو دیکھ رہے تھے

اور کہہ رہے تھے کہ خلیفہ کس طرح اس بات پر راضی ہوگا؟ کہ ایک بازاری آدمی کے ساتھ قاضی کے سامنے مقدمہ لڑے اور عوام دیکھ رہے ہوں ـــــ قاضی صرف اس صورت میں فیصلہ کرنے پر راضی ہوا کہ باقاعدہ عدالت لگے، لوگ دیکھ اور سن رہے ہوں اور خلیفۂ وقت ان کے درمیان موجود ہو ـــــ خلیفہ نے یہ مطالبہ بھی نہیں کیا کہ میرے اور مدعی کے درمیان بند کمرے میں فیصلہ کیا جائے ـــــ قاضی نے کہا کہ:

سب سے پہلے تو عوام الناس کو حاضر ہونے کی اجازت دی جائے تا کہ عدالتی مجلس کا ماحول قائم ہو۔

مامون نے کہا: عوام کو اجازت دے دو ـــــ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا اور عوام کو عدالت میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی گئی ـــــ پھر ظلم کی فریاد کرنے والے شخص کو بلایا گیا ـــــ قاضی نے اسے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ اور تم پر کیا ظلم کیا گیا ہے؟ ـــــ اس نے کہا:

میری گزارش ہے کہ آپ میرے فریق ثانی امیر المؤمنین مامون کو بلائیں۔

پیش کار نے اعلان کیا کہ امیر المؤمنین! تشریف لائیں ـــــ مامون آیا تو اس کے ساتھ اس کا غلام مصلاً اٹھائے ہوئے تھا ـــــ مامون قاضی یحیٰی کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا ـــــ قاضی بیٹھا رہا، شریعت اور فیصلے کے احترام کے پیش نظر کھڑا نہیں ہوا ـــــ غلام نے امیر المؤمنین کے بیٹھنے کے لئے مصلاً بچھا دیا ـــــ قاضی نے کہا:

امیر المؤمنین! آپ مدعی کے مقابل امتیازی نشست اختیار نہ کریں۔

مدعی کے لئے بھی مصلاً بچھا دیا گیا ـــــ تا کہ دونوں کی نشست برابر ہو۔

پھر قاضی نے اس شخص کے دعوے کی طرف توجہ کی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ مامون پر قسم آتی ہے ـــــ اس سے قسم کا مطالبہ کیا ـــــ مامون نے جبر واکراہ اور شرمندگی کے بغیر رضامندی سے قسم کھائی ـــــ لوگ دیکھ اور سن رہے تھے ـــــ اور ایک عام آدمی

کے سامنے خلیفہ کے قسم اٹھانے پر حیرت زدہ تھے ——— مامون کے قسم کھاتے ہی قاضی یحیٰی اچھل کر سیدھے کھڑے ہو گئے ——— مامون نے انہیں پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے کھڑا کیا ہے؟ قاضی نے جواب دیا:

''میں اللہ تعالیٰ کے حق میں مصروف تھا، وہ میں نے آپ سے لے لیا ہے ——— اب مجھے حق نہیں پہنچتا کہ آپ پر برتری کا اظہار کروں ——— امیر المومنین آپ کی اطاعت مجھ پر لازم ہے۔''

پھر مامون نے حکم دیا کہ جس مال کا اس شخص نے دعویٰ کیا ہے حاضر کیا جائے ——— اور اس شخص کو کہا کہ:

یہ مال لے لے ——— اللہ کی قسم! میری یہ عادت نہیں کہ میں جھوٹی قسم کھاؤں ——— میں نے یہ مال اس لئے دیا ہے تاکہ میرا دین اور میری دنیا برباد نہ ہو جائے ——— اللہ کی قسم! میں نے یہ مال تمہیں اس لئے دیا ہے کہ رعایا یہ گمان نہ کرے کہ میں نے یہ مال اقتدار اور سرکاری طاقت کی بنا پر تم سے لیا ہے۔

(عیون الاخبار، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھے تاریخ اسلام کے خلفاء اور حکام جو حق کی پیروی کے لئے اپنے آپ کو عدالت کے سامنے جھکا دیتے تھے ——— عدلیہ بھی خلفاء کا تقرب حاصل کرنے سے دور رہتی تھی اور چمک سے متاثر نہیں ہوتی تھی ——— اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان بابرکت طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی جن سے امت مسلمہ نے حیاتِ نو، عظمت رفتہ اور پائندہ وقار حاصل کیا ——— اور سلف صالحین میں ایسے قاضی (جج) پیدا فرمائے جنہوں نے نظامِ مصطفیٰ (ﷺ) کے احکام امیر و وزیر اور شاہ و گدا پر یکساں نافذ کئے ——— اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کی۔

علماء کی بے قدری

علماء کی بے قدری کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کے گھر والے، پڑوسی اور متعلقین ان کے مقام و مرتبہ سے بے خبر ہوتے ہیں —— اور ان کی وفات سے پہلے ان کی قدر و قیمت نہیں جانتے —— ہمارے ہاں مشرق میں یہ مصیبت مسلسل جاری رہتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی۔

امام ابو یوسف اکثر اوقات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے —— ان کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنی والدہ محترمہ کو مادہ دراز گوش پر سوار کر کے ایک قصہ گو واعظ عمر بن ذرّ کی مجلس میں لے جاتے تھے —— ان کی والدہ اس واعظ کے درس میں حاضر ہوتی تھیں —— اس کے علم کی معتقد تھیں لیکن امام ابوحنیفہ ﷺ اور ان کے علم کو وقعت نہیں دیتی تھیں —— امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ:

بعض اوقات میں انہیں عمر کی مجلس میں لے گیا —— بعض اوقات انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس واعظ کے پاس جاؤں اور اس سے ایک مسئلہ پوچھ کر آؤں —— میں اس کے پاس جاتا اور اس کے سامنے وہ مسئلہ پیش کرتا جو میری والدہ دریافت کرنا چاہتی تھیں —— میں اسے کہتا کہ میری والدہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہ مسئلہ آپ سے دریافت کروں۔

عمر تعجب کرتا اور کہتا کہ آپ یہ مسئلہ مجھ سے پوچھتے ہیں؟ حالانکہ آپ ہمارے استاذ اور امام ہیں۔

میں کہتا کہ میری والدہ نے مجھے یہی حکم دیا ہے —— وہ مجھے اتنی دھیمی آواز میں کہتا کہ میری والدہ نہ سن سکیں: آپ مجھے بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے؟ تاکہ میں سمجھ کر آپ کو

بتادوں ــــ میں اسے چپکے سے مسئلے کا جواب بتادیتا ــــ وہ بلند آواز میں مجھے جواب دیتا اور میں اپنی والدہ ماجدہ کو بتادیتا ــــ وہ میرے جواب پر نہیں بلکہ عمر کے جواب پر راضی ہوتی تھیں ــــ بعض اوقات امام ابوحنیفہ فتویٰ دیتے تو وہ اس پر مطمئن نہیں ہوتی تھیں، بلکہ کہتی تھیں کہ میں خود زُرعہ نامی واعظ کے پاس جاؤں گی ــــ چنانچہ امام ابوحنیفہ کو ساتھ لے کر ان کے پاس جاتیں ــــ امام اعظم ان سے وہ مسئلہ پوچھتے جو آپ کی والدہ پوچھنا چاہتی تھیں ــــ وہ کہتے:

استاذ گرامی! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں ــــ آپ فرمائیں کہ اس مسئلے کا جواب کیا ہے؟

آپ فرماتے کہ جواب یہ ہے ــــ واعظ زُرعہ امام ابوحنیفہ کی والدہ کو جواب دیتے تو وہ راضی ہو جاتیں ــــ امام ابوحنیفہ انہیں لے کر واپس آجاتے، ان کو پتا بھی نہیں چلتا تھا کہ یہ فتویٰ امام ابوحنیفہ نے دیا ہے۔

(الخیرات الحسان ــ حسن المحاضرۃ ــ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

عالم کا علم اگر خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ وہ صرف ان لوگوں کو اہمیت دے جو اس کی قدر و قیمت جانتے ہوں ــــ بہت سے متبحر علماء وہ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ہے ــــ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے ــــ اور اکثر لوگ انہیں پہچانتے نہیں ہیں (شیخ فرفور)

تبصرہ (۲)

اندازہ کیجئے کہ امام اعظم والدۂ ماجدہ کا کتنا احترام کرتے تھے؟ ــــ خود امام مجتہد اور اماموں کے امام تھے لیکن والدہ کے حکم سے سرتابی نہ کرتے اور ایک واعظ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے چلے جاتے۔۱۲ اشرف قادری

اے دنیا! تو مجھے دھوکہ دینا چاہتی ہے؟

تو مجھ ایسے کے لئے بناؤ سنگھار کرتی ہے؟

یہ کلمات حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے فرمائے ——— کہتے ہیں کہ ضرار بن ضمرہ کنانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے ——— امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

ضرار! میرے سامنے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔

ضرار کہنے لگے: امیر المؤمنین! آپ مجھے معاف نہیں رکھیں گے؟

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، تم ضرور کچھ بیان کرو ——— ضرار نے کہا:

اللہ کی قسم! ان کی انتہا بہت بعید تھی ——— ان کی قوتیں پورے عروج پر تھیں ——— وہ دوٹوک گفتگو کرتے تھے اور عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ کرتے تھے ——— علم ان کے اطراف سے پھوٹتا تھا ——— ان کے آس پاس سے حکمت و دانش کے چشمے پھوٹتے تھے ——— وہ دنیا اور اس کی زیب و زینت سے متنفر اور رات اور اس کی تاریکی سے مانوس تھے۔

اللہ کی قسم! ان کی آنکھیں اکثر اشکبار رہتی تھیں ——— اور وہ اکثر و بیشتر غور و فکر میں مصروف رہتے تھے ——— وہ اپنا ہاتھ الٹا کر دیا کرتے تھے ——— اور اپنے آپ کو مخاطب کیا کرتے تھے ——— انہیں چھوٹا کپڑا اور خشک روٹی پسند تھی۔

جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہمیں اپنے قریب کرتے تھے ——— اور جب انہیں بلاتے تو ہماری دعوت قبول فرماتے تھے ——— کمزور آدمی ان کے انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا ——— دینداروں کی تعظیم کرتے تھے ——— مسکینوں سے محبت فرماتے تھے ——— اور جب گفتگو کرتے تو ان کے الفاظ لڑی میں پروئے ہوئے موتی معلوم ہوتے تھے۔

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے انہیں بعض مواقع پر دیکھا ——— اس وقت رات نے اپنے پردے لٹکا رکھے تھے ——— ستارے

ڈوب چکے تھے ــــــ آپ اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے محراب میں کھڑے ہوئے تھے ــــــ ڈسے ہوئے شخص کی طرح تڑپ رہے تھے ــــــ اور غمزدہ شخص کی طرح رو رہے تھے ــــــ اپنے رب سے مناجات کرر ہے تھے اور کہہ رہے تھے:

اے ہمارے رب! اے ہمارے رب!

پھر دنیا کو مخاطب کر کے کہتے:

کیا تجھے مجھ سے غلط فہمی ہوئی ہے؟ کیا تو نے میرے لئے بناؤ سنگار کیا ہے؟ ــــــ یہ نہیں ہوسکتا، یہ نہیں ہوسکتا ــــــ اے دنیا کسی دوسرے کو دھوکہ دے ــــــ اے دنیا کسی دوسرے کو دھوکہ دے ــــــ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اور رجوع کی کوئی گنجائش نہیں ہے ــــــ تیری عمر بہت چھوٹی ہے ــــــ تیری مجلس حقیر ہے ــــــ تیرا خیال بہت ہی معمولی ہے ــــــ افسوس! افسوس! زادِراہ کم ہے، سفر بہت لمبا اور راستہ پُرخطر ہے۔

یہ گفتگو سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنسو ان کی داڑھی پر بہنے لگے ــــــ اور وہ اپنی آستین سے انہیں پونچھنے لگے ــــــ تمام حاضرین مجلس پر گریہ طاری ہوگیا ــــــ پھر امیر معاویہ نے پوچھا: اے ضرار! تمہیں ان کا غم کیسا لاحق ہے؟ ــــــ کہنے لگے:

اس عورت جیسا جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو ــــــ اس کے آنسو تھمتے ہیں اور نہ ہی اسے سکون ملتا ہے ــــــ پھر اٹھے اور باہر نکل گئے۔

(حیاۃ الصحابہ ــــــ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس کے احسان سے نیکیاں پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہیں۔

تبصرہ:

یہ ہے ایک صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل ــــــ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا اختلاف بھی تھا ــــــ ان کے ساتھ جنگ (جنگِ صِفّین) بھی ہوئی ــــــ اس کے باوجود ان کے فضائل و محاسن سننے کے خواہش مند بھی ہیں اور سن کر ان پر رقت بھی طاری ہو جاتی ہے۔ (شرف قادری)

ابتدا کی طرف رجوع

تمام تعریفیں ابتداء وانتہا میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں ـــــ اور صلوٰۃ وسلام اس ذات اقدس پر جسے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کا نجات دہندہ اور امام بنا کر بھیجا ـــــ ہمارے آقا، ہمارے نبی، ہمارے مقتدا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ، آپ کی آل پاک اور صحابۂ کرام پر ـــــ اور ان حضرات پر جو آپ کے راستے پر چلے اور اقوال وافعال اور احوال میں آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوئے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں کہ اس نے ہماری بصیرتوں کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ عبرتوں کے آئینوں میں گردش کریں ـــــ آثار کے مشاہدے سے گزرے ہوئے لوگوں کے احوال پر آگاہ ہوں ـــــ اور آسمانِ سیادت تک ترقی کرنے والوں اور اقوام عالم میں پہاڑ کے ابھرے ہوئے کونے کی حیثیت حاصل کرنے والوں کے فضائل پر مطلع ہوں ـــــ میری مراد اُمت مصطفےٰ ﷺ کی زندۂ جاوید، عظیم اور منتخب شخصیات ہیں ـــــ جنہیں یقین تھا کہ صرف اسلام ہی زندگی کی علامت اور نجات کا راستہ ہے ـــــ اور اسلام ہی سے انسانیت کی سعادت ہے ـــــ چنانچہ انہوں نے قول وفعل اور سفرِ زندگی کے گزارنے میں اسلام کو مضبوطی سے پکڑے رکھا ـــــ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہدایت حاصل کی:

> یہ میرا سیدھا راستہ ہے، تو اس پر چلو، دوسرے راستوں پر نہ چلو، وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے[1]

وہ صراطِ مستقیم پر چلے ـــــ نفسانی خواہشات کو نظر انداز کیا ـــــ مضبوط اور ناقابل شکست کنڈے کو پکڑا ـــــ اس طرح وہ جاہلیت کی گمراہی، عصبیت کی آگ اور

---

[1] سورۂ انعام: ۱۵۳/۶

مادیت پرستی کی کیچڑ سے پاک ہو گئے ـــــ انہوں نے روحانیت کے آسمان میں حلقے بنائے، شاندار مثالیں قائم کیں ـــــ دنیا بھر کے استاذ اور اقوامِ عالم کے لئے راہنما بن گئے۔

اس جگہ مشہور عالم شاعر فرزوق کا شعر مناسب حال ہے:

اُولٰـئِکَ آبَـائِـیْ فَـجِـئْـنِـیْ بِمِثْلِهِمْ

اِذَا جَـمَـعَـتْـنَـا یَـا جَـرِیْـرُ الْـمَـجَـامِعُ

یہ ہمارے آباء ہیں، ان کی مثال پیش کرو ـــــ اے جریرا جب ہمیں مجلسیں جمع کریں۔

انہوں نے قلعوں کے فتح کرنے سے پہلے دلوں کو فتح کیا ـــــ تخت و تاج کے جھک جانے سے پہلے روحیں ان کے سامنے سرنگوں ہو گئیں ـــــ انہوں نے الٰہی انصاف اور نبوی ہدایت کی بدولت زمین کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک حکومت کی ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ عزت عطا فرمائی جو ان سے پہلے کسی بادشاہ کو عطا نہیں کی ـــــ اور ان کے بعد بھی شاید ہی کسی کو ملے ـــــ یہاں تک کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد کی جامع مسجد کے منبر پر بیٹھے ہوئے فضا میں رواں دواں بادل کو مخاطب کرتے ہوئے ایسی بات کہی جو تاریخ کے سینے میں محفوظ ہے:

تو چاہے جہاں بھی جا کر برس، تیرا اخراج تو میرے دارالخلافہ کے خزانے میں ہی آئے گا۔

ہمارے رب کریم نے سچ فرمایا ہے:

اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے، اور انہوں نے نیک کام کئے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلافت عطا کرے گا ـــــ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی ـــــ اور ان کے لئے ان کے دین کو

ضرور قوت عطا فرمائے گا، جو ان کے لئے پسند فرمایا ——— اور ان کی حالت کو خوف کے بعد ضرور امن سے بدل دے گا۔[2]

حمد و ثنا کے بعد!

اللہ تعالیٰ نے جو "سدا بہار خوشبوئیں" جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ اس کا آخری حصہ ہے ——— تاریخ اسلام کے اکابر اور زندۂ جاوید شخصیات کی سیرتوں پر مشتمل یہ منتخب صفحات ہیں جو میں نے گزشتہ تحریرات کے ساتھ جمع کر دیئے ہیں[3] ——— تاکہ یہ مجموعہ اس امت کی عزت و عظمت اور فضیلت کا دلکش ہار بن جائے ——— ان واقعات کو جمع کرنے اور بیان کرنے سے میرا مقصد ہمتوں کو ابھارنا اور روحوں کو عظمت و بلندی کی طرف مائل پرواز کرنا ہے ——— تاکہ بعد والے اگلوں کی سیرتیں اپنائیں ——— پوتے اپنے آباء و اجداد کے نقشِ قدم پر چلیں ——— اور عزت و بزرگی کی ایک مسلسل زنجیر بن جائے ——— کیونکہ اس امت کے آخری حصے کے سنورنے کا ذریعہ وہی ہے جس سے اس کا پہلا حصہ سنوار تھا۔

وَمَا نَحْنُ اِلَّا مِثْلُهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ
مَضَوْا قَبْلَنَا قِدْمًا وَّنَحْنُ عَلَى الْاَثَرْ

"ہم بھی ان جیسے ہیں، لیکن وہ ہم سے پہلے گزر گئے اور ہم ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔"

---

[2] سورۂ نور: ۲۴/۵۵

[3] حضرت مصنف اس سے پہلے اسی قسم کی دو کتابیں لکھ چکے ہیں:

☆ من نفحات الخلود، اس کا اردو ترجمہ راقم کے قلم سے "زندہ جاوید خوشبوئیں" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

☆ من نسمات الخلود، اس کا ترجمہ راقم نے بریڈفورڈ، انگلینڈ میں پیر سید معروف حسین مدظلہ العالی کے ہاں قیام کے دوران (اگست تا دسمبر ۲۰۰۱ء) کیا۔ فالحمد للہ تعالی علی ذلک۔ ۱۲ شرف قادری

تاریخ زمانے کا آئینہ ہے ـــــــ بعض اوقات تاریخ عزم و ہمت اور نصیحت و حکمت کا فائدہ دیتی ہے ـــــــ ارشادِ ربانی ہے: اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے تمام باتیں آپ کو بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے ہم آپ کے دل کو قوت عطا کرتے ہیں۔[۴۲]

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو بات کو سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں ـــــــ ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما ـــــــ اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

جنتیوں کا جنت میں یہ دعویٰ ہوگا کہ اے اللہ! تو پاک ہے ـــ اور جنت میں ان کا تحفہ سلام ہوگا ـــ ہمارا آخری دعویٰ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ، آپ کی آل پاک، صحابۂ کرام اور پیروکاروں پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے فقیر

محمد صالح فرفور

نے تحریر کیا

---

[۴۲]۔ سورۂ ہود: ۱۲۰/۱۱

الحمد للہ تعالیٰ آج ۱۱ رصفر المظفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۶ رمئی ۲۰۰۰ء کو بوقت عصر ''من رشحات الخلود'' کا ترجمہ ''سدا بہار خوشبوئیں'' کے نام سے مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ اور عوام و خواص اور علماء کے لئے فائدہ مند بنائے۔ آمین!

ضمیمہ

مامون الرشید کے دربار میں
صاعقۂ حق کی گرج

کتنی عجیب بات ہے کہ اس مجاہد اسلام کا نام کہیں دیکھنے سننے کو نہیں ملتا جس نے اپنی حق گوئی سے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

جامع مسجد رُصافہ، بغداد میں لوگ نماز جمعہ پڑھ کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک شخص پہلی صف میں کھڑا ہو گیا——— وہ شخص صورت اور لباس سے مکہ معظمہ کا باشندہ معلوم ہو رہا تھا——— اس کا نوعمر بیٹا ستون کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا——— نو وارد نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

بیٹے! تو قرآن کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

بیٹے نے بلند آواز میں جواب دیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔

اس سوال و جواب کی ایک ہی صدا نے پوری مسجد میں تہلکہ مچا دیا——— یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بہت ہی طاقت ور بم پھٹا ہو یا بجلی گری ہو——— نمازی اس بات سے خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی آنے والی مصیبت کی زد میں آ جائیں——— دیکھتے ہی دیکھتے مسجد خالی ہو گئی۔

مامون الرشید کی شخصیت متضاد صفات کا عجیب مجموعہ تھی——— ایک طرف وہ علوم اسلامیہ اور فنونِ عربیہ کا ماہر تھا اور علم و حکمت کا عاشق——— وہ حریت فکر کا حامی تھا——— اس کے دور میں الحاد آزاد تھا، ثنویت پر کوئی پابندی نہ تھی——— یونان اور ایران کے جن ملحدانہ مذاہب کو کہیں پناہ نہ ملتی تھی وہ بغداد کے گلی کوچوں میں پرورش پا رہے تھے

——— لیکن دوسری طرف اسلام کے اندرونی اختلافات و مذاہب کے بارے میں اس کا رویہ بڑا جابرانہ تھا——— قرآن پاک مخلوق ہے یا نہیں؟——— اس مسئلے نے تیسری صدی ہجری میں علماء حق کے لئے بڑی نازک صورت حال پیدا کردی تھی——— علماء اہل سنت کا موقف یہ تھا کہ کلام دو ہیں ایک لفظی جو پڑھنے میں آتا ہے، یہ بے شک حادث اور مخلوق ہے——— دوسرا کلام نفسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدیم صفت ہے اور مخلوق نہیں——— ان کے نزدیک کلام نفسی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے، پورا قرآن پاک اس کی تعبیر ہے——— معتزلہ اس کلام کو نہیں مانتے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے——— اسی لئے وہ پورے شدومد کے ساتھ قرآن پاک کو مخلوق اور حادث قرار دیتے ہیں——— مامون الرشید نے بھی معتزلہ کا مذہب قبول کرلیا تھا——— صرف قبول ہی نہیں کیا تھا بلکہ اسے بزور شمشیر علماء اسلام سے منوانا بھی چاہتا تھا۔

مامون الرشید نے ۲۱۲ھ میں سرکاری طور پر اعلان کیا کہ قرآن مخلوق ہے——— ۲۱۸ھ میں اس نے فیصلہ کیا کہ بزور تلوار یہ عقیدہ مسلمانوں پر مسلط کیا جائے——— چنانچہ اسی سال بغداد کے گورنر کے نام فرمان بھیجا گیا کہ تمام علمائے شہر کو طلب کرو جو لوگ ''خلق قرآن'' کا اقرار کرلیں انہیں چھوڑ دو اور جو انکار کریں ان کی اطلاع دو——— دوسرا فرمان یہ بھیجا کہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بشیر بن ولید کندی اور ابراہیم بن مہدی اگر انکار کریں تو انہیں قتل کردو——— دوسرے علماء انکار کریں تو انہیں قید کردو——— یہ دونوں علماء دباؤ برداشت نہ کرسکے اور انہوں نے ''خلق قرآن'' کا اقرار کرکے اپنی جان بچالی ——— مامون اپنے بھائی امین الرشید کو جیل کی کوٹھری میں قتل کرا سکتا تھا تو اختلاف کرنے والے علماء پر جبر و تشدد سے اسے کون روک سکتا تھا؟——— تاہم اللہ کی زمین کی اس دھرتی پر ایسے علمائے حق بھی موجود تھے جن کے پاؤں میں اس کی حکومت کی پوری قوت بھی لغزش نہیں لاسکتی تھی——— ایسے علماء حق کے مقتدا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ تھے

جنہوں نے برسرِعام کوڑے کھانا منظور کرلیا، مگر مسلک اہل سنت و جماعت سے منحرف ہونے کے لیے تیار نہ ہوئے —— کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ فقہائے کرام نے فقہ مرتب کرتے وقت مزاج شاہی کو ملحوظ رکھا تھا —— اگر ایسا ہوتا تو امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کو کوڑے نہ لگائے جاتے اور امام شافعی کے قتل کا فیصلہ نہ کیا جاتا۔

بغداد کی سب سے بڑی مسجد ''جامع رصافہ'' تھی، اس کا صحن ہمیشہ علمائے امت کے درس اور مواعظ کی مجلسوں سے پُر رہتا تھا —— مامون نے حکم دیا کہ وہاں معتزلہ کے پیشوا بشر مریسی[1] اور محمد بن جہم کے علاوہ کوئی عالم درس نہ دے —— مسئلہ ''خلق قرآن'' کے بارے میں ان کا فیصلہ حرف آخر تھا —— اُن کی مخالفت میں جو عالم ایک لفظ بھی منہ

---

[1] جب بشر بن غیاث مریسی (سرگروہ معتزلہ) فوت ہوا تو اس کے جنازہ میں شرکت کے لئے سوائے عبید شونیزی کے اور کوئی حاضر نہیں ہوا۔ جب وہ جنازہ سے واپس آئے تو علماء اہل سنت و جماعت نے انہیں ڈانٹ پلائی کہ او دشمن خدا! تو مسلک اہل سنت کا دعویدار ہے اس کے باوجود تو مریسی کے جنازے پر حاضر ہوا ہے؟ اس نے کہا: مجھے بات کرنے کی اجازت دیں، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے جس قدر مریسی کے جنازے پر حاضر ہونے کے ثواب کی توقع ہے اتنے ثواب کی کسی جنازے پر حاضر ہونے کی توقع نہیں ہے۔

جب مریسی کی میت جنازے کی جگہ پر رکھی گئی تو میں نے دعا کی:

- اے اللہ! تیرا یہ بندہ آخرت میں تیرے دیدار پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اے اللہ! جب مومن تیرے دیدار سے مشرف ہوں تو اسے اپنے وجہ کریم کی زیارت سے محروم کردینا۔
- اے اللہ! تیرا یہ بندہ عذاب قبر پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ یا اللہ! اسے آج قبر میں وہ عذاب دے جو تو نے دنیا بھر میں کسی کو نہیں دیا۔
- اے اللہ! تیرا یہ بندہ اعمال کے تولنے والے ترازو کا انکار کرتا تھا، اے اللہ! قیامت کے دن اس کے اعمال کا پلڑا ہلکا کردے۔
- اے اللہ! تیرا یہ بندہ شفاعت کا انکار کرتا تھا، یا اللہ! قیامت کے دن پوری مخلوق میں سے کسی کی شفاعت اس کے حق میں قبول نہ فرما۔

تمام علماء بے ساختہ ہنس پڑے اور خاموش ہوگئے۔[1]

نوٹ:۔ یہ واقعہ امام ابوشامہ شہاب الدین ابومحمد شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''ضوء الساری الی معرفۃ رؤیۃ الباری'' (صفحہ نمبر ۲۰۴) میں بیان کیا۔ یہ کتاب دار الصحوۃ، قاہرہ سے چھپی ہوئی ہے۔ (محمد عبدالحکیم شرف قادری)

[1] حافظ ابوبکر احمد بن علی، خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۶۶/۷

سے نکالتا پولیس اسے گرفتار کر کے ان کے سامنے پیش کر دیتی ——— وہ جو فیصلہ کر دیتے اس پر فوری عمل کیا جاتا ——— بہت سے علماء بظاہر ان کے ہم نوا ہو گئے ——— بہت سے ہجرت کر گئے ——— کئی علماء گھروں میں اس طرح گوشہ نشین ہو گئے کہ جمعہ و جماعت سے بھی محروم ہو گئے۔

محدثِ عصر شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی رحمہ اللہ تعالیٰ مکہ معظمہ کے نامور عالم تھے ——— انہوں نے اس فتنے کا حال سنا تو غیرتِ حق کے جوش میں بے چین ہو گئے ——— اور فیصلہ کیا کہ اس فتنے کے سدِ باب کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے ——— شیخ تن تنہا اپنے بیٹے کے ساتھ مکۂ معظمہ سے روانہ ہوئے اور بغداد پہنچ گئے ——— وہاں جا کر انہیں اندازہ ہوا کہ حالات اس سے کہیں زیادہ خراب ہیں جتنے انہوں نے سنے تھے ——— اب سوال یہ تھا کہ مامون کے دربار میں کس طرح پہنچا جائے؟ ——— اس کے لئے انہوں نے وہ راستہ اختیار کیا جس کا ابتدا میں ذکر ہوا ——— چشم زدن میں مسجد رصافہ نمازیوں سے خالی ہو گئی اور پولیس نے گھیراؤ کر کے شیخ کو گرفتار کر لیا۔

اس پر خطر ماحول میں اس ایک صدا کا بلند کرنا وہ جہادِ اعظم تھا جس کے آگے ہزار سال کی شب بیداری اور اتنے دنوں کے روزے ہیچ ہیں ——— اس لئے کہ غیر شرعی جبر و استبداد سے کلمۂ حق کہنا ممنوع قرار دیا گیا تھا ——— زبانوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے تھے ——— اس وقت ہر مسلمان پر فرض ہو گیا تھا کہ وہ پرچم حق بلند کرے ——— اور انسانی جبر کو توڑ کر اللہ تعالیٰ کی وفاداری کا اعلان کرے ——— کیونکہ یہی مدعائے توحید ہے ——— یہ فرض کفایہ محدث کنانی نے ڈنکے کی چوٹ پر ادا کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس وقت بغداد کا کمشنر عمرو بن مسعدہ تھا ——— وہ انہیں ہیڈ کوارٹر لے گیا ——— اس نے انکوائری کرتے ہوئے پوچھا کہ آج تم نے مسجد میں جو کچھ کیا ہے اس کا مقصد کیا

ہے؟ ------ شیخ نے کہا: اللہ کا قرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ------ اس کے علاوہ امیر المؤمنین کے دربار میں پہنچ کر مدعیانِ ''خلق قرآن'' سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں ------ ابن مسعدہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کا یہی مقصد ہے ------ جب اسے یقین آ گیا کہ واقعی شیخ کا یہی مقصد ہے تو وہ ایوان خلافت میں گیا ------ اور واپس آ کر بتایا کہ میں نے تمہارا حال امیر المؤمنین کی خدمت میں عرض کر دیا ہے ------ انہوں نے پیر کا دن مناظرہ کے لئے مقرر کیا ہے ------ امیر المؤمنین خود بنفس نفیس اس میں شریک ہوں گے۔

بغداد کے جبر و تشدد سے معمور ماحول میں جہاں بڑے بڑے دلاوروں کے پتے پانی ہو رہے تھے ------ ایک عالم کا مکہ معظمہ سے بغداد آ کر چیلنج کرنا کہ میں ''خلقِ قرآن'' کے قائلین سے اور وہ بھی مامون کے دربار میں مناظرہ کروں گا، اس بات کی دلیل تھا کہ وہ عالم بڑا متبحر فاضل بھی ہے اور نڈر بھی ------ یہی سوچ کر مامون نے پورے جاہ و جلال کے ساتھ دربار شاہی منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ------ اور پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ کو حکم دیا کہ شیخ کو قصر خلافت کے گیٹ پر بٹھائے رکھیں تا کہ تمام آنے والوں کو جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھ لیں ------ اور انہیں اندازہ ہو جائے کہ کیسے پُر ہیبت دربار میں مناظرہ کرنا پڑے گا۔

سب سے پہلے بنو ہاشم گزرے جن کے عماموں اور قباؤں کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی ------ پھر دار الخلافہ کے علماء و فُضلا گزرے جن کے ساتھ غلاموں اور خادموں کی فوج ظفر موج تھی ------ علماء میں سب سے پہلے بشر مریسی گزرا جو فرقۂ معتزلہ کا رئیس شمار کیا جاتا تھا ------ اس کے بعد دوسرے علماء کی ایک قطار تھی ------ ان کے بعد وزراء اور ارکانِ سلطنت تھے ------ ان کے بعد فوجی افسران تھے جو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ آ رہے تھے ------ وہ تیر و تفنگ اور شمشیر و سناں کی نمائش کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا اہتمام صرف شیخ کو مرعوب کرنے کے لیے ہی

نہیں تھا—— بلکہ اس لئے بھی تھا کہ کہیں رعایا میں مخالفانہ جوش نہ پیدا ہو جائے——
اللہ اکبر! مامونِ اعظم کی حکومت جو شاہِ روم کو "روم کا کتا" کہہ کر پکارتی تھی، ایک عالمِ ربانی کے نعرۂ حق سے اس طرح لرز اٹھی کہ گھبرا کر فوجوں اور ان کے اسلحہ کی نمائش ضروری سمجھی گئی—— کہیں ایسا نہ ہو کہ رعایا کے دل سے میری ہیبت ہی نکل جائے—— یہ اس شیخ کے ایمان کی قوت اور تعلق باللہ کی ہیبت تھی کہ جس مامون سے شاہِ روم اور شاہِ فرانس ڈرتا تھا وہ ایک غریب الوطن اور یکہ و تنہا عالم سے خوف زدہ ہو گیا تھا—— اور مصنوعی کر و فر سے اسے مرعوب کرنا چاہتا تھا۔

بالآخر جب تمام شرکاء مجلس مناظرہ آ چکے تو شیخ عبدالعزیز کو بھی طلب کیا گیا—
انہوں نے ایک کے بعد دوسری دہلیز طے کی، اسی طرح متعدد دہلیزیں طے کیں—— پھر محلات خلافت کا سلسلہ شروع ہوا، ہر محل شاہی ساز و سامان سے سجا ہوا تھا—— ایوانِ دربار میں پہنچنے سے پہلے شیخ کو کہا گیا کہ آپ چاہیں تو دو رکعت نفل پڑھ لیں—— شیخ نے دو نفل پڑھے—— آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انہوں نے کس حال میں پڑھے ہوں گے؟ —— انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں ضرور عرض کیا ہوگا کہ بار الٰہا! یہ سب مخلوق ایک طرف اور تیرے دین کے برحق مسئلے کی حمایت کے لئے میں تن تنہا ایک طرف——. تو ہی مجھے ہمت و قوت اور کامیابی عطا فرما۔

اب پردہ اٹھا اور اس وقت روئے زمین کا سب سے بڑا شہنشاہ (مامون اعظم) ان کے سامنے تھا—— لباسوں اور ہتھیاروں کی سج دھج اور چمک دمک دیکھ کر یہ بہت مشکل تھا کہ ایک غریب الوطن متاثر نہ ہوتا—— پھر دربانوں اور حاجبوں کو معلوم تھا کہ یہ شخص شاہی معتوب ہے، اس لئے انہوں نے اہانت آمیز سلوک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا—— کسی نے گردن سے پکڑا، کسی نے بازو پکڑا اور کوئی پشت پر ہاتھ

رکھ کر دھکیل رہا تھا ـــــ مامون نے دیکھا تو اس نے حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دو ـــــ تب کہیں ان کی خلاصی ہوئی۔

مامون نے انہیں اپنے قریب بلایا ـــــ ان کے نام، ولدیت، خاندان وغیرہ کے بارے میں سوالات کئے ـــــ پھر کہنے لگا: تمہارا بغداد میں آنا، جامع رصافہ میں کھڑے ہو کر میرے حکم دینی کو توڑنا اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرنا اور مناظرہ کی خواہش کرنا یہ سب حالات میں نے سنے ہیں ـــــ اسی لئے آج میں نے علماء کو بلایا ہے، تا کہ اس مسئلے پر مناظرہ ہو جائے۔

شیخ کہتے ہیں کہ ابھی تک دربار شاہی کی ہیبت میرے دل پر باقی تھی ـــــ لیکن جونہی مامون نے کہا کہ تم خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرتے ہو، تو تمام دہشت کافور ہو گئی ـــــ اور میں دو بدو جواب دینے اور امر بالمعروف کا فریضہ ادا کرنے کے لئے پوری مستعدی کے ساتھ تیار ہو گیا۔

مامون کی گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ شیخ کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح دربار میں گونجی ـــــ درباری انہیں ٹوکتے رہے لیکن انہوں نے کسی کی پروا نہیں کی ـــــ حمد و ثنا کے بعد پوری بے باکی کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا ـــــ اور مامون کو اس طرح مخاطب کیا جیسے وہ ایک معمولی انسان ہو۔

انہوں نے فرمایا:

امیر المؤمنین! میں ایک فقیر الحال طالب علم ہوں ـــــ اپنے وطن اور خانۂ خدا کے مقدس پڑوس میں تھا کہ میں نے خلیفۂ وقت کے مظالم و جبر کی دردانگیز سرگزشت سنی ـــــ مجھے معلوم ہوا کہ حق مظلوم ہو گیا ہے ـــــ سنت کی روشنی بجھ گئی ہے ـــــ بدعت کی آندھیاں زور شور سے چل رہی ہیں ـــــ حق کہنا جرم ہو گیا ہے ـــــ اور

باطل پرستی کے صلہ میں جاہ وعزت سے نوازا جارہا ہے۔

جس چیز کا اقرار اللہ تعالیٰ نے امت مرحومہ سے نہیں کرایا ——— جس کی گواہی اس کے رسولوں نے نہیں دی ——— جس کا اعلان خلفائے راشدین نے نہیں کیا جن کی خلافت طریق نبوت پر تھی ——— اور جس کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کی زبان کو بھی حرکت نہیں ہوئی ——— اس کے اقرار کو آج ایک انسان ہر فرد کے لئے لازم قرار دے رہا ہے ——— جو ہارون الرشید کے گھر پیدا ہوا اور وہ ہادی کا بیٹا تھا ——— اس نے نہ تو تابعین کو پایا، نہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی زیارت کی ——— نہ عہد نبوت کی برکتوں میں اس کا کوئی حصہ ہے ——— اس کے باوجود وہ شریعت الٰہی کے اس مخفی راز کو جانتا ہے، جس کو تابعین نے کفر نہ جانا، اگرچہ وہ دنیا سے مومن گئے ——— صحابہ نے کفر نہ جانا، اگرچہ کفر کی چھینٹ بھی ان پر نہ پڑی ——— رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے کچھ نہ کہا، حالانکہ آپ صاحب وحی رسالت تھے۔

مجمع پر سناٹا چھایا ہوا تھا ——— بڑے بڑے طرّوں اور شملوں والے، فوجی کمانڈر، امراء، روسا، علماء یہاں تک کہ خود مامون سب ہی دم بخود تھے ——— کسی کو اس سیلِ رواں کے روکنے کا ہوش نہ تھا ——— حد یہ کہ مامون کا اس حقارت کے ساتھ ذکر کرنے کے باوجود خادموں اور دربانوں کی تلواریں اور نیزے تو کیا زبانیں بھی حرکت میں نہ آسکیں ——— یوں معلوم ہوتا تھا کہ وقت کا حکمران مامون نہیں عبدالعزیز ہے۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥

شیخ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

آہ تم ہوا کا وہ جھونکا ہو جس سے شریعت کی آگ تو روشن نہ ہوسکی، مگر اس نے سنت کے چراغوں کو گل کر دیا ——— تم سیلاب خلافت کی وہ رَو ہو جو بدعتوں کی خس و

خاشاک کوتو نہ بہاسکی، مگر اس نے حق پرستی کے تناور درختوں کو گرادیا —— تم اس وقت رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہونے کا نہیں بلکہ حق مرسالت کے دعویدار ہو گئے ہو —— رسول اللہ ﷺ نے امت سے کبھی یہ اقرار نہیں کروایا کہ کلام اللہ مخلوق ہے —— مگر تمہارے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ اس باطل کلمہ پر ایمان نہ لائے —— رسول اللہ ﷺ نے ذمیوں کو امان دی تھی، مگر تمہاری خلافت میں مسلمانوں کے لئے بھی امان نہیں ہے۔

مامون! اللہ سے ڈر —— اس کے عذاب کی پکڑ سے کانپ، جس میں ڈھیل تو بہت ہے مگر اس سے چھٹکارا نہیں —— وہ زمین کے ائمہ اور خلفاء کو تلوار بخشتا ہے تو ان سے چھین بھی لیتا ہے —— تم سے پہلے دمشق کے ائمۂ جور نے مسلمانوں کا خون مباح کیا —— مگر تمہارے ہاتھوں ان کا خون بھی مباح ہو گیا —— ایسا نہ ہو کہ تمہارا خون بھی کسی کے ہاتھوں مباح ہو جائے —— تم ان کے تخت کے وارث بنے ہو، مگر ان کے ظلم وستم کے وارث نہ بنو۔

شیخ عبدالعزیز کی تقریر کا دوسرا حصہ:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شیخ کے جوش وخروش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا —— پورے مجمع پر سناٹا چھایا ہوا تھا —— اگر یہ نصرت خداوندی اور تائید روح القدس نہیں تھی تو کیا تھا؟ —— یہ منظر ہی فتح حق کا نظارہ پیش کر رہا تھا —— اور یہ شیخ کی پہلی فتح تھی —— اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ خود نہیں آئے تھے بلکہ بھیجے گئے تھے —— شیخ نے کتاب وسنت کی روشنی میں بتایا کہ مسلمانوں کا امیر کیسا ہونا چاہیے؟ —— اور خلفائے عباسیہ بالخصوص مامون الرشید کے اعمال کیسے ہیں؟ —— اپنے مشائخ کے حوالے سے چند احادیث بھی بیان کیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ خلفائے راشدین کے

بعد فتنے پیدا ہوں گے ـــــ اور نئے نئے عقائد سامنے لا کر مسلمانوں کو کتاب وسنت کی راہ سے دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے بارے میں ہم سے صرف یہی اقرار طلب کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا کلام ہے، جو روح الامین نے اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کے قلب پر اتارا ـــــ اس نے ہم سے کہیں یہ مطالبہ نہیں کیا کہ تم قرآن کو مخلوق کہو ـــــ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام نے کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ قرآن کو مخلوق مانو ـــــ پس اے امیر المؤمنین! تجھ کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ تو امت مسلمہ کے لئے رحمت کی بجائے عذاب بننا چاہتا ہے ـــــ اور جب تک کوئی شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے تیری تلوار سے نجات نہیں پا سکتا ـــــ واللہ! یہ بدعتوں اور فتنوں کا وہی سیلاب ہے جس کے امنڈنے کی ہمیں خبر دی گئی تھی ـــــ جس سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ہمیشہ بے زاری کا اظہار کیا تھا ـــــ اور بدعتیوں کا یہ گروہ جو تیرے گرد جمع ہو گیا ہے اور تجھ کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا رہا ہے کیا تیری نظر میں ان کی دلیلوں کی اس سے زیادہ وقعت ہے؟ جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابۂ کرام کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے ـــــ اگر توحید اور عدل یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفتوں کا انکار کئے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، تو کیا وہ سب کے سب مومن نہ تھے جو اگر مومن نہ تھے تو خود ہمارا ایمان باقی نہیں رہتا۔

پھر انہوں نے جہم بن صفوان کا نام لے کر تذکرہ کیا جس نے خلقِ قرآن اور نفی صفات کی بدعت ایجاد کی تھی ـــــ اور اپنی سند سے بیان کیا کہ بعض صحابۂ کرام جو اس وقت موجود تھے انہوں نے کس طرح اس قول پر ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

پھر فرمایا:

صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض تھا جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ——— اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے یہ فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ——— اگر یہ حق ہے جو کچھ میں نے کہا تو اس کی تصدیق کرو اور ان مفسدوں کا ساتھ چھوڑ دو جو توحید کے نام پر شرک اور گمراہی پھیلا رہے ہیں ——— اگر یہ حق نہیں ہے تو میں سنتِ ابراہیمی کے مطابق تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب وسنت سے اس کے بطلان پر دلیل پیش کرو ——— امیر المؤمنین! ایک سنت ان لوگوں کی بھی ہے جنہوں نے دلیل و برہان سے عاجز آ کر کہا تھا:

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ

ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اس طرح اپنے معبودوں کی امداد کرو

پس اگر تم دلیل وحجت کی جگہ ظلم اور تشدد کا راستہ اختیار کرو گے تو یاد رکھو کہ یہ ملت ابراہیمی کی سنت نہیں ہوگی، بلکہ ملت نمرودی کا اتباع ہوگا ——— اس کے باوجود تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار اس کے لئے تیار ہیں، ورنہ میں یہاں حاضر نہ ہوتا ——— ہر چہ باداباد۔

امیر المؤمنین! تم نے کہا ہے کہ میری خواہشِ مناظرہ پوری کرنے کے لئے آج کی مجلس منعقد ہوئی ہے ——— لیکن دربار میں آتے ہی جو آواز میرے کانوں میں پڑی وہ یہ تھی۔ "قَبَّحَ اللّٰهُ وَجْهَكَ" اللہ تعالیٰ نے تیرا چہرہ کتنا بدصورت بنایا ہے ——— اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کا مبلغِ علم کیا ہے؟ ——— امیر المؤمنین! تیرے دربار میں جو نقش ونگار بنے ہوئے ہیں اگر بدنما ہوتے تو تو ان کو ملامت کرتا یا ان کے بنانے والے کو؟ ——— ان لوگوں نے میرے چہرے کو بدصورت کہہ کر اللہ تعالیٰ کی صناعی پر اعتراض کیا ہے اور اس کی صنعت کو ذلیل ٹھہرایا ہے ——— کیا یہی توحید؟ جو کلامِ الٰہی کو مخلوق مانے

بغیر مکمل نہیں ہو سکتی ـــــ حضرت یوسف علیہ السلام پیکر جمال بھی تھے اور صاحب علم بھی ـــــ انہوں نے بادشاہِ مصر کو فرمایا تھا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو کیونکہ اِنّـی حَـفِـیـظٌ عَـلِـیـمٌ میں امین بھی ہوں اور صاحب علم بھی ـــــ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ میں حسین ہوں اس لئے مجھے وزیر خزانہ بنا دو ـــــ مقصد یہ تھا کہ مناظرہ علم کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ حسن و جمال کی بنیاد پر۔

مامون نے یہ طویل گفتگو پورے اطمینان بلکہ محویت سے سنی ـــــ فریق مخالف یہ دیکھ کر انگاروں پر لوٹ رہا تھا اور ہلکان ہوئے جا رہا تھا کہ مامون جو مسئلہ ''خلقِ قرآن'' پر مخالفین کے لئے قتل یا قید کے علاوہ کچھ نہ رکھتا تھا اس وقت وہ بت بنا ہوا شیخ کی تقریر سن رہا ہے ـــــ شیخ کی تقریر کے بعد مامون کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا:

عبدالعزیز! اللہ تجھ پر رحم کرے تو نے جو کچھ کہا میں نے سنا ـــــ اور جن چیزوں کو تو نے میری طرف منسوب کیا ہے الحمد للہ! میں ان سے بَری ہوں ـــــ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا ـــــ بلکہ ان کو حق اور توحید کی طرف بلاتا ہوں ـــــ مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے کہ تو حق کے لئے غیرت رکھتا ہے ـــــ اسی لئے تو بے باک ہے ـــــ تیری حمیتِ حق اس بات کی مستحق ہے کہ تیری عزت کی جائے ـــــ اگر تیرے پاس حجتِ ابراہیمی ہے تو اسے پیش کر ـــــ جب تک تو قرآن کو مخلوق ثابت کرنے والے قرآنی اور عقلی دلائل کا جواب پیش نہیں کر دیتا اس وقت تک تجھے حجتِ ابراہیمی کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

آغاز مناظرہ:

مامون نے اشارہ دے دیا تھا کہ رئیس معتزلہ بشر مریسی دلیل پیش کرے گا ـــــ اور شیخ اس کا جواب دے گا ـــــ مناظرہ شروع ہوا، بشر یکے بعد دیگرے قرآن پاک کی آیات پیش کرتا رہا ـــــ شیخ قرآن پاک ہی کی آیات سے جواب دیتے رہے اور یہ

ثابت کرتے رہے کہ ان آیات کا ''خلقِ قرآن'' سے کوئی تعلق نہیں ہے ـــــ مامون کا یہ حال تھا کہ کبھی بشر کے استدلال کی داد دیتا اور کبھی شیخ کے حسن جواب پر خوشی کا اظہار کرتا۔

اچانک بشر نے کہا کہ میں اپنے تمام دلائل چھوڑتا ہوں ـــــ آپ صرف ایک سوال کا جواب دے دیں ـــــ ابھی تمام بحث کا فیصلہ ہو جائے گا ـــــ سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے بارے میں ''خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ'' فرمایا ہے یا نہیں؟ ـــــ شیخ نے کہا: بے شک فرمایا ہے ـــــ بشر نے کہا: اب آپ یہ بھی بتا دیں کہ قرآن شے ہے یا نہیں؟ ـــــ شیخ نے کہا: پہلے یہ سن لو کہ ''شے'' کی حقیقت کیا ہے؟ ـــــ بشر چمک کر بولا کہ میں کچھ اور نہیں سننا چاہتا ـــــ میرے سوال کو جواب ہاں یا نہیں میں دو۔

شیخ نے کہا: تمہارا طرز سوال ہی غلط ہے، اس میں دھوکہ ہے ـــــ تم صبر کے ساتھ میری تقریر سن لو ـــــ بشر نے کہا: اب کسی اور تقریر کی ضرورت نہیں ـــــ امیر المؤمنین کو نتیجہ مناظرہ کا انتظار ہے ـــــ تم میرے سوال کا جواب دو ـــــ شیخ نے پھر جواب دینے سے گریز کیا ـــــ بشر نے مامون کو متوجہ کرتے ہوئے کہا: امیر المؤمنین! آپ حاکم ہیں، آپ کا فرض ہے کہ انصاف فرمائیں ـــــ اگر عبدالعزیز کے پاس حجت ابراہیمی ہے تو سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا؟ ـــــ پھر تو محمد بن جہم معتزلی اور اس کے ہمنواؤں کو بھی موقع مل گیا ـــــ ہر کوئی طنز آمیز جملے کسنے لگا ـــــ مامون الرشید کا تاثر بھی یہی تھا کہ شیخ کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے ـــــ اس نے پہلی دفعہ غضب ناک ہو کر کہا:

عبدالعزیز! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ ـــــ تو سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا؟

شیخ خود کش مکش میں مبتلا ہو گئے تھے ـــــ وہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر میں نے تسلیم کر لیا کہ قرآن شے ہے تو یہ سب لوگ شور مچا دیں گے کہ قرآن کا مخلوق ہونا ثابت ہو گیا

——مامون کے غضبناک ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے شیخ کے دل میں جواب القا کر دیا—— شیخ نے کہا کہ ہاں قرآن شے ہے—— یہ سنتے ہی بشر اچھل پڑا—— بشر اور مامون ایک ساتھ بول پڑے: پھر تم نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ قرآن مخلوق ہے—— کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔

شیخ نے گرجدار آواز میں کہا ہرگز نہیں—— قرآن پاک کہتا ہے: ''وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ'' اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے ''نفس'' سے ڈراتا ہے—— اس آیت سے ذات باری تعالیٰ کے لئے نفس کا اطلاق ثابت ہوتا ہے—— پھر قرآن ہی کہتا ہے: ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے—— پس اگر قرآن اشیاء میں داخل ہو کر مخلوق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ بھی كُلُّ نَفْسٍ میں داخل ہو کر موت کا مزہ چکھے گا۔

شیخ عبدالعزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھا گیا—— یہ الفاظ نہیں تھے، بجلی کا ایک کوندا تھا جس سے تمام آنکھیں چندھیا گئیں اور دل دہل گئے—— بشر مریسی بھی مبہوت ہو کر رہ گیا—— مامون بھی بے ساختہ کہنے لگا:

معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی ذات موت سے بری ہے۔

مامون نے حکم دیا کہ مناظرہ ختم کیا جائے—— اور شیخ عبدالعزیز سے مخاطب ہو کر کہا: اگرچہ اس مسئلے کا فیصلہ ہماری آج کی مجلس میں نہ ہو سکا—— لیکن اس میں شک نہیں کہ تو نے اپنے مخاطب کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے—— اور میں نے اس کی کسی دلیل کے آگے تجھے عاجز نہیں پایا—— میری طرف سے تیرے لئے امن اور اعزاز و اکرام ہے—— اور تیرا جوہرِ استعداد اس کا مستحق ہے کہ تو میری مجلس علم کا ندیم ہو تو اب مدینۃ السلام (بغداد) میں قیام کر اور ہر بدھ کو میری صحبتِ علمی میں شریک ہوا کر—— نیز یہ حکم دیا کہ دس ہزار درہم میری رہائش گاہ پر بھیج دئے جائیں—— اور ایک سجا سجایا محل بھی مجھے عنایت کیا—— اور جب میں رخصت ہونے لگا تو مامون نے مسکراتے

ہوئے کہا:

آج تو نے اپنے بڑے ہی طاقت ور حریف پر فتح پائی ہے۔

محدث العصر حضرت شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حمایت حق میں بہت بڑی قربانی تھی ـــــــ اس وقت یہ کہنا کہ قرآن پاک مخلوق نہیں تلوار کی دھار پر چلنے سے زیادہ مشکل تھا ـــــــ انہوں نے رضائے الٰہی کے لئے اتنی بڑی قربانی دی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بھی بڑی کامیابی عطا فرمائی ـــــــ ان کی حجت ہی حجتِ ابراہیمی نہ تھی بلکہ وہ خود بھی حیاتِ ابراہیمی کے مظہر تھے ـــــــ قربانی میں بھی اور انعام میں بھی۔

شیخ عبدالعزیز سے جو ملتا وہ اس واقعہ کی تفصیلات پوچھتا ـــــــ اس لئے شیخ نے مناسب سمجھا کہ اس واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ قلم بند کر دیں ـــــــ ان کے رسالے کا قلمی نسخہ جامع اموی دمشق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے ـــــــ مشہور قلمکار ابوالکلام آزاد نے اسی رسالہ سے جہاد حق گوئی کی تفصیلات اپنے رسالہ ''دعوت حق'' میں تحریر کی ہیں، یہ رسالہ مکتبہ ادب اسلامی، لاہور نے شائع کیا ہے ـــــــ راقم نے اسی کا خلاصہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا ہے ـــــــ سدا بہار خوشبوئیں میں اس کا شامل کرنا بہت ضروری تھا۔

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

متحدہ پاک و ہند میں جب سے اسلام کا نور آیا یہاں مسلمان کہلانے والوں میں اکثریت اہل محبت کی رہی ہے —— اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں اسلام کا پیغام عوام و خواص تک علماء نے پہنچایا اور سلاطین نے —— اور اس سلسلے میں سب سے اہم کردار صوفیائے کرام کا تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری نبی محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبت اور ان کا پیغام بندگانِ خدا کے دماغوں میں نہیں بلکہ دلوں اور رگ و پے میں اتار دیا —— حضرت شاہ اسمٰعیل محدث (لاہور) داتا گنج بخش علی ہجویری، غریب نواز خواجہ سید معین الدین اجمیری، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ باقی باللہ، امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبداللطیف بھٹائی، نوشہ گنج بخش قادری، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، امام احمد رضا بریلوی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، میاں شیر محمد شرقپوری، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری وغیرہم ہزاروں اولیاء کرام ہیں جنہوں نے اس خطے میں پرچم اسلام بلند کرنے میں عظیم کردار ادا کیا۔

مشہور غیر مقلد عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری نے تصریح کی ہے:

> اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ (شمع توحید)

انگریز تجارت کے بہانے یہاں آئے اور حکمران بن کر بیٹھ گئے —— چونکہ ان سے پہلے مسلمان ہندوستان میں ایک ہزار سال حکمرانی کر چکے تھے اس لئے وہ مسلمانوں سے خائف تھے —— وہ بڑے غور و فکر کے بعد بقول اقبال اس نتیجے تک پہنچے تھے:

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

اسی لئے انہوں نے ابھرنے والے نئے نئے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی ——
یہاں حشرات الارض کی طرح اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ شاید ہی دنیا کے کسی خطے میں پیدا ہوئے ہوں گے —— کسی نے ختم نبوت کے اجماعی معنی کا انکار کر کے نئے نبی کی آمد کا راستہ ہموار کیا —— کسی نے نبوت ہی کا دعویٰ کر دیا —— کسی نے اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی آخر الزماں ﷺ کے علوم کو موضوع بحث بنایا اور کہا کہ شیطان کو تو روئے زمین کا علم قرآن سے ثابت ہے، یہی علم اگر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے لئے ثابت کیا جائے تو شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے؟ —— آپ کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے —— دکھ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ خود کلمہ طیبہ پڑھنے والوں نے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو متنازع بنا دیا —— کیا کسی دوسرے دین کے ماننے والوں میں اس کی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ کہ انہوں نے اپنے نبی کو متنازع شخصیت بنایا ہو —— بازاروں، تھڑوں اور ٹرالیوں میں ان کی عظمت و رفعت اور وسعتِ علمی کو چیلنج کیا گیا ہو —— یہ بدقسمتی ہمارے ہی نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی تھی کہ ایک علم و خرد سے عاری شخص اٹھ کر نبی الانبیاء ﷺ کے علم کی پیمائش کر رہا ہے —— ایک سچا شاگرد استاد کی جہالتوں کا متلاشی نہیں ہو سکتا —— ایک سچا امتی کس طرح یہ فہرست تیار کر سکتا ہے؟ کہ میرے نبی (ﷺ) کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا، فلاں چیز کا اختیار نہیں تھا۔

لاڑکانہ، سندھ سے 45 کلومیٹر دور موضع وارہ واقع ہے —— اس کے قریب ایک گاؤں تالکے واراں کا رہنے والا چھبیس سالہ نوجوان محمد پناہ ٹوٹانی ہے —— اس کے قبیلے کا نام چانڈیہ ہے جس کی ایک شاخ ٹوٹانی ہے —— یہ سیدھا سادا جوان دینی اور دنیاوی تعلیم سے عاری ہے —— بچپن میں کہیں قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھا ہو گا اور بس —— پھر اپنے والد کی طرح محنت مزدوری میں مصروف ہو گیا —— وہ ٹریکٹر ڈرائیور

ہے اور سوڈر سے مٹی کی ٹرالی بھر کرے جاتا ہے اور شہر میں بیچ دیتا ہے —— کچھ عرصہ پہلے اس کا نام پورے ملک بلکہ دوسرے ممالک میں بھی گونجنے لگا —— وطن عزیز ملک پاک کے اخبارات اور جرائد نے جلی سرخیوں کے ساتھ اس کا خبر لگائی —— آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس نے ایسا کونسا کارنامہ سرانجام دیا تھا؟ کہ اس کی شہرت یک دم بام عروج تک پہنچ گئی —— واقعہ یہ ہے کہ اس کی زندگی میں وہ لمحہ آ گیا تھا جسے "قبولیت کا لمحہ" کہتے ہیں —— اور یہ لمحہ وہ تھا جب وہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے نام اور آپ کی عظمت وجلالت کے حوالے سے آگ میں کود گیا تھا —— سچ ہے۔

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا؟
تیری دوستی بنایا میری زندگی فسانہ

اور بقول امام احمد رضا بریلوی:

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پر یہ عزت ملی ہے

اور سوڈیڑھ سو افراد نے یہ منظر دیکھا کہ بقول اقبال:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

محمد پناہ کے عملی تجربے نے یہ حقیقت بے نقاب کر دی کہ علم، صحیح عقیدے کے بغیر فائدہ نہیں دیتا —— جب کہ صحیح عقیدہ بغیر علم کے بھی فائدہ دے دیتا ہے —— انہیں عقیدے کی یہ پختگی پیر طریقت حضرت مولانا سید غلام حسین شاہ بخاری نقشبندی مدظلہ العالی، قنبر شریف، لاڑکانہ (سندھ) کی نسبت غلامی سے حاصل ہوئی —— ان کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کے ننگے سینے پر دل کے اوپر انگلی رکھ کر توجہ دیتے ہیں —— اس کے ساتھ ہی

مرید کا دل ذکرِالٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے ——— راقم الحروف چند سال پہلے سکھر سے شدِ رحال کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ان کی زیارت سے مشرف ہوا تھا۔

محمد پناہ کا بیان ہے کہ میں ۱۱ رفروری ۱۹۹۸ء کو سوڈر سے مٹی کی ٹرالی لے کر آ رہا تھا کہ وارہ کے پاس ایک شخص نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا ——— میرے ٹریکٹر روکنے پر اس نے بتایا کہ میں نے فلاں جگہ جانا ہے ——— میں نے اسے کہا پیچھے ٹرالی میں بیٹھ جاؤ ——— بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا نام ہارون ہے ——— وہ ٹرالی میں بیٹھے ہوئے مزدوروں سے بات چیت اور بحث کرتا رہا ——— جب اس کا سٹاپ آیا تو میں نے اسے اتار دیا ——— اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے مزدوروں نے کہا کہ یہ منافق ہے، یہ مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم غیب اور حاضر و ناظر ہونے کا انکار کر رہا تھا ——— (سندھی زبان میں کسی بھی محترم شخصیت کا نام لیتے ہیں تو سائیں کہہ کر یاد کرتے ہیں) ——— میں نے کہا اسے چھوڑو اور جانے دو ——— یہ کہہ کر میں نے ٹریکٹر اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا ——— دوبارہ کوشش کی، پھر کامیابی نہ ہوئی ——— میں نے سوچا کہ کوئی شخص اگر ہمارے جسمانی، باپ سے بدتمیزی کرے تو ہم اسے معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ——— مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمارے روحانی باپ ہیں، ان سے بدتمیزی کرنے والے کو کیسے معاف کیا جا سکتا ہے؟ ——— میں نے ٹریکٹر وہیں چھوڑا اور ہارون کو آواز دے کر بلایا ——— اور اسے کہا کہ تم مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بدتمیزی سے باتیں کرتے ہو؟ ——— اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم غیب اور حاضر و ناظر ہونے کا انکار کرتے ہو؟ ——— اس نے کہا میں انکار نہیں کرتا ——— میں تو قرآن پڑھ کر سنا رہا ہوں ——— اس نے قرآن پاک کی آیتیں پڑھ کر سنانا شروع کر دیں ——— میں پڑھا لکھا آدمی تو ہوں نہیں ——— میں نے جتنا قرآن پڑھا ہے نیند میں پڑھا ہے ——— میں نے

کہا قرآن پاک میں الحمد سے لے کر والناس تک شانِ رسول کا بیان ہے ــــــ کہنے لگا تم مشرک ہو، تم انہیں پوجتے ہو ــــــ (معاذ اللہ!) مدینے والے سائیں کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے ــــــ اس کا اتنا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا ــــــ میں نے کہا تم مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات کرتے ہو؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم نے آٹھ دن پہلے اور ایک مہینے پہلے کیا کھایا تھا؟ ــــــ کہنے لگا تم بدعتی اور مشرک ہو۔

میں نے کہا اچھا ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اس میں چھلانگ لگاتے ہیں ــــــ جو سچا ہوگا محفوظ رہے گا اور جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا ــــــ کہنے لگا نہیں آگ میں تو مشرک اور کافر جلیں گے ــــــ میں نے کہا تم تو مومن ہو، تم کیوں آگ میں جانے کے لئے تیار نہیں؟ ــــــ اتنے ایک دوسرا ٹریکٹر آ گیا، جس میں ہارون کے ساتھی اور رشتے دار تھے ــــــ وہ ٹریکٹر روک کر جلدی سے ہمارے پاس آئے ــــــ انہوں نے سمجھا کہ شاید ہارون کا کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے ــــــ جب وہ ہمارے پاس آئے تو میں نے انہیں صورت حال بیان کی ــــــ انہوں نے دونوں کی منت سماجت کی کہ جھگڑا نہ کرو اور اسے لے کر اپنے ٹریکٹر پر چلے گئے ــــــ میں نے اپنے ٹریکٹر کی سیٹ پر بیٹھ کر نعرہ لگایا:

یا علی ــــــ مولا علی

ہارون دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

تم مشرک ہو گئے ہو ــــــ آؤ اب میں تمہیں آگ میں جلاتا ہوں ــــــ اس نے زمین پر رومال بچھایا اور اس پر نفل پڑھنے لگا ــــــ مجھے پتا نہیں تھا کہ آگ میں جانے سے پہلے کیا کرنا چاہیے؟ ــــــ میں نے بھی نفل پڑھے ــــــ پھر میں نے سوچا کہ میرا رب اور اس کے فرشتے مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں، مجھے بھی درود بھیجنا چاہیے۔

میں درود شریف پڑھنے لگا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ میرے خدا! مجھ میں ہمت نہیں ہے، میں مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت وعظمت کے لئے میں آگ میں چھلانگ لگا رہا ہوں——مجھے آگ سے بچانا——میرے خدا! ہماری لاج رکھنا ——ابھی ہمارے اوپر امتحان ہے——اپنے حبیب کے لئے لاج رکھنا۔

پھر مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یاد کیا:

یارسول اللہ! یا حبیبی! یاقُرۃ عَینِی......!

یَارسُولَ اللّٰہِ اُنظُرحَالَنَا

یَاحَبِیبَ اللّٰہِ اِسمَعْ قَالَنَا

گنبد خضراء کا تصور میرے سامنے آگیا——آسمان کا رنگ سبز دکھائی دے رہا تھا، پھر میں نے اپنے مرشد کو یاد کیا——مرشد حسین ہماری مدد کیجئے!——مرشد حسین ہمارے جلنے کا ٹائم آیا ہے——مرشد اس لئے پکڑا جاتا ہے کہ مشکل سے بچائے—— اس سے زیادہ مشکل وقت کونسا ہوگا؟——عشق صادق کی کرشمہ کاری دیکھئے کہ مرشد کریم ان کے سامنے جلوہ گر ہو گئے——کبھی دائیں، کبھی بائیں——پرالی (گندم کاٹنے کے بعد جو نالی باقی بچتی ہے) کے انبار کو آگ لگا دی گئی——اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے——میں نے ہارون کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ چلو میرے ساتھ آگ میں چھلانگ لگاؤ——اس نے کہا نہیں، پہلے تم چھلانگ لگاؤ——مرشد نے کہا گھبراؤ نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔

میں نے آگ میں چھلانگ لگا دی اور بالکل محفوظ رہا——ہارون کو بلایا، لیکن وہ تیار نہیں تھا——میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آگ کے اندر کھینچ لیا——لیکن یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ آگ نے اسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا——مرشد نے کہا: اس کا ہاتھ

چھوڑ دو ــــــ اس کا ہاتھ چھوڑتے ہی وہ چیخنے لگا ــــــ اور بھاگ کر باہر نکل گیا ــــــ اتنے میں اس کی داڑھی، قمیص اور اس کا پاؤں جل گیا تھا ــــــ اس کی شکل مسخ ہوگئی تھی ــــــ اسے دیکھنے سے خوف آتا تھا ــــــ میں پھر آگ میں داخل ہوگیا اور دو چار پھیرے لگائے (چھلانگیں لگائیں) ــــــ میرے کپڑوں پر ڈیزل لگا ہوا تھا، آگ میں جانے سے وہ بھی ڈھل گیا۔

ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنی دیر آگ میں رہے؟ ــــــ کہنے لگے پانچ چھ منٹ یا دس منٹ ــــــ دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کی جانب آگ کا رنگ سبز تھا؟ ــــــ کہنے لگے: جوش وخروش میں مجھے اس کا ہوش نہیں تھا ــــــ تاہم دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ میری جانب آگ کا رنگ سبز اور ہارون کی جانب عام آگ کی طرح کا رنگ تھا ــــــ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ میں آگ کے اندر بھی درود شریف پڑھتا رہا تھا: الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ ــــــ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ مجھے آگ میں ٹھنڈی ہوا محسوس ہو رہی تھی [1]

اس سے بڑھ کر مسلک اہل محبت کے سچا ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ ــــــ لیکن جنہوں نے نہیں مانا وہ اس کے باوجود نہیں مانیں گے ــــــ واقعی ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے۔

---

[1] اس واقعے کی تفصیلات کے لئے دیکھئے مولانا ابوداؤد محمد صادق امیر جماعت رضائے مصطفےٰ پاکستان کا مرتب کردہ رسالہ "محمد پناہ اور جنگ تمبر ۱۹۶۵ء" جس میں انہوں نے روزنامہ نوائے وقت، سماج اور جرأت کی خبروں کا عکس (فوٹو) شامل اشاعت کیا ہے، نیز گواہوں کے دستخطی بیانات کی فوٹو کاپی بھی شامل کی ہے، اس کے علاوہ محترم محمد پناہ نوتانی صاحب کے خطاب اور انٹرویو کی آڈیو کیسٹ مکتبہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ سے حاصل کر کے سنی جا سکتی ہے۔ راقم کو یہ سب مواد عزیزم اظہر حسین صاحب (مرید حضرت حاجی ابوداؤد صاحب) نے فراہم کیا، مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ۱۲ شرف قادری

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
کی ایمان افروز تحریر

اہل حق کا مذہب اور مشاہدہ یہ ہے کہ ایمان کی دو جزئیں ہیں:۔

❶ زبان سے اقرار: جب مومن نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرلیا۔ اپنے تمام ظاہری اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کا اس طرح تابع بنالیا کہ اپنی ظاہری گردن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے پٹے سے بال برابر بھی باہر نہیں نکالا تو اس کی زبان کا اقرار سچا ہو گیا اور شریعت مبارکہ کے مطابق وہ مومن اور مسلمان ہو گیا۔

❷ اس کے باوجود ابھی اس سے دل کی تصدیق واقع نہیں ہوئی، یہاں تک کہ وہ ظاہری اطاعت سے ترقی کر کے اپنے دل کو ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ احکام کا فرمانبردار بنالے اور اپنی تمام خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں فنا کر دے اور اپنے دل کی خواہشات کو مکمل طور پر ترک کر دے۔ اپنے باطن کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور تسلیم کے سپرد کر دے۔ اس وقت اس کے دل کی تصدیق سچی ہوئی، کامل ایمان حاصل ہوا اور وہ مقام طریقت میں پہنچ گیا ہے۔

پہلا مرتبہ شریعت ہے اور دوسرا مرتبہ طریقت، ان میں سے کوئی مرتبہ بھی دوسرے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، حدیث شریف: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے) کی مراد یہی دل کی تصدیق ہے[1]

---

[1] تقریظ ایمان افروز بر کتاب مبارک "انوار التمجید فی ادلۃ التوحید" مصنفہ حضرت عارف باللہ مولانا محمد انوار اللہ خاں حیدر آبادی، سابق مدیر المہام امور مذہبی، حیدر آباد دکن۔

نقشۂ نعل اقدس کی برکت

مانانوالہ کے نواحی گاؤں کوٹ نونہالی شریف میں ایک بلی بند کمرے میں کچھ کھائے پیئے بغیر 6ماہ تک زندہ رہی، بند کمرہ جس میں کسی قسم کا کوئی سوراخ تک نہ تھا۔ جب کمرے کا دروازہ کھولا گیا تو اس نے اس دوران چار معصوم بچوں کو بھی جنم دے رکھا تھا، جن کی عمریں دس دن بتائی گئیں۔ بتایا گیا ہے کہ صوفی محمد اشرف کمرے کا دروازہ بند کرتے وقت بلی کو نکالنے کا خیال بھول گیا اور خود چھ ماہ کیلئے فروغ عشق رسول ﷺ کی تبلیغ کے سلسلہ میں نکل گیا۔ واپسی پر جب کمرے کا دروازہ کھولا تو بلی اور چار بچے حضور ﷺ کے قدم مبارک کے نقش کے پاس بیٹھے ہوئے تھے[1]

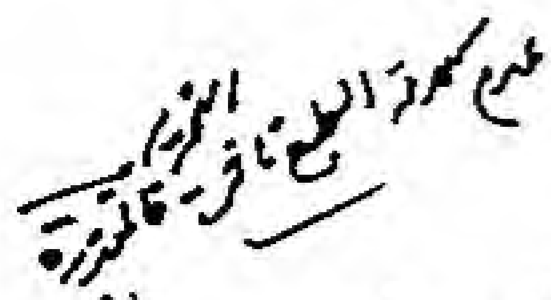
صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی کی تحریر کا ایک اقتباس

ایک اور بات جو جامعہ نظامیہ رضویہ کو ملک بھر کی دیگر درسگاہوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں باقاعدہ ادارۂ تصنیف و تالیف کام کر رہا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری اس شعبے کے انچارج ہیں، جو بذات خود ایک شگفتہ نگار قلم کار ہیں اور ذوق تحقیق سے آراستہ صاحب تصنیف عالم دین ہیں۔ اب تک اس شعبے سے ایک سو پانچ تصنیفات نکل اور چھپ چکی ہیں[2]

---

[1] روزنامہ **دن**، لاہور مورخہ ۸رجون ۲۰۰۱ء

[2] روزنامہ نوائے وقت، لاہور مورخہ ۹رفروری ۱۹۹۵ء



شیخ الحدیث
علامہ غلام رسول رضوی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان



MOHTAMIM & SADAR.
JAMIA SARAJIA RASOOLIA
AZAM ABAD, FAISALABAD.
PH: ~~615636~~
694337

مہتمم و صدر جامعہ سراجیہ رسولیہ
اعظم آباد فیصل آباد
فون - ~~٦١٥٦٣٦~~
٦٩٤٣٣٧

بسم الله الرحمن الرحيم

طالعت الكتاب المسمى "من عقائد أهل السنة" من أوله إلى آخره فوجدته بأحسن مزايا التفصيل منه في غير المطولة حيث ذكر تفصيل عقائد أهل السنة مبوبًا ومفصلًا مأخوذًا من الكتاب والسنة وأقوال علمائنا المشائخ رحمهم الله تعالى لا يحتاج الطالب غيره إلى الاستعلام من غيره في جميع مهماته دليلًا ويفضل عنده لبيبه، والمؤلف الفاضل العلامة عبد الحكيم الأعظمي كل مسئلة بتحقيقها قيّد خلافًا ورفعه، جزاه الله أحسن الجزاء، فإنه فتيق نطاق المطالب مفتاح الكلمات حسن بيان وجرح سنان دلائله تفوق مقالاتهم خلافًا لعلماء أبدًا - قد أحسن على أهل السنة إحسانًا عظيمًا وإنه فيه بما قال السلاطين مسلفت ... وعبارت حذيفة الحسنة بجمعه ما قال الفاضل فإنه قبل لو صحابيين كلماته وتعبير رجحها لأنه ليس الفاذ فيه أبدًا - آمين

أدعو الله الكريم أن يوفق الحكيم ويسلمه ما دام الناس

كتبه العبد المذنب رضوي

ملحق ...

تقريظ الإمام العلامة غلام رسول رضوي المحدث الكبير والأستاذ الشهير على الكتاب المستطاب عند أولي الألباب: "من عقائد أهل السنة"

من عقائد أهل السنة

تاليف

فضيلة الشيخ محمد عبد الحكيم شرف

مؤسسة الشرف
بلاهور باكستان

۷۸۶
۹۲

حق چار یار

مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال

قائدین اہلسنت کی یاد میں

یوم رضا و یوم علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہما

جلسہ

۲۱ مارچ بروز بدھ مطابق ۱۵ صفر ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء بعد نماز عشا جامع مسجد انوار آباد شریف چکوال

زیر سرپرستی: حضرت حاجی فضل کریم صاحب دام ظلہ سجادہ نشین انوار آباد شریف چکوال

زیر صدارت: پیر طریقت حضرت الحاج صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب مدظلہ للہ شریف

زیر نگرانی
مولانا حافظ غلام ربانی صاحب
ناظم مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال

اسمائے گرامی علمائے کرام

(۱) خطیب شعلہ بیان حضرت صاحبزادہ مولانا محمد حبیب اللہ صاحب خطیب اعظم سرائے عالمگیر
(۲) فاضل جلیل مفتی مولانا عبد القدوس صاحب ہاشمی خطیب گورنمنٹ کالج سرگودھا
(۳) حضرت مولانا سید ذاکر حسین شاہ صاحب ایم اے مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ...
(۴) فاضل گرامی حضرت مولانا قاضی نور الحق صاحب (ڈھاب قاضی)
(۵) مولانا اکرام الحق صاحب مدرس مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم چکوال
(۶) حضرت مولانا علامہ محمد عبد الحکیم صاحب شرف قادری صدر مدرس اشاعت العلوم چکوال
(۷) مولانا الحاج قاضی مظہر الحق صاحب (بھیکری)

مہمانان خصوصی

حضرت مولانا قادری عبید اللہ صاحب خطیب جامع مسجد بھون
جناب بدر الاسلام صاحب ہاشمی (دھیہگ آباد)
جناب الحاج محبوب الٰہی صاحب (چکوال)

★ نعت خوان: جناب نذر حسین سرور سلطانی۔ قاضی عبد الرب صاحب۔ صوفی محمد شفیع صاحب۔ مختار احمد صابری۔ زاہد محمود

الداعیان: اراکین انجمن شبان المسلمین محلہ انوار آباد شریف۔ چکوال



تعارف

فقہ و تصوّف

تصنیف:

شیخ محقق امام اہل سنت
شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ:

شرف اہل سنت
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

الممتاز پبلی کیشنز ۔ لاہور

الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله تعالى

البريلوي الهندي
شاعرا عربيا

تاليف
ممتاز احمد سديدی الازهری
ابن الشيخ محمد عبد الحكيم شرف القادری

مؤسسة الشرف
بلاهور باكستان